UNIVERSAL LIBRARY
OU_228325
UNIVERSAL LIBRARY

إن من الشعر لحکمة و إن من البيان لسحرا

سخنوران بلند فکر

مؤلفہ

جناب مولوي محمد منوّر صاحب بہادر گوہر

سابق جونیر ریڈر اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ مدراس یونیورسٹی

MADRAS:

PRINTED AT THE DIOCESAN PRESS

1936

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
دیباچہ			
پہلا باب ...	۱	معز	۳۸
فصل اول ...	۱	والہ	۳۹
آذری ...	۱	فصل دوم ...	۴۱
خواجہ محمود گاواں	۴	علی	۴۱
یوسف ...	۸	آزاد	۴۴
شہیدی ...	۱۱	واضح	۴۸
شاہ طاہر الحسینی	۱۲	نصرت ...	۵۰
صفی ...	۱۴	آصف ...	۵۱
رضائی ...	۱۵	زکی	۵۵
فرح ...	۱۶	منصور ...	۵۶
وحشی ...	۱۷	حاتم ...	۵۷
ارسلان ...	۱۸	عاجز ...	۵۸
فانی ...	۱۹	عاشق ...	۶۱
حیاتی ...	۲۰	ایجاد... ...	۶۲
سنجر ...	۲۱	واقف ...	۶۳
ظہوری ...	۲۲	ذکا	۶۵
ملک قمی ...	۲۵	فصل سوم ...	۶۸
کوکبی ...	۲۶	سلطان محمود شاہ بہمنی	۶۸
مومن ...	۲۱	فیروزی ...	۷۰
دانش ...	۲۸	وفائی ...	۷۲
فطرت ...	۳۰	جمشید ...	۷۳
امید ...	۳۲	مرزا صادق ...	۷۴
راز	۳۴	فہیمی ...	۷۵
درگاہ... ...	۳۵	آفتاب ...	۷۶

مضمون	صفحه
رسا ...	۷۸
جرأت	۷۹
مولانا سید قمر الدین	۸۱
صارم ...	۸۳
شفیق	۸۵
رفیع	۸۶
جذب	۸۷
فصل چهارم	۸۹
سخن	۸۹
وفا ...	۹۰
فصل پنجم	۹۲
قربی ...	۹۳
محفوظ	۹۵
تجمل	۹۶
جودت	۹۶
امین	۹۷
انور ...	۹۸
فصل ششم	۹۹
حاجی	۹۹
گوهر ...	۹۹
مهربان	۱۰۰
یکدل	۱۰۲
خلوص	۱۰۳
خرد ...	۱۰۴
آشکار	۱۰۵
طالب	۱۰۶
اظفری	۱۰۷
خوشدل	۱۱۰
فائق ...	۱۱۱
نامی	۱۱۲
شایق	۱۱۳
مجرم	۱۱۵
حسن	۱۱۷
والا ...	۱۱۹
عاشق	۱۲۱
خوشنود	۱۲۲
شفیع	۱۲۴
قدرت	۱۲۵
مختار	۱۲۷
واقف	۱۲۸
فصل هفتم	۱۳۰
ابجدی	۱۳۰
ذوقی ...	۱۳۱
آگاه ...	۱۳۲
معجز	۱۳۵
بیخود	۱۳۶
برهان	۱۳۷
رایق ...	۱۳۸
بصارت	۱۴۰
افسر	۱۴۱
تمنا ...	۱۴۲
خالص	۱۴۲
منور ...	۱۴۴
آگاه (ثانی)	۱۴۴
جوهر	۱۴۵
فصل هشتم	۱۴۷
افصح	۱۴۷
انور ...	۱۴۸
ماجد	۱۵۰
مختار	۱۵۳
اسد ..	۱۵۴

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ
نامی	۱۵۵
ناظر	۱۵۶
بینش	۱۵۷
شمس	۱۵۹
علیم	۱۶۰
حیران	۱۶۱
اصغر	۱۶۳
احمدی	۱۶۳
اظہر	۱۶۴
بلیغ	۱۶۵
بہجت	۱۶۶
حشمت	۱۶۸
راغب	۱۶۹
راقم	۱۷۱
رونق	۱۷۳
فاروق	۱۷۳
اعظم	۱۷۵
نظیر	۱۸۱
خادم	۱۸۲
واصف	۱۸۳
عظیم	۱۸۴
احسن	۱۸۶
اکرم	۱۸۷
ثاقب	۱۸۸
باب دوم ریختہ گو دکنی شعراء	۱۹۰
فصل اوّل	"
سلطان محمد قلی قطب شاہ	۱۹۰
سلطان محمد قطب شاہ	۱۹۱
سلطان عبداللہ قطب شاہ	۱۹۲
ولی	۱۹۲
داؤد	۱۹۵
سراج	۱۹۶
ہاشمی	۱۹۹
فتوت	"
فصل دوم	۲۰۱
سنت	"
بیان	۲۰۲
لطف	۲۰۴
نصیر	۲۰۵
ستر	۲۰۷
عزلت	۲۰۸
کرم	۲۰۹
ممتاز	۲۱۰
فصل سوم	۲۱۲
نصرتی	"
ممتاز	۲۱۴
نادر	۲۱۸
باب سوم	۲۲۱
فکری	"
تسبیح کاشی	۲۲۲
فقیر	۲۲۴
مائل	۲۲۵

دیباچه

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمدِ داور گوهرِ کانِ سخن * نعتِ سرور جوهرِ جانِ سخن
فضلِ یزداں نے هدایت دی مجھے * حمد سبحاں نے سعادت دی مجھے
نعت نے بخشا شرف برتر کیا * قطرۂ ناچیز کو گوهر کیا
یه دعا هے اے ودودِ بے مثال * بهیج روز و شب درودِ بے مثال
احمدِ مُرسل شهِ معراج پر * آل پر اصحاب پر ازواج پر
انبیا پر اولیا پر هو سلام * اتقیا پر اصفیا پر هو سلام
میرے پیرانِ طریقت پر بهي هو * مُرشد اُن پاک طینت پر بهي هو
نکته سنجانِ سخن سے عرض هے * صاحبانِ علم و فن سے عرض هے
یه هے گلدسته سخن کے باغ کا * یه هے گلدسته دکن کے باغ کا
هے دکن کے شاعروں کا تذکره * هے سخن کے ماهرون کا تذکره
رو نما هیں واقعاتِ شاعراں * دل کُشا هیں سانحاتِ شاعراں
یه سفینه گلشنِ بیخار هے * یه خزینه مخزنِ اشعار هے
خیر هو اے کردگار اِس باغ کي * روز افزوں هو بهار اِس باغ کي
اِس کو بهي هر دلعزیزي هو نصیب * اِس کي شهرت میں ترقي هو نصیب
چمکے هر لفظ اس کا اختر کي طرح * آبرو بهي پاے گوهر کي طرح
کام میرا التجا دن رات هے * نام تیرا قاضي الحاجات هے

تجھ سے گوهر کي دعا هے روز و شب
یه وظیفه اي خُدا هے روز و شب

اما بعد - سنه ۱۹۲۷ ع میں صوبۂ مدراس میں محکمۂ تفحیص السنۂ مشرقیه (اوراینٹل ري سرچ انسٹي ٹیوٹ) قائم هوا - اوٗر میرا تقرر به عهدۂ جونیر ریڈر عمل میں آیا - علاوه اوٗر فرائض مفوضه کے مئیں نے یه تذکره فارسي اوٗر اردو کے اُن شعرا کا تالیف کیا جس کو

مدراس یونیورسٹي کي طرف سے شائع کیا جاتاھے - اُمید ھے کہ اِس کو بنظرِ قدردانی ملاحظہ فرمایا جائیگا اوٗر میري محنت کي داد دیجائیگي *

اس تذکرے میں سنہ ۷۷۰ ھجري سے سنہ ۱۲۷۰ ھجري تک جو شعرا گزرے ہیں' اُن کا حال مئیں نے بڑي تحقیق سے درج کیا ھے - اِس میں اُن ۱۴۷ شعرا کا حال درج ھے جو جنوبي ہند اوٗر دکن میں پیدا ھوے یا دوسرے شہروں سے جنوبي ہند میں پہنچے تھے -

اس کتاب میں تین باب اوٗر ایک ضمیمہ ھے اوٗر ہر باب کي کئي کئي فصلیں ہیں' جو ذیل کي تفصیل سے معلوم ھوگا -

پہلا باب - فارسي گو شعرا کا حال - اس میں آٹھ فصلیں ہیں -

فصلِ اول - وہ فارسي گو شعرائے ایران جو شمالي ہند سے دکن میں آئے -

فصلِ دوم - وہ فارسي گو شعرائے ہندوستان جو شمالي ہند سے دکن میں آئے -

فصلِ سوم - وہ فارسي گو شعرا جو دکن ہي میں پیدا ھوے -

فصلِ چہارم - وہ فارسي گو شعرائے ایران جو دوسرے شہروں سے مدراس میں آئے -

فصلِ پنجم - وہ فارسي گو شعرائے ہندوستان جو دوسرے شہروں سے کرناٹک آئے -

فصلِ ششم - وہ فارسي گو شعرائے ہندوستان جو دوسرے شہروں سے مدراس آئے -

فصلِ ہفتم - وہ فارسي گو شعرا جو کرناٹک میں پیدا ھوے *

فصلِ ہشتم - وہ فارسي گو شعرا جو مدراس میں پیدا ھوے *

دوسرا باب - دکني شعرا کا حال - اس میں تین فصلیں ہیں *

فصلِ اول - وہ شعرا جن کي ولادت - نشو و نما اوٗر ترقي دکن میں ھوي *

فصلِ دوم - وہ شعراء جو مختلف بیرون دکن شہروں سے دکن
آئے اوریہیں توطّن اختیار کیا -
فصلِ سوم - وہ دکني شعرا جو مدراس ہي میں پیدا ہوے *

تیسرا باب - اُن فارسي گو ایراني شعرا کا حال جو شمالي ہند
سے دکن آئے اور چند روز مقیم رهکر واپس چلے گئے *

اِس تذکرے میں شعراء کے ناموں کو بہ ترتیب تہجي نہیں لکھا
گیا ھے - بلکه تقدّم زماني کا خیال رکھا گیا ھے - البتہ تذکرۂ گلزار اعظم
(مولفۂ نواب غلام محمد غوث خان بہادر اعظم ' نواب کرناٹک) سے جو
شعرا منتخب کئے گئے ہیں اُن میں حروف تہجي کي ترتیب ھے -
اُن میں سے اکثر شعرا وہ ہیں جو گلزار اعظم کي تالیف ' یعني
سنہ ۱۲۶۹ هجري تک بقید حیات تھے *

اِس کتاب کے دوران تالیف میں ذیل کي کتابیں میرے مطالعے
میں تھیں اور اُن سے میں نے مدد لي ھے :—

(۱) تاریخ فرشتہ ' مصنفۂ محمد قاسم فرشتہ -
(۲) کلمات الشعراء مصنفۂ محمد افضل سرخوش -
(۳) خزانۂ عامرہ ' مصنفۂ میر غلام علي آزاد بلگرامي -
(۴) گلشن بیخار ' مصنفۂ نواب مُصطفي خاں شیفتہ -
(۵) صبح وطن اعظم ' مصنفۂ نواب غلام محمد غوث خان بہادر اعظم
نواب کرناٹک -
(۶) نتائج الافکار مصنفۂ محمد قدرت الله خاں قدرت -
(۷) گلزار اعظم ' مصنفۂ نواب غلام محمد غوث خان بہادر اعظم
نواب کرناٹک -
(۸) تاریخ عزیز دکن ' مصنفۂ مولوي عبد العزیز صاحب فرزند مولوي
مہدي صاحب واصف -
(۹) دیوان ممتاز ' مصنفۂ نواب عمدة الامراء بہادر ممتاز فرمانرواے
کرناٹک -
(۱۰) مثنوي رشک قمر ' مصنفۂ نادر (نام نا معلوم) -
(۱۱) محبوب الزمن ' مصنفۂ مولوي ابو تراب محمد عبد الجبار خاں
صاحب -

(۱۲) آب حیات ' مصنفۂ مولوي محمد حسین صاحب آزاد -
(۱۳) مضامین شرر ' از مولوي عبد الحلیم صاحب شرر -
(۱۴) تاریخ ادبِ اُردو ' مصنفۂ رام بابو صاحب سکسینہ ' مترجمۂ مرزا محمد عسکري صاحب -

جہاں میري یہ دعا ھے کہ رب الارباب اس تذکرے کو قبولیت دوام عطا فرمائے ' وھاں مئیں یہ بھي دعا کرتا ھوں (اوٗر ناظرین سے بھي استدعا کرتا ھوں کہ وہ بھي میرا ساتھ دیں) کہ جن حضرات شعرا کا اس تذکرے میں ذکر ھے اُن سب کو ارحم الراحمین مغفرت نصیب کرے ' کیونکہ وہي فارسي اوٗر اُردو زبان کے اصلي محسن ہیں -

آخر میں بہ ادب یہ گزارش ھے کہ مئیں نے حتي المقدور اپني طرف سے اِنتخاب و تحقیق حالات شعرا میں کوئي کمي نہیں کي - ممکن بلکہ یقین ھے کہ ابھي یہ تذکرہ بہت ہي نا مکمّل ھو اوٗر سیکڑوں مشاہیر میري نگاہ سے چھوٹ گئے ھوں ' یا مئیں نے اپني کمي قابلیت سے قصداً چھوڑ دئے ھوں - اگر ناظرین کرام بجائے زبان طعن دراز کرنے کے مجھے میرے سقموں پر متنبّہ فرماکر اس تذکرے کي تکمیل میں مدد فرمائینگے تو مئیں بے حد ممنون ھونگا اوٗر آیندہ ایڈیشن میں یہ مکمل ھوسکیگا -

آخر یہ مشترکہ جائداد ھے اوٗر جنوبي ہند کے باشندے کا یہ فرض ھے کہ وہ اِس کي صلاح و فلاح میں جان توڑ کوشش فرمائیں -

جیسا کہ مئیں ابھي عرض کر آیا ھوں مجھے اپني کمي استعداد کا اعتراف ھے - وہ کونسا انسان ھے جو اپنے آپ کو "انسان کامل" کہہ سکے - محال ھے کہ نا مکمل کا کوئي کام بھي مکمل کہا جا سکے - و صلّي اللہ تعالي علي افضل الانبیاء و اشرفِ اولادِ آدم محمد مصطفي الذي ھو انسان الکامل و لاریب فیہ -

خاکسار محمد منوّر گوھر (مخاطب بہ امیر الشعرا و نجم الفضلا)

نائر خاندان نوابان کرناٹک و منصبدار ہز اگزالٹد ھائنس اعلي حضرت (حضور نظام دکن خلد اللہ تعالي ملکہ)

جام بازار - مدراس

پہلا باب

فارسي گو شعرا کا حال

فصلِ اوّل

وہ فارسي گو شعرائے ایران جو شمالي ہند سے دکن میں آئے

آذري

آذري تخلص - سیّد حمزہ نام - شیخ نورالدین لقب - فرزند خواجہ علي ملک سربداریہ - وطن اسفراین (علاقۂ خراسان) سال ولادت سنہ ۷۸۴ هجري - ماہِ آذر میں پیدا ہوئے اسلئے آذري تخلص اختیار کیا -

بہت بڑے پائے کے شاعر اور نہایت ذہین شخص تھے - عنوان جواني ہي میں سلطان شاہ رخ مرزا کي سرکار میں بڑا رسوخ حاصل کیا اور بڑي عزت پائي' یہاں تک کہ خطابِ ملک الشعرائي سے سرفراز ہوئے - پھر گوشہ نشیني اختیار کي اور حضرت محي الدین طوسي کي خدمت میں رہکر ریاضتیں کیں - اِن کے انتقال کے بعد سیّد نعمت اللہ سے مستفیض ہوئے - خرقۂ خلافت آپ ہي سے پایا - متوسط عمر میں زیارتِ حرمین شریفین سے مشرف ہوکر ہندوستان پہنچے اور سلطان احمد شاہ بہمني اوّل فرماں روائے گلبرگہ کي سلکِ ملازمت میں داخل ہوئے اور بادشاہ کي تعریف میں کئي پُر زور قصیدے لکھے - بادشاہ نے بھي اِن کي بڑي قدرداني کي اور یہاں سے بھي ملک الشعراء کا خطاب پایا - بارہا بیش بہا انعامات سرکارِ شاہي سے عطا ہوئے -

ایک دفعہ بادشاہ سے وطن جانے کي اجازت چاہي مگر نہ ملي' ناچار خاموش ہو رہے اور کسي ذریعے کي فکر میں لگے - ان دنوں گلبرگہ

میں دار الامارۂ شاہی زیرِ تعمیر تھا - جب تعمیر ختم ہوئی تو آپ نے یہ دو شعر پتھر پر کھدوائر دار الامارہ کے دروازے پر نصب کرادئے :—

حبّذا قصرِ مشیّد کہ ز فرطِ عظمت
آسماں شُدۂ از پایۂ ایں درگاہ است *
آسماں ہم نتواں گفت کہ ترکِ ادب است
قصرِ سلطانِ جہاں احمد بہمن شاہ است *

ایک روز اتفاق سے بادشاہ کی نظر اِن اشعار پر پڑی تو پڑھکر پھڑک گیا - شہزادۂ علاء الدین ساتھ تھے - پوچھا کہ کِس کا کلام ھے ؟ اِنھوں نے آذری کا نام لیا - چونکہ موقع اچھا تھا' ساتھ ہی عرض کیا کہ " آذری اپنے وطن کی جدائی میں سخت بے تاب ہیں اور اجازت کے خواستگار - وہ کہتے ہیں کہ اگر مجھے وطن جانے کی اجازت مل جائے تو جو حج میں نے کیا ھے اُس کا آدھا ثواب نذرِ حضور کرونگا " - بادشاہ یہ سنکر ہنس پڑے اور فوراً اجازت عطا فرمائی اور ساتھ ہی خلعتِ خاص' پانچ ہندی غلام اور چالیس ہزار تنگہ نقرہ (ایک تنگہ - ایک تولہ) عنایت ھوے - شیخ بہت شکر گزار ھوے اور عرض کیا کہ " لا یحمل عطایاکم الا مطایاکم " بادشاہ نے اور بیس ہزار تنگے سفر کے خرچ کے لئے دئے - چلتے ھوے آذری نے بادشاہ سے وعدہ کیا کہ تازیست " بہمن نامہ " کی تصنیف میں مصروف رھونگا' جس کا آغاز ھو چکا تھا - چنانچہ مدت العمر اِس وعدے کا ایفا کرتے رھے اور ایک سال میں جتنا حصّہ نظم کرلیتے' وطن سے بادشاہ کی خدمت میں بھیج دیتے تھے - سلطان ھمایوں شاہ بہمنی تک پہنچنے پائے تھے کہ پیغام اجل آ پہنچا - باقی حصّے کو ملا نظیری ملا سامعی اور دیگر شعرا نے پورا کیا -

شیخ یہ انعامات لیکر وطن پہنچے - بقیہ عمر عبادتِ الٰہی میں گزاردی - مزید براں دستِ سخاوت و خیرات وسیع کیا - چنانچہ ایک مہمانسرای بنواکر اِس کو وقف کردیا - ایسی سخاوتیں ظاہر ھے

که اتنے خطیر مال کو کفایت نہیں کرسکتیں - سلطان احمد شاہ انتقال کر چکے تھے - مجبوراً سلطان علاء الدین شاہ بہمني ثاني (سنہ ۸۳۸ ھجري تا سنہ ۸۶۱ ھجري) کو ایک عریضہ لکھا - بادشاہ نے اِس کا جواب دستِ خاص سے لکھکر شیخ کا اعزاز بڑھایا اور اُس کو عطایاے کثیر کے ساتھہ شیخ کے پاس بھیجا -

آخر سنہ ۸۶۶ ھجري میں بیاسي سال کي عمر پاکر واصل بحق ھوے - آذري نے ایک مبسوط دیوان مشتمل بر قصائد و غزلیات و قطعات وغیرہ یادگار چھوڑا ھے - من اشعارہ :—

به مجلسے که درو گنجِ کبریا بخشند
هزار افسرِ شاهي بیک گدا بخشند *
دلا بمَي کده ها روز و شب گدائي کن
بود که دُرد کشاں جرعهٔ بما بخشند *
شدیم پیر به عصیان و چشمِ آں داریم
که جُرمِ ما به جوانانِ پارسا بخشند *
غلامِ همّتِ آں عارفانِ با کرمم
که یک صواب به بینند و صد خطا بخشند *
به کوي میکده از مفلسي چه غم دارم
که ساقیاں همه جام جهاں نما بخشند *
به نیم ساعتِ هجر آذري نمي ارزد
هزار سال گرش در جهاں بقا بخشند *

تاریخِ انتقالِ آذري :—

چراغِ دل به مصباحِ حیاتش
به انواعِ حقائق داشت پرتو *
چو او مانند خسرو بود در شعر
ازاں تاریخِ فوتش دشت خسرو *
سنه ۸۶۶ ہجري

خواجہ محمود گاوان

تخلص معلوم نہیں - عماد الدین نام - خواجہ لقب - وطن قاوان - سال ولادت کا پتہ نہیں چلا - خواجہ محمود گیلان کے ایک قریۂ قاوان میں پیدا ہوے - اِسی مناسبت سے محمود گاواں کے نام سے مشہور ہو گئے -

خواجہ بہت بڑے فاضلِ عصر تھے - علوم عقلی و نقلی خصوصاً ریاضی اور طب میں خاص مہارت رکھتے تھے - نثر و نظم و انشا میں تو ممتاز الافاضل تھے - علم دوست، قبیلہ پرور، فیاض، قدردانِ علم و هنر، رحم دل، خُوش خلق، متواضع، منکسرالمزاج اور عابد و زاہد تھے - فیاضی کا یہ عالم تھا کہ ہمیشہ اپنے ہم عصر فضلا کو خراسان اور عراق تک تحفے بھیجا کرتے تھے -

خواجہ محمود کا خاندان ہمیشہ سے معزز و محترم رہا ہے - آپ کے اجداد شاہانِ گیلان کے وزیروں میں سے تھے - شدہ شدہ اِن میں سے ایک سریرآرائے سلطنتِ رشت ہوا اور اُس کا خطبہ منبروں پر پڑھا گیا - یہ سلسلۂ تاجداری شاہ طہماسپ صفوی دارای ایران کے زمانے تک خواجہ کے خاندان میں رہا - ہوش سنبھالنے اور علم و کمال حاصل کرنے کے بعد لوگ اُن کے ایسے محسود ہوے کہ مجبوراً اپنی والدہ کے ایما پر وطن چھوڑنا پڑا - آپ کی والدہ بھی مشایخ دیں کے خاندان کی ایک فرد تھیں - عراق و خراسان کے بعض بادشاہوں نے آپ کو اپنا وزیر بنانا چاہا مگر آپ نے قبول نہ کیا اور تجارت کو اختیار فرمایا - اسی تقریب سے اکثر دیار و امصار کو دیکھا اور ہر جگہ کے علماء اور مشایخ کی صحبتوں سے مستفیض ہوے -

تینتالیس برس کی عمر تھی کہ آپ ایک تاجر کی حیثیت سے دکن پہنچے - شاہ محب الله قدس سرہ اور دیگر مشایخ کا شہرہ سنکر اُن کی ملاقات کے لئے احمد آباد بیدر گئے - اِس اثنا میں خواجہ کے علم و فضل اور اخلاق کا دکن میں شہرہ ہو چکا تھا - بیدر سے واپس

آنا چاہا تو سلطان علاء الدین بہمنی ثانی (سنہ ۸۳۱ ہجری تا سنہ ۸۶۳ ہجری) نے آپ کو روک لیا اور اپنے امرا میں داخل کرلیا -

ہمایوں شاہ (ظالم) بہمنی (سنہ ۸۶۳ تا سنہ ۸۶۵ ہجری) کے عہد میں ملک التجار کا خطاب پایا ' وزیر اور جملۃ الملک کے منصب پر سرفراز ہوے اور بڑی شایستہ خدمتیں انجام دیں - سلطان محمد شاہ بہمنی ثانی (سنہ ۸۶۷ تا سنہ ۸۸۷ ہجری) کے عہد میں خواجۂ جہاں کا خطاب اور منصب امیرالامرائی پایا - بادشاہ نے خلعت خاص عطا فرمایا اور یہ حکم دیا کہ خواجہ کے نام کے ساتھ یہ الفاظ لکھے جایا کریں :—

" مجلس کریم ' سیّد عظیم ' ہمایوں اعظم ' صاحب السیف والقلم ' مخدومِ جہانیاں ' معتمدِ درگاہِ شاہاں - آصفِ جم نشاں - امیرالامراے ملک - نائب الملک - ملک التجار - محمود گاواں المخاطب بہ خواجۂ جہاں " -

خواجہ خلعت و خطاب سے سرفراز ہونے کے بعد فوراً اپنے خزانے کے حجرے میں گئے ' شاہی خلعت اُتار کر فقیرانہ لباس پہنا اور بہت روئے - حجرے سے نکلے تو تمام نقد و جنس و جواہر اور دیگر سامان جو بذریعۂ تجارت و امارت جمع کیا تھا ' احمد آباد بیدر کے علما و فضلا اور سادات میں تقسیم کردیا - کتابیں اور ہاتھی گھوڑے رکھ لئے اور کہا کہ کتابیں طلبا کا حق ہے اور ہاتھی گھوڑے بادشاہ کی ملک ہیں - یہ چند روز کے لئے میرے پاس امانت ہیں -

خواجہ اور ملا جامی میں خط و کتابت رہا کرتی تھی - ملا صاحب نے خواجہ کی مدح میں دو قصیدے لکھے ہیں - جن کے دو دو شعر ہم یہاں درج کرتے ہیں :—

پہلا قصیدہ :— مرحبا اي قاصدِ کلکِ معاني مرحبا

الصّلا کزجان و دل بذل تو کردم الصّلا *

ہم جہانرا خواجہ و ہم فقر را دیباچہ اوست

آیتِ الفقر لاکن تحت استار الغنا *

دوسرا قصیدہ :— جامی اشعار دِلاویز تو جنسے است لطیف

پودش از حسن بود لطفِ معانی تارش *

ہمرۂ قافلۂ ہند رواں کن کہ رسد

شرف و عزِ قبول از ملک التجارش *

خواجہ نے سنہ ۸۷٦ ھ میں ایک عالی شان مدرسہ اور مسجد احمد آباد بیدر میں بنوائی - سامعی نے مدرسے کی حسب ذیل تاریخ کہی :—

ایں مدرسۂ رفیع و محمود بنا

چوں کعبہ شد است قبلۂ اہل صفا *

آثار قبول بیں کہ شد تاریخش

از آیتِ ربّنا تقبّل منا *

سنہ ۸۷٦ ہجری

خواجہ نے سلطان محمد بہمنی کی مدح میں ایک قصیدہ کہا ھے جس کے دو شعر یہ ہیں :—

شد شکل ضرب تیغت بردوش جاں حمائل

ہیکل ز حرز سیفی انگہ ہراس ای دل *

تیغ تو آبِ حیواں مردم ز حسرتِ آں

آرے بہ عہدِ من شد آب حیات قاتل *

خواجہ کی موت کا واقعہ نہایت دَرد ناک ھے - آپ کی روز افزوں ترقی کو دیکھکر اکثر اقران و امثال آپ کے بے سبب دشمن ھوگئے تھے - ظریف الملک دکنی ، مفتاح حبشی اور ملک حسن نظام الملک نے آپ کے قتل کی سازش کی اور اُس حبشی غلام کو جس کے پاس خواجہ کی مُہر رہتی تھی اپنے ساتھ ملالیا - ایک روز اُس کو خوب شراب پلائی اور جب وہ بیہوش ھوگیا تو ایک سفید کاغذ اُس کو دیکر خواجہ کی مہر اُس پر کرالی - پھر اُس کاغذ پر خواجہ کی طرف سے اُڑیسہ کے رائے کے نام خط لکھا ، جس کا مضمون یہ تھا کہ " بادشاہ کی شراب خواری اور ظلموں سے ہم تنگ آگئے ہیں - تمھاری قلیل توجّہ سے

دکن فتح ہوسکتا ھے - تم فوج لیکر یہاں پہنچو - میں بھي تمھاري مدد کرونگا اور اکثر امرا سے مدد دلواؤنگا کیونکه وہ میرے تابعِ فرماں ہیں - بادشاہ کو اِس کے کیفر کردار کو پہنچا کر ہم دونوں آپس میں علي السویّه ملک کو تقسیم کرلینگے" - ظریف الملک دکني اور مفتاح حبشي نے ملک حسن نظام الملک بحري کے سامنے یه تحریر بادشاہ کو دکھائي - بادشاہ نے خواجه کي مُہر پہچان کر فوراً خواجه کو طلب کیا - خواجه نے یه شعر جو اُس زمانے میں وردِ زباں رہتا تھا پڑھا :

چوں شہیدِ عشق در دنیا و عقبیٰ سر خرو است
خوش دمے باشد که مارا کشته زیں میداں برند *

اور کہا که جو ڈاڑھي همایوں شاہ کي خدمت میں سفید هوي ھے اگر اُس کے بیٹے کے هاتھ سے سرخ هو تو سرخروئي کا باعث هوگا - قسمت کا لکھا ٹل نہیں سکتا -

خواجه جب بادشاہ کے سامنے آئے تو اُس نے پوچھا که " اگر کوئي شخص اپنے ولي نعمت سے نمک حرامي کرے اور اُس کا ثبوت بھي مل جائے تو اُس شخص کي کیا سزا ھے ؟" یہاں تو حساب پاک تھا - خواجه نے بے ساخته کہا که " جس بدبخت سے ایسي حرکت سرزد هو اُس کي گردن ماردیني چاهئے " بادشاہ نے وہ خط خواجه کو دکھایا - خواجه حیران رہ گئے اور قرآن مجید کے یه الفاظ کہے که " سبحانک ہذا بہتان عظیم " پھر کہا که " مُہر تو بلاشبه میري ھے مگر تحریر میري نہیں " - بادشاہ ایک تو شراب میں مست تھا دوسرے غصّے کا بھوت اُس پر سوار تھا ' بغیر مزید تحقیقات کے جوهر نامي حبشي کو خواجه کي گردن مارنے کا حکم دیکر حرم سرا کي طرف چلا گیا - خواجه نے به آواز بلند کہا که " مجھ جیسے بوڑھے کا قتل تو آسان ھے مگر میرا خون ناحق رنگ لائیگا اور تمھاري رسوائي اور خرابي کا باعث ہوگا " بادشاہ نے کوئي جواب نہیں دیا اور حرم سرا میں داخل ہوگیا - تاریخ شاہد ھے که وهي هوا جو خواجه نے کہا تھا - جوہر حبشي تلوار لئے هوے

موجود تھا - وہ آگے بڑھا تو خواجہ دو زانو ہوکر قبلہ رو ہو بیٹھے اور کلمۂ طیبہ پڑھنے لگے - جب تلوار کی ضرب پڑي تو خواجہ نے کہا " الحمد للہ علي الشہادۃ " اور جاں آفریں کو جان دیدي -

شہادت کے وقت خواجہ کا سن انہتر برس کا تھا - یہ واقعۂ ہائلہ ٥ صفر سنہ ۸۸٦ ہجري کو ہوا - ملا عبد الکریم ہمداني صاحبِ محمود شاہي نے جو خواجہ کے شاگرد تھے' یہ قطعۂ تاریخ شہادت کہا :—

شہید بے گنہ مخدوم مطلق
که عالم را ز جودش بود رونق *
اگر خواهي تو تاریخ وفاتش
فرو خواں قصۂ قتلِ بناحق *
سنہ ۸۸٦ ہجري

ایک اور تاریخ یہ ہے :—

سالِ فوتش گر کسے پرسد بگو
بے گنہ محمود گاواں شد شہید *
سنہ ۸۸٦ ہجري

یوسف

یوسف تخلص - یوسف عادل خاں نام - ابو ظفر لقب - فرزند سلطان مراد - وطن ملک روم - سالِ ولادت سنہ ۸٤۱ ہجري -

سنہ ۸٥٤ ہجري میں اِن کے والد نے رحلت کي اور اُن کے بڑے بھائي سلطان محمد سربر آرائے ملک روم ہوئے تو ارکان دولت کي تحریک سے تمام خاندان کے افراد کے قتل کا حکم دیا جس میں یوسف بھي شامل تھے - سلطان محمد کي والدہ کو اپنے چھوٹے بیٹے یوسف بہت عزیز تھے - اُنھوں نے اِن کي جان بچانے کي یہ تدبیر کي کہ خواجہ عماد الدین محمود گرجستاني' تاجر ساوہ سے ساز باز کرکے یوسف کو اُس کے غلاموں میں داخل کردیا اور اُس سے چند غلام خرید کر اُن میں سے ایک کو جو یوسف سے مشابہ تھا قتل کرا دیا - قدرتِ الٰہي کے

کھیل کہ ایک بے گناہ تو قتل ہوگیا اور یوسف کو ایک سلطنت کا حکم راں بنانے کے لئے بچا لیا گیا - خواجہ عماد الدین یوسف کو اپنے قافلے میں لیکر بغداد شریف روانہ ہوا - وہاں سے اپنے وطن ساوہ میں پہنچا اور یوسف کی پرورش اپنے بیٹے کے ساتھ کرنے لگا اور اُس کی خوب تعلیم و تربیت کی -

رفتہ رفتہ یہ راز طشت ازبام ہوگیا کہ یوسف زندہ ہے - اتفاقاً اِسی زمانے میں یوسف اور حاکم ساوہ کے متعلقین میں سے ایک سے کچھ جھگڑا ہوگیا - یوسف کو اپنی جان کا خطرہ ہوا تو وہ ساوہ کو چھوڑکر سیر و سیاحت کے لئے نکل گئے - کچھ دنوں کے بعد ساوہ واپس جانے کا قصد کیا - ایک رات خواب میں حضرت خضر (علی نبینا و علیہ السلام) نے اُن کو دولت و عظمت کی بشارت دی اور ہندوستان کی طرف جانے کی ہدایت کی - اُس کے موافق وہ عازم ہند ہوے اور اپنے محسن خواجہ عماد الدین کی معیت میں احمد آباد بیدر پہنچے -

خواجہ عماد الدین اور خواجہ محمود گاواں ایک مدت کے دوست تھے - یوسف کے اصرار پر خواجہ محمود گاواں کی وساطت سے نظام شاہ بہمنی (سنہ ۸۶٥ ہجری تا سنہ ۸٦۷ ہجری) کے ہاتھ اِن کو فروخت کردیا - خواجہ محمود گاواں نے اُن کے صفات سن کر اور صورت شکل دیکھکر اُن کو اپنا متبنی بنالیا اور خواجہ کی توجہ سے یوسف ایک قلیل عرصے میں ترقی کے بڑے مدارج طی کرکے چند ہی روز میں امرائے ہزاری کے رتبے پر پہنچ گئے -

یوسف پر سلاطین بہمنیہ کی فوج جان دیتی تھی اور اُنکے اخلاق نے اکثر مغل اور ترک امرا کو اُن کا گرویدہ کر رکھا تھا - سلطان محمد شاہ بہمنی (سنہ ۸٦۷ ہجری تا سنہ ۸۸۷ ہجری) نے انتقال کیا تو سب نے بالاتفاق یوسف کو منصبِ شاہی کے لئے انتخاب کیا - چنانچہ انہیں کے سر پر تاج رکھا گیا اور وہ بہ خطابِ عادل شاہ تخت دکن پر جلوہ گر ہوے - یہی خاندانِ عادل شاہی کے بانی ہوے - اِنہوں نے سنہ ۸۹۵ ھ میں بیجاپور کو اپنا دارالسلطنت بنایا اور سنہ ۹۱٦ ہجری تک حکمرانی

کرتے رهے - وه اِس زمانهٔ عروج میں بهی اپني غریبي نهیں بهولے اور ساوه میں بیس هزار روپیه بهیجکر ایک مسجد بنوائي جو "مسجدِ غریباں" کے نام سے مشهور هوي - یوسف عادل شاه نهایت حسین شخص تها - بڑهاپے میں بهي اس کو دیکهنے کے لئے دور دور سے لوگ بیجاپور آیا کرتے تهے - بڑا عالم و فاضل اور عالموں کا قدرداں تها - علم عروض و قافیه اور موسیقي میں کمال حاصل تها - خطّاط بهي بهت اچها تها - جوانمردي و عدل و انصاف میں دور و نزدیک مشهور تها - خود سني المذهب تها - مگر اتنا غیر متعصّب که مذهب شیعه کو اپني سلطنت میں رواج دیا - شاعر تها اور شاعرنواز - اُس کے اشعار کا نمونه یه هے :—

تا بارِ غم عشق کشد قافلهٔ * گلها شگفد هر طرف از مرحلهٔ
با آنکه بجاں باتو نکردیم بخیلي * پیشِ دگراں بهرچه کردي گلهٔ
ما مسئلهٔ فقه ندانیم چه یوسف * آساں شده از عشقِ بتاں مسئلهٔ

گروارسي به دردِ دلِ ناتوانِ من
کے مي رسد بمرگِ کساں رشک جانِ من *
با آنکه صدر هم بجفا آزمودهٔ
تیغے کشیدهٔ ز پئے امتحانِ من *
اي گل رسیده است بگوشِ تو قصه ام
بلبل نخواند وقتِ سحر داستانِ من *
گویا که بلبلانِ چمن نقل کرده اند
حرفے ز بے وفائي گل از زبانِ من *
یوسف به زاريِ دل من گوش کس نکرد
کو بخت آں که گوش کند داستانِ من *

اکیس برس تک بڑے اقبال و کامراني سے سلطنت کي - آخر سنه ۹۱۶ هجري میں پیغامِ اجل آپهنچا - ۷۵ سال کي عمر میں داعي اجل کو لبّیک کہا - تاریخ وفات یه هے :—

بگفتا - نمانده شهنشاهِ عادل
سنه ۱۱۶ هجري

شہیدي

شہیدي تخلص - مرزا شہید نام - سال ولادت کا پتہ نہ چلا - عالِم متبحر اوٗر شاعرِ گرامي پایہ تھے - کسي شاعر کو اپنا ہمسر نہیں سمجھتے تھے - سلطان یعقوب فرماں رواے تبریز کے مقرّب اوٗر مصاحب تھے - بادشاہ کي طرف سے خطاب ملک الشعرائي سے سرفراز ہوے - معاصرین اِن کے جاہ و جلال کو دیکھکر حسد رکھتے تھے - مگر بادشاہ کي نظرِ لطف و کرم کي وجہ سے نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے - جب اِن کے مربّي بادشاہ کا انتقال ہوگیا تو اُنھیں بھي تبریز کا قیام دشوار ہوگیا - مجبوراً سفر اختیار کیا - وطن سے نکلکر گجرات پہُنچے - وہاں بھي دال گلتي نہ دیکھي تو سلطان اسمٰعیل عادل شاہ (سنہ ۹۱۶ تا سنہ ۹۴۱ ھ) کے عہدِ حکومت میں بیجاپور کا رخ کیا - چونکہ بادشاہ خود شاعر اوٗر اہلِ علم کا خواہاں تھا، اِس لئے یہ بادشاہ کے مقرّب ہوگئے اوٗر بڑي قدر ہوي -

قلعۂ احمد آباد بیدر فتح ہوا تو بادشاہ نے زر و جواہر سمیت تمام چیزیں جو کروروں روپئے کي مالیت کي تھیں مقربین دربار اوٗر مستحقین کو تقسیم کردیں - شہیدي سے بھي کہا کہ " خزانے میں جاکر جس قدر مال اُتھا سکتے ہو لے لو " انہوں نے عرض کیا کہ " جب میں گجرات سے یہاں آیا تو خوب قوي تھا، اب ضعیف ہوگیا ہوں طاقت برداشت زیادہ نہیں - کچھ روز مہلت ملي تو مجھ میں طاقت آجائیگي، جب حکم کي تعمیل کرونگا " - بادشاہ نے مسکراکر فرمایا :—

کہ آفت ہاست در تاخیر و طالب رازیاں دارد

اوٗر یہ اجازت دي کہ اچھا ایک مرتبہ نہیں دو دفعہ خزانے سے جتنا اُتھا سکو اُتھالو - شہیدي نے حکم کي تعمیل کي اوٗر دو دفعہ میں تقریباً پچیس ہزار ہون طلائي لے آئے - خازن نے بادشاہ کو اس کي اطلاع دي تو بادشاہ نے ہنسکر فرمایا کہ " شہیدي سچ کہتے تھے کہ اُن کي قوت بہت کم ہوگئي ہے "-

شہیدي نے ایک دیوان کئي ہزار شعر کا چھوڑا هے - نمونۂ کلام ذیل میں درج هے :—

از سرِ کویت شہیدي را مران ' خونش مریز
دوست را بگذار تا شرمندۂ دشمن شود *

چو ابر من بہواے تو از جہاں رفتم
گلے نچیدم و گریاں ز گلستاں رفتم *

رقیب از آتشِ ہجرش منِ مہجور مي سوزم
نمي سوزي تو از نزدیک و من از دور مي سوزم *

بہ بے درداں نشیني کے فتد بر مانگہہ از دور
نہ قدرِ حسن مي داني نہ دردِ عشق آہ از تو *

قریب ایک سو سال کي عمر پاکر سنہ ۹۳۶ ہجري میں انتقال کیا اور بیجاپور ہي میں سپرد خاک ہوے -

شاہ طاهر الحسیني

طاہر تخلص - طاہر الحسیني نام - شاہ لقب - موضع خوند وطن - سال ولادت کا پتہ نہ چلا -

سادات خوند میں سے تھے - خوند ایک موضع هے ' جو گیلان کي سرحد پر قزوین کے علاقے میں واقع هے - علوم ظاہري و باطني سے آراستہ تھے - اپنے باپ کے بعد سجّادہ نشین ہوے - شاہ اسمٰعیل صفوي بادشاہِ ایران کے عہد میں پہلے کاشان میں مُدرسي کي خدمت پر مامور ہوے -

چونکہ اِن کے معتقدین بہت کثرت سے تھے ' اِس لئے بعض لوگ اِن سے حسد کرنے لگے - اؤر شکایتوں کے علاوہ یہ بات بھي بادشاہ کے گوش گذار کي گئي کہ شاہ طاہر بد مذہب ہیں ' اِس پر بادشاہ نے اِن کے قتل کا حکم صادر کردیا -

شاہ طاہر کو خفیہ طور پر اِس کا علم ہوا تو اپنے اہل و عیال کے ساتھ چھپ کر ہندوستان روانہ ہو گئے - کچھ روز بیجاپور میں قیام کیا - پھر حرمین شریفین (زاد ہما اللہ شرفاً) اور دیگر مقاماتِ مقدسہ اور عتباتِ عالیات کی زیارتوں سے مشرف ہو کر ہندوستان واپس آئے - جب مقام پریندہ میں پہنچے تو خواجۂ جہاں دکنی نے، جو امرائے بہمنیہ سے تھے، شاہ طاہر کی بڑی خاطر داری کی اور اپنے یہاں مہمان رکھا - آخر سنہ ۹۳۸ ہجری میں بُرہان نظام شاہِ اول فرمانروائے احمد نگر (سنہ ۹۱۴ تا سنہ ۹۶۱ ہجری) کی طلب پر احمد نگر گئے - بادشاہ اِن سے تواضع کے ساتھ پیش آیا اور بہت قدر افزائی فرمائی - برہان نظام شاہ سنی المذہب تھا - شاہ طاہر کی ترغیب سے مذہب امامیہ اختیار کیا -

شاہ طاہر علم و عمل زہد و تقویٰ اور اخلاق حمیدہ سے مُتّصف تھے، بہت سی کتابیں اُن کی تصنیف سے ہیں - مصنّفِ تاریخ فرشتہ مثنوی گلشن راز کو جو تصوف میں ہے، اِنھیں کی تصنیف بتاتا ہے - لیکن تذکرۂ نتائج الافکار، شیخ محمود کو اس کا مصنف کہتا ہے -

شاہ طاہر بڑے پایے کے شاعر تھے - عربی اور فارسی دونوں میں شعر کہتے تھے - اِن کا کلّیاتِ نظم قصائد و غزلیات و رباعیات کا مجموعہ ہے - فارسی کلام کا یہ نمونہ ہے :—

جلوۂ زلفِ شاہدے بُرد دلِ رمیدہ را
پَے بہ کجا برد کسے مرغ بہ شب پریدہ را *

وہ چہ شود اگر شبے بر لبِ من نہی لبے
تا بہ لبِ تو بسپرم جانِ بلب رسیدہ را *

در غمِ او لذّتِ عشق از دلِ ناشاد رفت
خو بغم کردیم چندانے کہ عیش از یاد رفت *

بیروں میا کہ شہرۂ ایّام می شوی
ما کشتۂ می شدیم تو بدنام می شوی *

رباعیات

ماٸیم کہ ہرگز دمِ بے غم نہ زدیم
خوردیم بسے خونِ دل و دم نزدیم *
بے شعلۂ آہ لب زہم فکشودیم
بے قطرۂ اشک چشم برھم نہ زدیم *

گر کسبِ کمال می کنی می گزرد
ور فکرِ محال می کنی می گزرد *
دنیا ہمہ سر بسر خیال است محال
ہر نوع خیال می کنی می گزرد *

شاہ طاہر نے سنہ ۹۵۲ ہجری میں انتقال کیا - پہلے لاش امانۃً احمد نگر میں دفن کیگٸی - چند ماہ کے بعد ہڈیاں کربلاے معلی کو بھیجدی گٸیں اوڑ وھاں مشھدِ سیّدنا حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے قریب دفن کردی گٸیں -

صفی

صفی تخلص - شیخ محمّد نام - شیراز مولد - سالِ ولادت معلوم نہوسکا - صاحب علم و فن اوڑ شاعرِ شیریں سخن تھے - خوش خلقی اوڑ بذلہ سنجی میں بہت مشہور تھے - علمِ ریاضی میں خاص مہارت تھی -

سلطان محمّد قلی قطب شاہ والی گولکنڈہ (سنہ ۹۸۹ تا سنہ ۱۰۳۰ ھ) کے عہد میں دکن پہنچ کر شاہی ملازمین کے زمرے میں منسلک ھوے - دفترِ محاسبی میں میر منشی کے عہدے پر تقرر ھوا -

چند اشعار ملاحظہ ھوں :—

رخسارِ تو مصحفے است بے سہو و غلط
دَش کاکِ قضا نوشت از مشک نقط *

چشم و دهنت آیه و وقف ابرو مد
٢ ٣ ٢ ٣ ۴ ۴

مژگان اعراب و خال و خط حرف و نقط *
۵ ۵ ٦ ٧ ٧ ٦

سنہ ۹۷۴ هجري میں اِس جہانِ فاني سے کوچ کیا - بمقام حیدرآباد میر مؤمن کے دایرے * میں مدفون ہوے -

رضائي

رضائي تخلص - ملّا محمّد نام - مشہد وطن - سال ولادت کا پتہ نہ چلا -

ابو المظفر علي عادل شاہ (سنہ ۹٥٦ تا سنہ ۹۸۸ هجري) فرمانرواے بیجاپور کے عہد کے شاعر تھے - اِس سے زیادہ اِن کے کچھ اوٗر حالات معلوم نہو سکے -

سنہ ۹۸۸ هجري میں جب ایک خواجہ سرانے بادشاہ کو شہید کیا تو رضائي نے قطعۂ تاریخ کہا - یہي اِن کا نمونۂ کلام هے :—

آہ کہ دستِ اجل در چمنِ عدل و داد
نخلِ فتوّت بکند شاخِ مروّت درید *

بر فلکِ خسروي گشت ازیں ماجرا
مہرِ کرم مختفي، ماہِ سخا نا پدید *

خسروِ عادل لقب، شاہِ علي نام آنکہ
ظلم بدورانِ او کس نشنید و ندید *

وقتِ وداعِ جہاں تا نہ رود تلخ کام
از کفِ ساقي دہر شہدِ شہادت چشید *

---

* میر مومن نے جن کا حال آگے آتا هے، چند بیگہ زمین افتادہ حیدرآباد مین خریدکر اسکو صاف اور هموار کرایا - پھر لاکھون روپیہ خرچ کرکے کربلاے معلی کی خاک چند جہازون مین بار کرکے منگوائی اور اس میدان کو قد آدم کھدواکر مٹی نکلوادی اور اس مین یہ خاکِ پاک بھرواکر اُس قطعے کا نام " میر کا دایرہ " رکھا اور اُس کو شیعہ و سنی کے دفن کے لئے وقف کردیا - اس دائرے کا ذکر آیندہ اکثر آئیگا -

منشیِ دورانِ غیب از پئ تاریخ آں
بر سرِ دوراں نوشت شاہِ جہاں شد شہید *
سنہ ۹۸۸ ھجری

اس سے معلوم ھوتا ھے کہ رضائي سنہ ۹۸۸ ھجري تک زندہ تھے - اِس کے آگے نہ اِن کے حالات نہ اِن کے انتقال کي تاریخ اور مدفن کا پتہ چلتا ھے -

فرح

فرح تخلص - فرح اللہ نام - شوستر وطن - سال ولادت معلوم نہو سکا -

محمّد قلي قطب شاہ فرمانروائے حیدرآباد دکن کے زمانے میں حیدرآباد آئے - اگرچہ صاحب تذکرۂ محبوب الزمن نے اُن کا حیدرآباد آنا سلطان عبد اللہ قطب شاہ کے زمانے میں لکھا ھے ' لیکن سلطانِ مذکور سنہ ۱۰۳۵ ھ میں تخت نشین ہوا ھے اور فرح نے سنہ ۱۰۱۰ ھجري میں وفات پائي - اس لئے فرح غالباً محمّد قلي قطب شاہ کے زمانے میں آئے ھونگے ' جس نے سنہ ۹۸۹ سے سنہ ۱۰۲۰ ھجري تک حکمراني کي تھي - ہم نے اِسي سال اور اِسي بادشاہ کے عہد کو صحیح تسلیم کیا ھے - بہرحال بادشاہ کي توجّہ نے اُنھیں دولت و ثروت سے مالا مال کردیا *

بلند پایہ اور شیریں زباں شاعر تھے - عربي میں بھي شعر کہتے تھے - مرزا صائب نے اپني ایک غزل کے مقطع میں اِن کي نسبت یہ خیال ظاہر کیا ھے :-

ہمیں ز خاکِ فرح کامراں نشد صائب
کہ فیض ہم بظھوري ازیں جناب رسید *

چار ہزار شعر کا ایک دیوان چھوڑا ' جس کے چند اشعار یہ ہیں :-

در ہواے بادۂ گلرنگ بے تا بیم ما
سالہا شد کز ہوا دارانِ ابر آبیم ما *

از رہ ببانگ ہرزہ درایاں نمي روم
کے میدہد فریب صداے جرس مرا *

مغاں که دانۂ انگور آب مي سازند
ستاره مي شکنند آفتاب مي سازند *

ذرّه از بالا روي خورشيدِ تاباں کے شود
مور گر بر تخت بنشیند سلیماں کے شود *

سنه ۱۰۱۰ ہجري میں اِس جہانِ فاني سے رحلت کي - مدفن معلوم نہیں -

وحشي

وحشي تخلص - کاشان وطن - نام اؤر سالِ ولادت معلوم نہوسکا - وطن چھوڑکر ہندوستان کا رخ کیا - مختلف شہروں کي سیاحت کرتے ھوے سلطان عبد الله قطب شاہ (سنه ۱۰۳۵ تا سنه ۱۰۸۳ ہجري) کے عہد میں گولکنڈہ پہنچے - بادشاہ نے اِن کي اچھي قدر کي - وحشي نے اِنھیں کے سایۂ عاطفت میں زندگي بسر کي -

عالم و فاضل اؤر نامور شاعر تھے - فن شعر میں مولانا محتشم کاشي سے تلمذ تھا - سنه ۹۹۹ ہجري میں شیراز میں تھے اؤر وھیں اُن کي غزل گوئي کي شہرت ہوچکي تھي - عمر بھر سواے غزل کے کچھ نہیں کہا - کلام میں رنگیني اؤر شیریني تھي -

من اشعارہ :—

ندارد آسماں ہم در خورِ امیدِ من کامے
ازاں ہرگز ندیدم بر مرادِ خویش دوراں را *

گر سرشکِ آتشیں ریزد دلِ من دور نیست
شعله نتواند نگه دارد شرارِ خویش را *

از شوقِ سوختن دلِ من در ہوا گرفت
باغے که چرخ نام زد و جانِ لاله کرد *

گشتم چناں ضعیف که در گلشنِ وصال
ہر دم مرا نسیم بسوي دگر بَرد *

تا چشمِ نیم مستِ تُرا دید روزگار
خدنگ سیه به کاسۀ چشمِ غزاله کرد *

شب گزاري به دلِ بے خور و خوابم کردي
آنقدر گرم بکشتي که کبابم کردي

سنه ۱۰۱۳ ہجري میں بمقامِ گولکنده انتقال کیا - مؤلف 'محبوب الزمن' نے لکھا هے که وحشي سلطان عبد الله قطب شاه کے زمانے میں دکن پہنچے اور سنه ۱۰۱۳ ہجري میں وفات پائي - لیکن سلطانِ مذکور سنه ۱۰۳۵ ہجري میں تخت پر بیٹھے تھے - معلوم هوتا هے که وحشي سلطانِ عبد الله کے پیشرو کے عہد میں دکن آئے هونگے یا سنه ۱۰۱۳ ہجري کے بعد اُنهوں نے انتقال کیا -

ارسلان

ارسلاں تخلص - قاسم نام - مشهد وطن - والد کا نام اور سال ولادت معلوم نهو سکا -

شہنشاهِ ہند اکبر (سنه ۹۶۳ تا سنه ۱۰۱۴ ہجري) کے عہدِ دولت میں وطن سے ہندوستان پہنچے' چند روز ملازمینِ شاہي کے زمرے میں رهے - پھر احمد آباد گجرات گئے - کچھ روز وهاں مقیم رهکر دکن کي طرف رخ کیا - پہلے احمد نگر گئے' وهاں سے بیجاپور' پھر گولکنده گئے اور وهاں سے احمد نگر کو مراجعت کي - ہر ملک کے فرماں روائوں نے بڑي قدر افزائي کي اور انعام واکرام سے مالا مال کردیا -

صحیح النسب سیّد تھے - علم و فن میں یکتا اور شاعرِ بے نظیر تھے - تاریخ گوئي اور خطاطي میں خاص شہرت رکھتے تھے -

من اشعاره :—

آهِ دلم گر اثرے داشتے * شامِ امیدم سحرے داشتے
گرد سرت گشتے و کردے طواف * کعبه اگر بال و پرے داشتے

سنه ۱۰۱۵ ہجري میں سفرِ آخرت پیش آیا اور وهیں مدفون هوے -

فاني

فاني تخلص - خواجه احمد نام - دہدار علاقۂ شیراز وطن - صحیح سال ولادت معلوم نہوسکا - کہا جاتا ھے کہ انہوں نے سنہ ١٠١٦ ھجري میں بعمر ٦٩ سال رحلت کي - اِس حساب سے سنہ ٩٤٧ ہجري میں پیدا ھوے ھونگے -

حصولِ علم کے بعد ہي فایزِ دکن ھوے - علي عادل شاہ (سنہ ٩٦٥ تا سنہ ٩٨٨ ہجري) والي بیجاپور کے ملازمین میں داخل ھوے اور رفتہ رفتہ بادشاہ کے مقرّب اور مصاحبِ خاص ھوگئے - اپنے استاد شاہ فتح اللہ کي تعریف کرکے بادشاہ کو اُن کي ملاقات کا شوق دلایا - چنانچہ ایک گراں قدر رقم بھیج کر شاہ صاحبِ موصوف دکن طلب کئے گئے - مصنفِ تاریخ بیجاپور نے اندازہ لگایا ھے کہ اِن کے آنے میں چالیس ہزارھون صرف ھوے - آخر علي عادل شاہ کي رحلت کے بعد شاہ فتح اللہ کو شہنشاہِ اکبر نے اپنے پاس بُلالیا -

فاني بڑے عالم و فاضل صوفي مشرب تھے - علومِ عقلي و نقلي میں ماہر تھے - اُنھوں نے بیجاپور کو چھوڑا اور احمد نگر جاکر برہان نظام شاہِ ثاني (سنہ ٩٩٨ تا سنہ ١٠٠٣ ہجري) کے ناظرِ سلطنت ھوگئے - بقیة العمر یہیں بسر کي - آخري عمر میں گوشہ نشین ھوگئے تھے -

'نفحات الانس' پر حواشي اور شرح لکھي - 'گلشن راز' اِن ہي کي تصنیف بتائي جاتي ھے - مگر اِس کے مصنف کے متعلق اختلاف ھے - تاریخ فرشتہ میں شاہ طاہر کو 'تذکرۂ نتائج الافکار میں شیخ محمود شبستري کو اور تذکرۂ محبوب الزمن میں فاني کو اِس کا مصنف بتایا گیا ھے -

فاني صاحب دیوان تھے - اِن کے کلام کا نمونہ یہ ھے :-

یک جرعہ کہ از حریفِ مستت برسد
بس چاشنيِ دمِ الستت برسد *

این جام نهادہ اند بر طاقِ بلند
پا بر سرِ خویش نہ کہ دستت برسد *

٦٩ سال کي عمر میں سنہ ١٠١٦ ہجري میں وفات پائي -
' خدا شناس ' سے سالِ رحلت نکلتا ھے -
١٠١٦ ھ

حیاتي

حیاتي تخلص - مرزا حیاتي نام - کاشان وطن - سالِ پیدایش معلوم نہوسکا - ابتدا میں سقائي تخلص کرتے تھے اور الحاد و زندقہ مشرب تھا - ایک زمانۂ دراز تک ملاحدہ کے ہم نوالہ و ہم پیالہ رھے - ایک مرتبہ اہلِ کاشان نے تنگ آکر اِس فرقے کے ایک گروہ کو شاہِ طہماسپ صفوي کے حضور میں پیش کیا - اِن ہي میں سقائي (حیاتي) بھي تھے - بادشاہ نے سب کو قید کرنے کا حکم دیا - سقائي بھي قید ھوے - دو سال کے بعد رہا ھوکر شیراز گئے اور وھاں دو سال مقیم رھے - سنہ ٩٨٦ ہجري میں اپنے وطن کاشان کي طرف مراجعت کي - وھاں ہدایت دستگیر ھوي ' توبہ کرکے دینِ نبوي کي پیروي اختیار کي - کچھ روز کے بعد سیاحتاً دکن آئے اور احمد نگر میں نظام شاہ بحري کے ملازم ھوگئے -

شہنشاہِ جہانگیر (سنہ ١٠١٤ تا سنہ ١٠٣٦ ہجري) نے اپنے کسي مقرب سے حیاتي کي تعریف سني ' اُن کو بلواکر مراحِم خسروانہ سے سرفراز فرمایا - سنہ ١٠١٩ ہجري میں مثنوي تغلق نامہ مصنفۂ حضرت امیرِ خسرو ' بادشاہ کي نظر سے گزري اور بہت پسند آئي ' مگر اِس کا ایک حصہ گم ھو چکا تھا - بادشاہ نے تمام شعراے دربار کو حکم دیا کہ اِس کو مکمّل کریں - سب کي تحریریں پیش ھوئیں تو حیاتي کي نظم پسندِ خاطرِ اقدس ھوي - حکم دیا کہ حیاتي کو چاندي سونے میں تولا جائے - چھ تھیلیاں اشرفي اور روپیوں سے بھري ھوي حیاتي کي

ہم وزن نکلیں - جو اِن کو عطا فرمادي گئیں - سعیدائے گیلاني نے ' شاعر سنجیدۂ شاہي ' اسي واقعے کي تاریخ کہي -
۱۰۱۹ ہجري

من اشعارہ :—

در دلِ من درد افزودي و میگوئي منال
آتشے در جانم افگندي و مي گوئي مسوز *

خاکِ کوے تو ز سیلِ مژہ پرنم کردیم
تا غبارے بتو از رہ گزرِ مانرسد *

در بلاي عاشقي دل یاريِ من مي کند
جاں فداي او کہ جانب داريِ من مي کند *

مي نمایم شاد خود را گرچہ مي میرم ز جور
تا نیاید رحم در خاطر جفا کارِ مرا *

بہرِ شوخِ کو نداند دوستي در اصل چیست
خلق را با خود حیاتي از چہ دشمن کردۂ *

بے لعل تو گر خوں رود از چشمِ ترِ من
شادم کہ نیاید دگرے در نظرِ من *

حیاتي کي تاریخ انتقال یا مدفن معلوم نہیں - یہ ظاہر ھے کہ سنہ ۱۰۱۹ ہجري تک زندہ تھے - کیونکہ اِسي سال وہ چاندي سونے میں تولے گئے تھے - اِسي لئے ہم نے اِن کا حال فرح (المتوفي سنہ ۱۰۱۰ ہجري) کے بعد لکھا ھے -

سنجر

سنجر تخلص - مرزا سنجر نام - فرزندِ میر حیدر معمائي - کاشان وطن - سال ولادت معلوم نہوسکا - شاعرِ فصیح و بلیغ تھے - پہلے اکبر اور امراے اکبري کے مداح رھے - پھر ابراھیم عادل شاہ کي خدمت

میں پہنچ کر ایک طویل قصیدہ پیش کیا - اِس کے صلے میں بادشاہ نے خلعتِ خاص اوٗر زمرّد کي بیش بہا انگوٹھي عطا فرمائي -

من اشعارہ :—

مرا کجاست پر و بالِ قربِ شعلۂ حسن
ہمیں بس است کہ پروانہ ام سپند ترا *

ہمیں ترانۂ حسرت ز تار مي آید
کہ بزم بے مئِ رنگیں چہ کار مي آید *

اگرچہ کار تو غیر از جفا نمي باشد
وظیفۂ دلِ ما جز دعا نمي باشد *

ما خود ز آرزو بشہادت رسیدہ ایم
خوباں صواب نیست کہ فکرِ دیّت کنند *

بہ پیرِ کم شدہ فرزند گو کہ گفت ترا
کہ اعتماد بہمراہيِ برادر کن *

ظہوري

ظہوري تخلص - ملّا محمّد طاہر نام - نور الدین لقب - ترشیز واقعِ مُلکِ ایران مولد و منشا - سال تولد معلوم نہو سکا -

مفلوک الحال والدین کے فرزند تھے - کچھ پیٹ کي مجبوري' کچھ آب و دانہ کي کشش نے بیجاپور پہنچایا - حکیم الحکماء مرزا محمد یوسف کے مہمان ہوے اوٗر اِن ہي کي وساطت سے ابراہیم عادل شاہ تک رسائي ہوي *

نثر میں 'مینا بازار' اوٗر 'سہ نثر ظہوري' اِن دونوں کي شہرۂ آفاق تصانیف ہیں - آخر الاسم کتاب بادشاہ کي تعریف میں ھے - زبردست فاضل اوٗر اعلیٰ پایہ کے نثّار و ناظم تھے - فنِ شعر میں ملا یزدي کے شاگرد تھے - برہان نظام شاہ (سنہ ۹۹۸ تا سنہ ۱۰۰۳ ہجري) واليِ احمد نگر کے

نام پر ساقي نامه لکھا - جس کے صلے میں بادشاہ نے کئي ھاتھي ' جن پر نقد و جنس بار تھا ' ظہوري کو عطا فرمائے - کہتے ہیں کہ جس وقت یہ عطیۂ سلطاني پہنچا تو مُلّا ایک قہوہ خانے میں بیٹھے ھوے ملے - لانے والوں نے رسید مانگي - ظہوري نے پرزۂ کاغذ پر یہ الفاظ لکھکر حوالے کردئے :—

" تسلیم کردند - تسلیم کردم -"

ہر چند کہ ظہوري کي نظم و نثر مشہور و مطبوع ھے ' مگر ہم اِن کے چند اشعار دیوان سے انتخاب کرکے ذیل میں لکھتے ہیں :—

چشم را پردۂ خود کردہ بدیدن رفتم
پنبہ در گوش نہادہ بہ شنیدن رفتم *

از دمِ تیغے مگر تن بہ تپیدن دہم
سرمۂ حیرت کشم ' دیدہ بدیدن دہم *

بند نقا بے کشم تیغ و ترنج آورم
یوسف و یعقوب را کف بہ بریدن دہم *

ذوقِ حُسنش بر تماشاي گلِ خسار داشت
گر نمي بُردند زود آئینہ با خود کار داشت *

بجگر تشنگیِ خضر دلم مي سوزد
کہ سرِ چشمۂ تیغے دمِ آبے نکشید *

از ساقي نامہ

بیا ساقي اے خرمنِ گل بیا
تو گل من خزاں دیدہ بلبل بیا *
بہ رویم درِ خندہ بستن چرا
تبسُّم بلب در شکستن چرا *

بیا ساقیا بگذر آن روز را
بده آتشِ معذرت سوز را *
بیا ساقي اي باز خاطر شکار
که خوني است چنگِ عقابِ خمار *
ز گلبن چمن گشته طاؤس دُم
بروں آر خونِ کبوتر ز خُم *
اسیرِ خمارم شرابے کجاست
دلم بر دلم سوخت آبے کجاست *
بکش خنجرِ انتقام از غلاف
سرت گردم اي ساقيِ سینه صاف *
بیا اي نمک پاشِ زخمِ جگر
که بختم ز اشکم بود شور تر *
ببیں تلخيِ عمرِ شیرینِ من
بده ساغرے بگذر از کینِ من *
بیا ساقیا جاں فدا مي کنم
تو دشنام ده من دعا مي کنم *
زلالِ تو تلخي که سر مي زند
رهِ کاروانِ شکر مي زند *
سرت گردم اي مطرب خو برو
که مرغوله گوئي و مرغوله مو *
شدم پایمالِ هجومِ ملال
بدستِ کرم گوش قانوں بمال *
بیک نغمه بنواز گوشِ مرا
ببر مزدِ کالائے هوشِ مرا *

ظہوري وہ صاحبِ کمال تھا کہ اُس کے جوہر کو دیکھکر ملک قمّي نے، جو ابراہیم عادل شاہ کے دربار کے ملک الشعراء تھے، اپني دختر کو اُن سے منسوب کردیا تھا - بقول 'خزانۂ عامرہ' یہ آفتاب کمال سنہ ۱۰۲۵ ہجري میں دکن ہي میں غروب ہو گیا *

ملک قمّي

اِن کا نام اوٗر سال ولادت وغیرہ کچھ معلوم نہوسکے - ایران سے ہندوستان آئے اوٗر سلاطینِ دکن خصوصاً ابراہیم عادل شاہِ ثاني کے دربار میں قسمت نے پہنچا دیا - اِن کي قسمت کا ستارہ اِسي بادشاہ کي عنایتِ خاص سے چمکا - ملک الشعراء کا خطاب بھي اِسي سرکار سے ملا - ملک قمّي ملا ظہوري کے خُسر تھے - اِن دونوں نے ملکر ایک کتاب 'نورس' لکھي اوٗر علي عادل شاہ کو نذر کي - اِس کتاب میں نو ہزار شعر ہیں - بادشاہ نے اِس کے صلے میں نو ہزار ہون انعام دئے -

ابراہیم ثاني

ملک قمي بہت بڑے شاعر تھے - اِن کے بعض اشعار بطور نمونہ یہ ہیں :—

دل و دیں بُردي و صد عربدہ برپا کردي
ہیچ کافر نکند آنچہ توباما کردي *

او بہلاکِ من خوش و من بہ بقاے عمر او
قاعدۂ وفا نگر یار چنان و من چنیں *

ز خونِ خویش ابراں قطرہ مي برم غیرت
کہ گاہِ قتل بدامانِ قاتل افتاد است *

خاریم و در برابرِ آتش نشستہ ایم
مارا اگر رسد مددے از صبا رسد *

دو شینه مهے بودي و امروز ہلالي
آزردنِ یکروزۂ ما خوش اثرے داشت *

سنه ۱۰۲۵ ہجري میں راہي ملکِ بقا ہوے - تاریخ وفات "او سرِاہلِ سخن بود" سے نکلتي ھے -
(۱۰۲۵ ہجري)

کوکبي

کوکبي تخلص - قباد بیگ نام - سال ولادت معلوم نہوسکا - شاہ عباس بادشاہ ایران کے غلام تھے - اِن کے علم و فضل کو دیکھکر بادشاہ نے مدّتوں اپنے سے جدا نہونے دیا - آخر ایران سے دکن آئے - قطب شاہ والي گولکنڈہ کے دربار میں قسمت نے باریاب کیا - بادشاہ نے ازراہِ قدر افزائي اِن کے نام منصب جاري فرمایا - اپني باقي ساري عمر یہیں گزاري -

من اشعارہ :—

ہرچہ ہم رنگ بہ معشوق بود معشوق است
نقصِ عشق است کہ پروانہ بہ مہتاب نسوخت *

با کائنات کردم ازاں دوستي کہ یار
در ہر دلے کہ جلوہ کند در دلِ من است *

سنه ۱۰۳۳ ہجري میں انتقال کیا - میر کے دایرے میں مدفون ہوے -

مؤمن

مؤمن تخلص - میر مؤمن نام - سید شرف الدین سماکي کے فرزند تھے - استر آباد وطن - سال ولادت معلوم نہوسکا -

مشہور ساداتِ استر آباد سے تھے - اپنے ماموں سیّد فخر الدین سماکي سے درسي کتابیں پڑھیں اور علومِ عقلي و نقلي حاصل کئے -

فارغ التحصیل ہونے کے بعد شاہ طہماسپ صفوی کے دربار میں بار پایا ' اور شہزادۂ حیدر سلطان کے استاد مقرر ہوے - شہزادۂ موصوف کے انتقال کے بعد معاصرین کے حسد سے تنگ آکر ایران کو خیرباد کہا اور حرمین شریفین (زادهما الله شرفاً و تعظیماً) کی زیارت کو روانہ ہوے - حج و زیارت سے فارغ ہوکر ہندوستان کی طرف رُخ کیا - محرم سنہ ۹۸۹ ہجری میں بعہدِ سلطان ابراہیم قطب شاہ (سنہ ۹۵۷ تا سنہ ۹۸۹ ہجری) حیدر آباد دکن میں پہنچے - یہاں دربار شاہی تک رسائی ہوی اور منصب مقرّر ہوگیا - اُسی سال بادشاہِ موصوف کا انتقال ہوگیا - اُن کا فرزند سلطان محمّد قلی (سنہ ۹۸۹ تا سنہ ۱۰۲۰ ہجری) جانشین ہوا - اِس بادشاہ نے مؤمن کو قلمدانِ وزارت سپرد کیا - میر مؤمن نے ملک کا ایسا اچّھا انتظام کیا کہ رعایا آرام و اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگی - تھوڑے ہی دنوں میں وہ اپنی سیادت ' تبحّر علم ' زہد و تقویٰ ' عدل و انصاف اور اخلاقِ حمیدہ سے ہر دل عزیز ہوگئے - ہزاروں علماء و فضلاء دکن میں اِن کی سفارش سے عہدہ ہاے جلیلہ پر سرفراز ہوے - میر کا دائرہ (جس کی تفصیل صفی کے ذکر میں ہوچکی ہے) اِن کی نیکی اور فیّاضی کی ایک مثال ہے -

میر مؤمن کو جفر اور نجوم اور عملیات میں بھی مہارت تھی - شاعر بھی اچھے پایے کے تھے - اِن کا دیوان اصنافِ سخن پر مشتمل ہے - کلام صاف و شُستہ ہوتا تھا - نمونہ یہ ہے :—

شادمانی است بندۂ غمِ ما * عالمِ دیگر است عالمِ ما
حبّذا عشق و رستخیزِ بلا * ای خوشا روزگارِ درهمِ ما
شُکرِ دردِ تو چوں کنیم کہ ہست * داغِ بالاے داغِ مرهمِ ما
شاہِ اِقلیمِ درد و غم مائیم * ملکِ ہجراں سوادِ اعظمِ ما
سایۂ عشق کم مباد کزو * سور شد داغ دار ماتمِ ما
نمکِ آں دودیدہ خوش نمک است * کم ز کوثر مگیر زمزمِ ما

ید بیضاے وصل کو کہ فراق * گشتہ ثعبان آتشِ دمِ ما
صرف ای ہم نشیں مگو با ما * روز وصل از زبانِ ابکم ما
غمگساری مجو ازومومن * غمِ ما از کجا و مرہمِ ما

میر مومن نے عمر طویل پائی - سنہ ۱۰۳۴ ہجری میں سلطان محمد قطب شاہ (سنہ ۱۰۲۰ تا سنہ ۱۰۳۵ ہجری) کے زمانے میں بمقامِ حیدر آباد انتقال ہوا اور اپنے ہی دائرے (میر کا دایرہ) میں مدفون ہوے - قبر پر بادشاہ کی طرف سے گنبد بنایا گیا ' جو اب تک موجود ہے ' اُن کے ایک شاگرد نے یہ تاریخِ رحلت کہی :-

تاریخِ رفتنش طلبیدم ز عاملے
گفتا بہ جوز "رفتنِ عیسی بہ آسماں" *
۱۰۳۴ ہجری

دانش

دانش تخلّص - میر رضی الدین نام - فرزندِ میر ابو تراب المتخلص بہ فطرت - مشہد وطن - سالِ ولادت معلوم نہوسکا -

ابتدائی کتب اپنے والد سے اور انتہائی کتابیں مختلف اساتذہ سے پڑھیں - تحصیلِ علم کے بعد وطن سے حرمین شریفین کی زیارت کے لئے روانہ ہوے اور حج و زیارت سے مشرّف ہوکر اپنے والد کی خدمت میں ہندوستان آئے ' جو پہلے ہی سے یہاں مقیم تھے -

دانش نہایت فصیح و بلیغ شاعر تھے - سنہ ۱۰۶۵ ہجری میں شاہِ جہاں (سنہ ۱۰۳۷ تا سنہ ۱۰۷۷ ہجری) کی خدمت میں ایک قصیدۂ مدحیّہ پیشِ کیا اور دو ہزار روپیہ انعام پایا - کچھ روز شہزادۂ دارا شکوہ ' ولی عہدِ شاہ جہاں کی مصاحبت میں رہے - شہزادۂ موصوف نے دانش کے اِس شعر کو بہت پسند کیا :-

تاک را سر سبز دار ای ابرِ نیساں در بہار
قطرہ تا مے می تواند شد چرا گوہر شود *

اور ایک لاکھ روپے انعام مرحمت فرمائے -

پھر دارا شکوہ کي رفاقت چھوڑ کر بنگالے گئے اور اُن کے بھائي شاہزادۂ شجاع کے مصاحب ہوے -

اِن کو بھي چھوڑکر حیدرآباد کي راہ لي - اِس زمانے میں سلطان عبد اللہ قطب شاہ (سنہ ۱۰۳۵ تا سنہ ۱۰۸۳ ہجري) مالکِ تاج وتختِ حیدرآباد تھے - اُن کي سرکار میں بہت رسوخ پیدا کیا -

سنہ ۱۰۶۰ ہجري میں دانش کے والد نے انتقال کیا اور میر کے دائرے میں دفن ہوے - دانش کو اپنے باپ کے مرنے کا سخت صدمہ ہوا - اِسي غم میں یہ رباعي کہي :—

دانش مکن اعتماد بر عمرِ دراز * کاید بہ زمانِ کم بسر عمرِ دراز
گیرم کہ چو عیسيٰ بہ فلک بر شدۂ * آید بچہ کار بے پدر عمرِ دراز

قطب شاہ کي طرف سے سنہ ۱۰۷۲ ہجري میں نائب کرکے مشہدِ مقدّس کي زیارت کے لئے بھیجے گئے - بادشاہ کي طرف سے لوازمِ زیارت ادا کرکے وھیں مقیم ہوگئے - قطب شاہ کے دربار سے وھیں اِنھیں بیش قرار مالي امداد ملتي رھي -

من اشعارہ :—

فصلِ گل است جوشِ بہارِ سخن مرا
گل کرد ھمچو غنچہ زباں در دہن مرا *

نہ شد کہ بوسہ بہ پاے ہدف چو تیر دہم
گذشت عمر بہ خمیازۂ کماں مارا *

شمع در آتش ز تابِ روي نور افشانِ کیست
درمیانِ انجمن پروانہ سر گردانِ کیست *

کعبہ را دیدم دلم از درد تنہائي گداخت
مجلس آراے کہ مارا خواند خود مہمانِ کیست *

آبروي دودمانِ تاک ہم برباد رفت
دخترِ رز را عسس صد بار با مستان گرفت

ما و بلبل عرضِ چاکِ سینہ مي کردیم دوش
نازِ پروردِ گلستاں زخم خارے ہم نداشت *

وصلِ یاراں چوں دہد رو اشک ریزي بد نما ست
گریۂ شادي کم از بارانِ روزِ عید نیست *

اي ہما از سرِ ما خاک نشیناں بگزر
سایۂ بالِ تو بد نامیِ دولت دارد *

چساں از قیدِ ایں صیّاد آزادي ہوس باشد
کہ پروازِ بلندم تالبِ بامِ قفس باشد *

دانش سنہ ۱۰۷۶ ہجري میں اِس جہانِ فاني سے چل بسے -

فطرت

فطرت تخلّص - میرزا معزّالدین محمّد نام - موسوي خاں خطاب - قم وطن - سال ولادت سنہ ۱۰۵۰ ہجري - " افضلِ اہلِ زمانہ " تاریخ پیدایش - ۱۰۵۰ ہجري

حضرت امام علي موسیٰ رضا رضي اللہ تعالیٰ عنہ کي اولاد سے صحیح النسب سیّد ہیں - ذي علم خاندان سے تعلّق رکھتے تھے ' چنانچہ اِن کے نانا میر محمّد زمان مشہدِ مقدّس میں اپنے ہم عصر علما کے سرگروہ مانے جاتے تھے -

ابتدائي تعلیم وطن میں حاصل کي - عنفوانِ جواني میں اپنے والد سے کبیدہ خاطر ہوکر اصفہان چلے آئے اور وہاں آقا حسین خوانساري کے تلامذہ میں شریک رہکر تمام علومِ معقول و منقول اِن ہي سے حاصل کئے -

سنہ ۱۰۸۲ ہجری میں بعہدِ شہنشاہِ اورنگ زیب (سنہ ۱۰۶۵ تا سنہ ۱۱۱۸ ہجری) ہندوستان آئے - دربارِ شاہی میں رسائی ہوی - جوہر شناس بادشاہ نے خوب قدر افزائی کی اور شاہ نواز خاں صفوی کی دوسری بیٹی سے میرزا کی شادی کرکے اپنی ہم زلفی کا شرف بخشا - اِس کے بعد عظیم آباد پٹنہ کی دیوانی پر مامور فرمایا - چند ہی روز میں وہاں کے ناظم بزرگ امیر خاں' فرزند امیر الامرا شایستہ خاں' سے میرزا کی شکر رنجی ہوگئی - ایک طرف ناظم صاحب اپنی خاندانی عظمت پر نازاں تھے' دوسری طرف میرزا صاحب کو اپنے فضل و کمال اور بادشاہ کی ہم زلفی پر غرّہ تھا - اِس کشاکش کا نتیجہ یہ ہوا کہ انتظام میں خلل پیدا ہوگیا - بادشاہ کو اطلاع ہوی تو میرزا کو واپس بلا لیا -

انشا پردازی اور شاعری میں بڑا بلند پایہ رکھتے تھے - معقولات میں تو " انا ولا غیری " کا دم مارتے تھے - چنانچہ اِس شعر میں اپنی فضیلت کو جتایا ہے :-

من مرغِ خوش ترانۂ باغِ فضیلتم
طبعِ مرا بہ زمزمۂ شاعری چہ کار *

مگر پھر بھی شاعری کرتے تھے اور واقعی خوب کہتے تھے - اشعارِ ذیل سے اِس کا اندازہ ہوگا :-

سدِّ راہِ معصیت ہا شد پریشانی مرا
داشت عریانی نگہ ز آلودہ دامانی مرا *

عیبِ صاحب نظراں جوشِ تنک ظرفی ہاست
آبِ یاقوت چو زد موج رگِ یاقوت است *

چو سوزِ عشق را کامل کنی عیبت ہنر گردد
شود یاقوت ہر سنگے کہ لبریزِ شرر گردد *

بحر و کاں را نارسا افتادہ استعدادِ فیض
گوہرِ آبِ دیدہ و یاقوت خونِ دل نشد *

ندارد آفتی چون غنچه از صرصر چراغِ من
برنگِ لاله در آغوشِ ناخن خفته داغ من *

مردِ حق در عینِ دنیا داري از دنیا بري است
ملک در دستِ سلیماں نیست درانگشتري است *
عشق در مصرِ جنوں لاف خدائي مي زند
حسن اگر یوسف شود در کسوتِ پیغمبري است *

ذوقِ عشق آئینه دارِ رازِ دلها میشود
چوں بخود نالد خموشي ناله پیدا میشود *
سنه ۱۱۰۱ ہجري میں دارالبقا کي طرف روانه هوگئے ۔

امید

امید تخلص ۔ میر محمّد رضا نام ۔ قزلباش خاں خطاب ہمدان وطن ۔ سالِ ولادت معلوم نہو سکا ۔

شباب ہي میں وطن چھوڑکر اصفہان چلے گئے اور یہاں مرزا طاہر وحید کے سامنے زانوے شاگردي ته کیا ۔

اورنگ زیب (سنه ۱۰۶۹ تا سنه ۱۱۱۸ ہجري) کے عہدِ دولت میں ہندوستان پہنچے اور شاہي منصب دار ہوگئے ۔ شاہ عالم بہادر شاہ کا زمانه آیا تو قزلباش خاں کا خطاب اور جاگیر پائي ۔ محمّد معزالدین جهاندار شاہ کے عہد میں برهانپور کے دیوان مقرّر هوے ۔ چندے اِس خدمت کو انجام دیکر' امیرالامرا حسین علي خاں کے ہمراہ اورنگ آباد گئے ۔ کچھ دن یہاں رہ کر مبارز خاں ناظمِ حیدر آباد کے ہم رکاب حیدر آباد پہنچے اور اُن کي مصاحبت میں رهے ۔ مبارز خاں جب نواب آصفجاہ کے مقابلے کے لئے تیّار هوے تو امید بھي ہم رکاب ہوگئے اور میدانِ جنگ میں دادِ شجاعت دي ۔ مبارز خاں مارے گئے ۔ اُن کے سپاہي کچھ مارے گئے' کچھ بھاگ گئے اور کچھ آصف جاہ کے

اسیر ہوے - غرض تمام فوج منتشر ہوگئي - امید منجملہ اُن لوگوں کے تھے جو قید ہوے - اثناے قید میں ایک غزل نوّاب آصف جاہ کو لکھ کر بھیجي - نوّاب نے ازراہِ قدرداني نہ صرف اُنھیں رھا کیا بلکہ جاگیر و خدمت بھي بحال کردي - ایک مدّت تک مرفہ الحالي سے بسر کي - اِس کے بعد حرمین شریفین (زاد ھما اللہ تعالیٰ شرفاً و تعظیماً) گئے اور حج و زیارت سے مشرّف ھو کر ایک برس بعد دکن واپس آگئے -

سنہ ۱۱۵۰ ہجري میں نواب آصف جاہ حسب الطلبِ شاہي دہلي جانے لگے تو امید بھي ساتھ ھو لئے - بھوپال کے سفر میں بھي نوّاب کا دامن نہ چھوڑا - جب نوّاب دہلي سے دکن واپس ھوے تو امید دہلي ہي میں رہ گئے - 'محبوب الزمن' میں بہ حوالۂ 'تحفۃ الشعرا' لکھا ھے کہ دہلي میں نوّاب آصف جاہ کسي وجہ سے امید سے کشیدہ ھو گئے تھے' اِسي لئے امید اِن کي رفاقت چھوڑکر دہلي میں رہ گئے -

امید خوش خلق' رنگین مزاج' ظریف الطبع' بڑے ذکي و طبّاع تھے - فن انشا و شاعري میں ید طولیٰ رکھتے تھے - ہِندي موسیقي سے بھي خوب واقف تھے - راگ رنگ کا بڑا شوق تھا - اُن کے مکان پر ہر روز کبھي مشاعرہ ھوتا تھا اور کبھي رقص و سرود کي محفل جمتي تھي -

لطیفہ :— 'محبوب الزمن' میں لکھا ھے کہ امید نے کسي سے بیان کیا کہ "میں ایک روز نوّاب ذوالفقار خاں بن اسد خاں وزیر کي خدمت میں گیا اور زمانے کي شکایت کي - نوّاب نے فرمایا کہ دنیا کو امید کے ساتھ کھاتے ہیں" میں نے عرض کیا کہ "تو آپ کیوں میرے بغیر کھاتے ہیں" نوّاب ہنس پڑے اور اُس روز سے روزانہ میرے یہاں کھانا بھیجنا مقرّر کرلیا - نوّاب کے دستر خوان سے انواع و اقسام کے کھانوں سے بھرے ھوے خوان آتے تھے - میں خود کھاتا تھا اور فراغت سے احباب کو کھلاتا تھا" -

من اشعارہ :—

خندۂ مستاں بود از گریۂ مینا بلند
شاد گردد گر کسے غم ناک مي سازد مرا *

برنگِ سرمه که در چشمِ کور بے قدر است
کسے به هیچ نه گیرد دریں دیار مرا *

ناخدا را خضرِ راهے نیست جز انجم امید
کرد اشک آخر بکویش رهنمائي ها مرا *

ظلم ظالم چو شود پیر دو بالا گردد
بیشتر مي بُرد آں تیغ که خمدار تر است *

بالاي کسے بلاے جاں شد
بالا تر ازیں چه مي تواں شد *
بودیم به دوستیش خرسند
آں نیز نصیبِ دشمناں شد *
دیده گریاں میشود از دل چو آهے مي کشم
آرے آرے راست باشد باد باراں آورد *

امید سنه ۱۱۵۹ هجري میں اِس جهانِ گذران سے گذر گئے۔ میر غلام علي آزاد نے ذیل کي تاریخ کهي :—

خانِ سخن گستر و سحر آفریں
رختِ سفر بست ازیں خاک داں
سالِ وفاتش دلِ نالانِ من
یافته "جاں داده قزلباش خاں"
۱۱۵۹ هجري

راز

راز تخلص۔ میر میراں نام۔ سیّد نوازش خاں خطاب۔ فرزند علي مردان خاں اصفهاني۔ سالِ ولادت معلوم نهیں۔

سلطان حسین مرزا صفوي کي طرف سے ایران کے سفیر هوکر فرّخ سیر کي خدمت میں هندوستان آئے۔ یهاں خوب عزّت پائي۔

پھر نواب آصف جاہ صوبہ دارِ حیدر آباد دکن (سنہ ۱۱۳۷ تا سنہ ۱۱٦۱ ھ) کي خدمت میں حاضر ہوے - نواب بھي بڑي عزّت سے پیش آئے - منصب و خطاب عطا فرمایا اور شہر اورنگ آباد کا داروغہ مقرّر کردیا - دکن کے امرا میں اُن کا شمار تھا - نواب کي زندگي تک نہایت عزّت اور فارغ البالي کے ساتھ زندگي بسر کي - نواب کي وفات کے بعد گوشہ نشین ہوگئے - چند روز کے بعد سنہ ۱۱۸۰ ہجري میں نواب والاجاہ کے طلب فرمانے پر آرکاٹ کا قصد کیا - مچھلي بندر تک پہنچنے پائے تھے کہ موت کي زنجیر پیروں میں پڑگئي - وہیں دمِ واپسیں جانِ آفریں کو سونپا - لاش مچھلي بندر سے اورنگ آباد بھیجي گئي - راز اپنے ہي باغ میں سپرد خاک کئے گئے -

راز کي طبیعت موزوں تھي، اِس لئے شعر نکال لیتے تھے - کسي سے کبھي اصلاح نہیں لي - راز کے انتقال کے بعد اُن کي بیاض جناب آزاد کو مل گئي - انھوں نے اکثر اشعار کو زیورِ اصلاح سے آراستہ کردیا - بہرحال راز کا یہ رنگ ہے :—

صفحۂ آئینہ دارد ہر نفس نیرنگ ہا
بس کہ مي بازد رخِ او از نزاکت رنگ ہا *
غافل اند از نازکي ہائے دلِ من کودکاں
گل بر دیوانہ باشد سخت تر از سنگ ہا *
اگر از پردہ آں شور قیامت سربروں آرد
ز محشر پیشتر ہنگامۂ محشر بروں آرد *
ز غفلت عمرہا باشد کہ با عشرت ہم آغوشم
بیا اے غم کہ گردد بسترِ راحت فراموشم *

درگاہ

درگاہ تخلص - درگاہ قلي خاں نام - مؤتمن الملک سالار جنگ بہادر خطاب - فرزندِ خاندان قلي خاں - ۲۹ رجب سنہ ۱۱۲۲ ہجري کو سنگمنیر میں پیدا ہوے - تاریخ ولادت 'درگاہ قلي زخاندانِ والا' ہے -

اِن کے خاندان کا مختصر حال یہ ھے کہ ان کے جدّ اعلیٰ خاندان قلی خاں (اوّل) قبیلۂ بور بور کے ترکمان تھے - علي مردان خاں حاکمِ قندھار کے پاس ملازم تھے - علي مردان خاں نے شاہ صفي شاہِ ایران کي نا قدر دانیوں سے تنگ آکر استعفا دیدیا - خاندان قلي نے اِن کي رفاقت کي - علي مردان خاں نے اِن کو شاہ جہاں بادشاہ (سنہ ۱۰۳۷ تا سنہ ۱۰۷۷ ہجری) کي خدمت میں اپنے عریضے کے ساتھ بھیجا - بادشاہِ قدرداں نے ان کو خلعتِ خاصہ سے سرفراز کیا اور ایک ہزار روپیہ انعام دیا - اور اِن ہي کے ہمراہ علي مردان خاں کو خلعت اور ھاتھي دانت کي بني هوي پالکي بھیج کر طلب کیا - علي مردان خاں آئے تو اِن پر مزید مرحمتِ شاہي مبذول هوي اور اِن کو کشمیر کا صوبہ دار بنا دیا - خاندان قلي خاں نے عمر بھر علي مردان خاں کي خدمت میں رہ کر اپني خدماتِ شائستہ سے حقِ رفاقت ادا کیا -

خاندان قلي خاں کے انتقال کے بعد علي مردان خاں نے اِن کے فرزند درگاہ قلي خاں (اوّل) کو بادشاہ سے سفارش کرکے منصب اور جاگیر دلوائي اور اپنے پاس میر ساماں کے عہدے پر رکھ لیا - علي مردان خاں شاہزادۂ اورنگ زیب کے منصبدار کي حیثیت سے دکن گئے تو درگاہ قلي خاں اِن کے ہمراہ تھے - ہندوستان واپس آکر انتقال کیا - درگاہ قلي خاں (اوّل) کے بیٹے نو روز قلي خاں کو 'داروار' علاقۂ بیجاپور کي قلعداري عطا هوي - وهیں اِن کا انتقال هو گیا - اِن کے فرزند خاندان قلي خاں (دوم) بھي جاگیردار تھے اور اورنگ زیب کے علاقے میں منصب دار بھي تھے - شاہ عالم بہادر شاہ کے عہد میں سنگمیر کي وقائع نگاري اور قرب و جوار کي فوجداري پر سرفراز تھے - نواب آصف جاہ غفراں پناہ کے عہد میں بھي سرکاري خدمات پر مامور رہے - درگاہ اِن ہي نامور باپ (خاندان قلي خاں) کے نامور فرزند تھے - چودہ سال ہي کے تھے کہ نواب آصف جاہ نے انھیں منصب و جاگیر عطا فرمائي - بیس سال کے هوے تو نواب نے از راہِ پرورش اِن کو اپنے ہم رکاب رکھا اور شاہي عنایتیں مبذول رهیں - ان کي فن سپہگري و جاں بازي کے جوھر نادر شاہ کے ہنگامے میں ظاہر هوے -

آصف جاہ کے بعد نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید (سنہ ۱۱۶۱ تا سنہ ۱۱۶۴ ہجري) کے عہد میں بھي ترقیات سے وقتاً بوقتاً سرفراز ہوتے رہے - نواب امیرالممالک صلابت جنگ (سنہ ۱۱۶۴ تا سنہ ۱۱۷۵ ہجري) نے منصب شش ہزاري اور خطاب مؤتمن الدولہ سے سرفراز فرماکر صوبہ دار مقرّر کردیا - نواب نظام علي خاں آصف جاہ ثاني (سنہ ۱۱۷۵ تا سنہ ۱۲۱۸ ہجري) مسند آرا ہوے تو انھیں منصبِ ہفت ہزاري' ماہي مراتب اور خطاب مؤتمن الملک عطا فرمایا' اور پھر خان دوراں خاں خطاب دیا - مگر سنہ ۱۱۷۹ ہجري میں اِن کو اورنگ آباد کي صوبہ داري سے معزول کردیا - اب درگاہ قلي خاں اپني جاگیر نظام آباد میں آ بیٹھے - درگاہ بڑے حاضر جواب اور بذلہ سنج تھے - ہر مہینے اپنے باغ موسومۂ 'دل کشا' میں دو تین جلسے منعقد کیا کرتے تھے - جس میں ذي علم حضرات مدعو ہوتے تھے - خوش طبع' خلیق' انصاف پسند' فیّاض اور شجاع تھے - رعایا پروري اور غربا نوازي کو آپ پر ناز تھا - علم دوست اور عالموں کے قدرداں تھے - انشاپرداز تھے اور علمِ تاریخ پر عبور رکھتے تھے - خود شاعر تھے اور شعرا کے قدر افزا -

من اشعارہ :—

نگاہش دیدہ صہبا آفریدند
قدش دیدند و طوبي آفریدند *
بعالم ریخت رشکم رنگِ طوفاں
ز جیب قطرہ دریا آفریدند *
معاشرانہ سوالے ز دوستاں دارم
براے ما و شما ایں ہوا چہ مي خواہد *
سواے حیدرِ کرّار شاہِ مرداں کیست
کہ ذوالفقار بہ او داد حق' نبي دختر *

شرک محض است گمانِ من و تو
من و تو نیست میانِ من و تو *

صوبہ داری پھر بحال ہونے کو تھی کہ موت کا پیغام آ پہنچا۔ نظام آباد سے لاش اورنگ آباد لائی گئی اور باپ کے مقبرے میں دفن کی گئی۔ 'خدایش بیا مرزاد' تاریخِ رحلت ہے۔

۱۱۸۰ھ

معز

معز تخلص - مرزا معز الدین نام - فرزندِ مرزا حسن - عباس آباد علاقۂ اصفہان وطن - سال ولادت معلوم نہو سکا۔

اِن کے اجداد شاہانِ صفویہ کے دور میں اعلیٰ عہدوں پر ماءور تھے اور دربار میں بڑا رسوخ حاصل تھا۔ اِن کے والد عالم متبحر اور صاحبِ تصنیف و تالیف تھے - باپ کے انتقال کے وقت مُعز کا سِن چھ برس کا تھا - بڑے ہوے تو ابو سعید اصفہانی کے سامنے زانوے شاگردی تہ کیا اور اُن سے علوم نقلی و عقلی حاصل کئے - پھر اخوند شفیعائی کے خوانِ تعلیم سے بہرہ اندوز ہوکر میدانِ شاعری میں قدم رکھا - فارغ التحصیل ہونے کے بعد نادر شاہ کے بھتیجے ابراہیم شاہ کے ملازم ہوے - رفتہ رفتہ بادشاہ کے مزاج پر ایسے حاوی ہوے کہ ہر کام اِن ہی کے مشورے سے ہونے لگا - یہاں تک کہ بڑے بڑے عہدہ داروں کا عزل و نصب بھی اِن ہی کے اشاروں پر ہوتا تھا۔ جب ابراہیم شاہ کی سلطنت کا خاتمہ ہوا تو معز اصفہان سے شیراز چلے آئے - سیاحت کے بیحد شائق تھے - اِس لئے وہاں سے نکل کر بہت سے ملکوں کو دیکھتے ہوے آخر سورت (ہند) پہنچے اور وہاں سے اورنگ آباد ہوتے ہوے حیدر آباد آ گئے - یہاں نواب صمصام الدولہ شہنواز خاں نے ' جو نوّاب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید (سنہ ۱۱۶۱ تا سنہ ۱۱۶۴ھ) کے دیوان تھے ' اُن کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور بہت قدر افزائی کی - معز نواب کی خوش اخلاقی اور قدردانی کے ایسے مسخّر ہوے کہ حیدر آباد ہی کے ہو رہے - جب نوّاب شہید ہوے تو اورنگ آباد میں متوکّلانہ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہے - بڑے خوش فکر آدمی تھے -

نمونۂ کلام یہ ھے :—

در خیالِ تو چو از خوابِ گراں بر خیزم
ہمچو آئینہ سراپا نگراں برخیزم *
چشم از نسیم دارم شاید بہ روزگارے
آرد بدیدۂ من از کوي او غبارے *

رباعي

یا راہ بکوي وصل محبوبم دہ
یا بیزاري ز صورتِ خوبم دہ *
یا ایں دلِ نا صبور از من بستاں
یا در غمِ ہجر صبر ایّوبم دہ *

والہ

والہ تخلص - سید محمد موسوي نام - فرزند ملا سید محمد باقر موسوي - خراسان مولد - سال ولادت معلوم نہو سکا - اپنے فاضل باپ سے تمام علوم معقول و منقول پڑھے - فنِ شعر میں بھي اپنے والد ہي سے اصلاح لي - باپ کے اِنتقال کے بعد ہندوستان پہنچے - کچھ دنوں بعد حیدرآباد آئے اؤر شاہي منصبدار ہو گئے - برسوں جاہ و ثروت سے ہم کنار رہے - حیدرآباد ہي میں شادي کرلي - اِسي وجہ سے بعض تذکرہ نویسوں نے حیدرآباد کو ان کا وطن لکھ دیا - مگر یہ بالکل غلط ھے - في الحقیقت وہ خراسان کے رھنے والے تھے - نواب غلام محمد غوث خاں بہادر نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۴۱ تا سنہ ۱۲۷۲ ہجري) نے اپنے 'تذکرۂ گلزار اعظم' میں تحریر فرمایا ھے کہ " ظاہر ہو کہ صبح وطن اعظم (یہ تذکرہ بھي نواب موصوف نے تذکرۂ گلزار اعظم سے پہلے لکھا تھا) میں فرخندہ بنیاد حیدرآباد کو والہ کا وطن لکھا ھے - یہ غلطي 'گلدستۂ کرناٹک' کي پیروي سے ہوي ھے "-

ازدواجي تعلّق کي وجہ سے والہ نے حیدرآباد ہي کو اپنا وطن بنا لیا - ایک مدّت بعد نتھر نگر (ترچناپلي) چلے آئے - کششِ آب و دانہ اؤر موت نے یہاں سے نہ نکلنے دیا -

اعلی درجے کے شاعر تھے - ہر قسم کی نظم لکھنے پر قدرت رکھتے تھے - عروض و قافیہ میں ایک رسالہ اور فنِ انشا میں ایک کتاب لکھی ہے اور قانونچہ' اس کا نام رکھا -

من اشعارہ :—

روغن کشیدنم ز دو بادامِ چشمِ تر
نفعے نکرد خشکیِ سودای خال را *

ز داغِ عشق تو تا گشت شاخِ گل دستم
نمود کوچۂ باغ است آستینِ مرا *

مبادا تیرِ نازش جانب دیگر نشاں جوید
نگہ دزدیدنِ چشمش ہراساں می کند مارا *

ہر کہ ضبطِ نفس کند چو صدف
عقدہاے دلش گہر کردد *

لالہ خونیں دل و گل زخمی و نرگس بیمار
در چمن دل بہ چہ تقریب شود وا بے تو *

غمزہ بیباک و نگہ مست و تبسّم لبریز
شوخ جادو فنِ من! طرفہ بہ ساز آمدۂ *

قلم ای قاصد از شوقش رقم سازد چساں حرفے
کہ دل حرفے نویساند' نگہ حرفے' زباں حرفے *

ز بس از خویش رفتم در خیالِ نرگسِ مستش
مرا ہشیاریم خوابِ فراموش است پنداری *

سنہ ۱۱۸۴ ہجری میں بمقام ترچناپلی رحلت کی اور یہیں دفن ہوے -

فصلِ دوم

وہ فارسي گو شعراے ہندوستان جو شمالي ہند سے دکن میں آئے۔

علي

علي تخلص۔ ناصر علي نام۔ فرزندِ رجب علي پنجابي۔ سرہند وطن۔ جو اِس وقت ریاست پٹیالہ کے علاقے میں ھے۔ سالِ ولادت سنہ ۱۰۴۸ ہجري۔

کم سني ہي میں دہلي چلے گئے۔ وھیں تعلیم پائي۔ پہلے سیف خاں[۱] حاکم سرہند کي ملازمت کي۔ سیف خاں کو حضرت عالمگیر بادشاہ نے الہ آباد میں صوبہ دار بناکر بھیجا تو علي بھي اُن کے ساتھ الہ آباد گئے۔ سیف خاں نے انتقال کیا تو سرہند واپس چلے آئے۔

ایک دفعہ ماہِ صفر کے آخري چہارشنبہ کو ناصر علي باغ کي سیر کے لئے گئے' وقت اچّھا تھا' شیشۂ و پیالہ سامنے تھا اور ناصر علي مست تھے۔ اتفاقاً شیخ محمد معصوم خلف حضرت مجدّد الف ثاني رحمۃ اللہ بھي اِسي باغ میں تشریف لائے۔ ناصر علي کو اِس حالت میں دیکھ کر غصے سے دریافت فرمایا "یہ کیا ھے؟" ناصر علي نے جواب دیا "شراب" مگر وہ شراب جس کو فرشتے پیتے ہیں۔ شیخ تو چلے آئے' مگر علما نے ناصر علي کي تکفیر کے ساتھ قتل کا فتوي لکھدیا۔ اُن کے بھي مددگار بہت تھے' چنانچہ میر محمد زماں خاں راسخ اور ان کے رشتہ داروں نے مسلّم ہوکر ناصر علي کو اپنے

۱۔ سیف خان شاہ جہان کے تیسرے بخشی تھے۔ سنہ ۱۰۷۹ ھجری مین بعہد دولت اورنگ زیب کشمیر کے صوبہ دار مقرر ھوے۔ چند روز بعد مستعفی ھوکر گوشہ نشین رھے۔ آخر دوستون کے اصرار پر گوشہ نشینی کو ترک کیا۔ سنہ ۱۰۸۶ ھجری مین پھر منصب و خطاب بحال ھوا اور الہ آباد کے ناظم مقرر ھوے۔ وھین سنہ ۱۰۹۵ ھجری مین وفات پائی۔

ساتھ لیا اور دہلي پہنچاکر اُن کي جان بچائي - علي آخر میں حضرت شیخ کے بڑے معتقد ہوگئے تھے اور اپني مثنوي میں اُن کو اپنا مرشد تسلیم کیا ھے - غرض سیف خاں کے انتقال کے بعد علي سرہند سے بیجاپور پہنچے - سنہ ۱۱۰۰ ہجري میں حضرت عالمگیر کا لشکر بیجاپور کي طرف روانہ ہوا - ناصر علي نواب ذوالفقار خاں بن اسد خاں وزیر سے ملے - اِسي موقع کے لئے آزاد بلگرامي نے کہا ھے :-

بعد سیف آخر علي را ذوالفقار آمد بکار
لا فتی الّا علي لا سیف الّا ذوالفقار *

ناصر علي نواب ذوالفقار خاں سے ملے تو قصیدۂ مدحیہ پیش کیا - اُس کا مطلع یہ ھے :-

اي شانِ حیدري ز جبینِ تو آشکار
نامِ تو در نبرد کند کارِ ذوالفقار *

مطلع سنتے ہي نواب نے کہا کہ بس کرو! مجھے پورا قصیدہ سننے اور اُس کا صلہ دینے کي ہمت نہیں ھے - مطلع کے صلے میں ایک ہاتھي اور تیس ہزار روپیہ اور بقول دیگر ایک ہاتھي اور پانچ ہزار روپیہ عطا فرمایا - ناصر علي نے اِس عطیے کو لوگوں میں تقسیم کردیا اور اپنے لئے کچھ نہ رکھا -

سنہ ۱۱۰۳ ہجري میں نواب ذوالفقار خاں کرناٹک کي تسخیر کے لئے روانہ ہوے تو ناصر علي بھي ہمراہِ رکاب آئے - یہاں حضرت شاہ حمید الدین[۱] قدس سرہ سے دلي عقیدت رکھتے تھے - یہاں سے دہلي لوٹے تو حضرت شیخ محمد معصوم رحمہ اللہ کے ہاتھ پر طریقۂ نقشبندیہ میں بیعت کي اور بقیۃ العمر متوکلانہ زندگي بسر کي، کبھي کسي کے سامنے التجا نہیں لے گئے -

---

۱ - حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ جنوبی ہند کے مشہور اولیاے کرام میں سے ہیں - آپ کا مزار مبارک کدپی میں زیارت گاہِ خلایق ھے -

شاعري میں ناصر علي کا رتبه بہت بلند تھا - غزل خوب کہتے تھے - مثنوي میں بھي کمال تھا - اہل بغداد شریف سماع کي محفلوں میں ان کي مثنوي کے اشعار پڑھا کرتے تھے -

من اشعاره :—

نیست غیر از عشق دل سوزے منِ افسرده را
شعله جنبش مي دهد نبضِ چراغِ مرده را *

از آبله هائے دلِ فریاد پرستاں
یک آبله در کام زبان است جرس را *

لبریز شد ز تنگيِ دل بسکه سینه ام
چوں رشته هاي شمع یکے گشت نالها *

رواج بے هنري جز بهند جائے نیست
که ایں متاع دریں سر زمیں بود کمیاب *

از بسکه سنگ تفرقها در سراغ ماست
چوں شیشهٔ شکسته فروغ چراغ ماست *

جاں میدهیم و درد جگر سوز مي خریم
چوں رشتهٔ فتیله نفس صرف داغِ ماست *

زخمِي شوقِ تو کے ممنون قاتل مي شود
همچو ماهي مي طپد چندانکه بسمل مي شود *

امتیازِ شهر و صحرا داشت از نقصِ جنوں
ورنه مجنوں را خرابي هاے خود ویرانه بود *

سیر از جهاں شدم به گداز فناے خویش
چوں اشتهاے سوخته گشتم غذاي خویش *

نمي گنجد به خلوت خانهٔ دل آفتاب من
بروں از شیشه چوں آید گهر باشد شراب من *

مراد از ذکر معشوق است ترک ما سوا کردن
چو دل بر گردد از دنیا چه حاجت سبحه گرداني *

ناصر علي نے سنہ ۱۱۰۸ ہجري میں ساٹھہ سال کي عمر پاکر بمقام دہلي انتقال کیا - حضرت سلطان المشایخ خواجہ نظام الدین اولیا رضي اللہ تعالي عنہ کي خانقاہ شریف میں دفن ہوے -

آزاد

آزاد تخلّص - میر غلام علي نام - میر نوح کے فرزند - قصبۂ بلگرام واقع صوبۂ اودھ وطن - سنہ ۱۱۱۶ ہجري سالِ ولادت - آپ کا سلسلۂ نسب حضرت فخر الساجدین امام زین العابدین رضي اللہ تعالیٰ تک پہنچتا هے - بلحاظِ مذهب حنفي اور بلحاظ طریقت چشتي تھے -

درسي کتابیں میر طفیل محمد سے پڑھیں ' چنانچہ کہتے ہیں :—

شاگردِ خاصِ میرِ طفیلِ محمّدم * او در علومِ عقلي و نقلي است رهبرم

اپنے نانا علامّہ میر عبد الجلیل بلگرامي سے لغت ' حدیث ' سیرِ نبوي اور فنِّ ادب حاصل کیا - اپنے ایک شعر میں اِس طرف بھي اشارہ کیا هے ' فرماتے ہیں :—

آزادِ ما کہ فضل و کمالے بہم رساند * خدمت نمود حضرت عبد الجلیل را

اپنے ماموں میر سیّد محمّد سے عروض و قوافي اور علم ادب میں مستفیض ہوے - پندرہ سال کي عمر میں فارغ التحصیل ہو چکے تھے - بڑے ذہین تھے - قوّتِ حافظہ نہایت قوي تھي - جو بات ایک مرتبہ سن لیتے کبھي نہیں بھولتے تھے -

سنہ ۱۱۳۰ ہجري میں حضرت زبدۃ السالکین سید لطف اللہ بلگرامي قدّس سرہ العزیز سے طریقۂ چشتیہ میں بیعت کي - اِسي سال اپنے نانا کي ملاقات کے لئے ' جو شاہ جہاں آباد میں مقیم تھے ' بلگرام سے دہلي گئے ' دو سال وهاں قیام رہا ' اِس اثنا میں آپ کے خوان علم سے بہرہ اندوز ہوے - پھر وطن کي طرف مراجعت کي -

آپ کے ماموں میر سیّد محمّد موصوف الذّکر سیوستان واقع ملک سندھ میں میر بخشي اور وقائع نگاري کي خدمت پر مامور تھے -

آزاد اِن سے ملنے کے لئے وهاں گئے ۔ جب وہ رخصت لیکر بلگرام گئے تو آزاد نے نیابۃً چار سال دونوں خدمتیں بہ خوبي انجام دیں ۔ جب میر صاحب واپس آئے تو آزاد کو بلگرام جانے کي اجازت دي ۔ یہ سنہ ۱۱۴۷ ھ کا واقعہ ھے ۔ اثناے راہ میں شاہ جہاں آباد پہنچے تو معلوم ہوا کہ آپ کے والد ماجد مع اہل و عیال الہ آباد تشریف لے گئے ہیں ۔ آپ نے الہ آباد کا قصد کیا اور تین سال والد کي خدمت میں رهے ۔ سنہ ۱۱۵۰ ھ میں بیت اللہ شریف روانہ ھوے ۔

اپني سفر کي کسي کو اطلاع نہیں دي ' یہاں تک کہ آپ کے عزیزوں کو بھي تین دن کے بعد روانگي کي خبر معلوم ھوي ۔ مُلک مالوہ تک پیادہ پا گئے ۔ اتفاقاً نواب آصف جاہ (سنہ ۱۱۱۳ تا سنہ ۱۱۶۱ ہجري) کا لشکر اِسي ملک میں خیمہ افگن تھا اور نواب بہ نفسِ نفیس وھیں تشریف فرما تھے ۔ قسمت کي یاوري سے آزاد کي باریابي ھوگئي ۔ آپ نے یہ رباعي پیش کي :—

اي حامیِ دیں محیط جود و احساں
حق داد ترا خطاب آصف شایاں *
او تخت بدرگاہِ سلیماں آورد
تو آلِ نبي را بہ درِ کعبہ رساں *

نواب نے ازراہِ غربا نوازي سفر خرچ مرحمت فرمایا ۔ زادِ راہ سے مطمئن ھوکر حرمین شریفین روانہ ھوے ۔ 'سفر خیر' اس سفر کي تاریخ ھے ۔ ۱۱۵۰ ہجري

مکّۂ معظّمہ میں شیخ عبد الوهّاب طنطاوي سے حدیث پڑھي ۔ مدینۂ منوّرہ میں شیخ محمد حیات سندھي سے صحیح بخاري اور باقي صحاح کي سند پائي ۔

حج و زیارت سے مشرف ھوکر سنہ ۱۱۵۲ ہجري میں دکن کا رُخ کیا اور اورنگ آباد پہنچکر شاہ مسافر رحمۃ اللہ کے تکیے میں گوشہ نشیني اختیار کي ۔

سنہ ۱۱۵۸ ہجري میں نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید والی حیدر آباد (سنہ ۱۱٦۱ تا سنہ ۱۱٦۴ ہجري) اپنے والد نواب آصفجاہ کی طرف سے اورنگ آباد کي صوبہ داري پر مامور ہوے تو آزاد کو بھي طلب فرمایا' اُن سے تپاک سے ملے' عزت افزائي کي اور مدّت العمر اپنا مقرب بنائے رھے ۔ اپنے اشعار کي بھي اِن ہي سے اصلاح لیا کرتے تھے ۔ نوّاب کے ساتھ کرناٹک دیکھا اور ارکاٹ بھي ہمراہِ رکاب گئے ۔ یہیں سنہ ۱۱٦۴ ہجري میں نواب کي شہادت ہوي ۔ اس واقعے کے بعد آزاد اورنگ آباد گئے اور شاہ مسافر قدّس سرّہ العزیز کے تکیے میں مقیم ہوے ۔

سنہ ۱۱٦۷ ہجري میں نواب امیر الممالک صلابت جنگ والی حیدر آباد (سنہ ۱۱٦۴ تا سنہ ۱۱۷۵ ہجري) نے نواب صمصام الدولہ شاہ نواز خاں کو خدمت وکالت سے سرفراز کرکے حیدر آباد بلایا تو نوّاب صمصام الدولہ نے آزاد کو بڑي تمنا کے ساتھ طلب کیا ۔ آپ حیدر آباد پہنچے ۔ نواب نظام علي خاں آصف جاہ ثاني (سنہ ۱۱۷۵ تا سنہ ۱۲۱۸ ہجري) نے آپ کي قدر افزائي کي ۔ سنہ ۱۱۷۸ ہجري میں آپ پھر اورنگ آباد چلے آئے اور وھیں شاہ مسافر رحمہ اللہ تعالیٰ کے تکیے میں ایسے فروکش ہوے کہ تا حیات وھیں رھے ۔

آفت زدوں کي ہمدردي' امداد اور احتیاج مندوں کي حاجت روائي آپ کي طبیعت ثانیہ تھي ۔ جس زمانے میں نواب شہید کے مقرّب تھے تو سیکڑوں اہل غرض کو اپني کوشش اور سفارش سے فائز المرام کیا ۔

عربي اور فارسي کے تمام علوم میں دستگاہ کامل رکھتے تھے ۔ تاریخ گوئي میں خاص مہارت تھي ۔ بڑے اعلي پائے کے شاعر تھے ۔ بہت سي کتابوں کے مصنّف تھے ۔ اِن میں سے چند کے نام یہ ہیں :-

(۱) تذکرۂ خزانۂ عامرہ (۲) یدِ بیضا (۳) تذکرۂ سرو آزاد (۴) غزلانِ ہند (۵) شرح صحیح بخاري تا کتاب الزکوۃ (٦) شمامۃ العنبر في

ذکر الهند (۷) سند السعادات في حسن خاتمة السادات (۸) روضة الاولیاء خلد آباد (۹) مآثر الکرام (۱۰) سبحة المرجان في آثار ہندوستان (۱۱) دیوانِ عربي (۱۲) دیوانِ فارسي -

آپ کے عربي نعتیہ قصائد، فصاحت و بلاغت کے نمونہ تھے - اہلِ عرب ان اشعار کو سُن کر سر دھنتے اور تعجب کرتے تھے کہ ایک ہندي الوطن اور ایسا فصیح و بلیغ!

من اشعارہ :—

الهي نالۂ گرمے دلِ دیوانۂ مارا
کرامت کن نہالِ آتشینے دانۂ مارا *
با سرمہ سروکار ندارد بصر ما
خاکِ قدمِ یار بود در نظر ما *
هذرز از دامنِ صحراي مجنوں عشق مي خیزد
کہ ہنگامِ گزر افتادنِ ما دل طپید آنجا *
دریں خرابہ نشستم زرہرواں تنہا
کہ وا گزاشت مرا پیرِ کارواں تنہا *
اگر چہ خاک شدم اضطرابِ من باقي است
کہ پیچ و تابِ رسن بعدِ سوختن باقي است *
زدہ ام برسرِ جہاں پا پوش
بے سبب ایں برهنہ پائي نیست *
مانيِ نازک قلم نقشے ز چشمِ مست بست
چوں نظر افگند برمحرابِ ابرو دست بست *
بلبلِ سوختہ را نیست نشانے پیدا
ایں قدر ہست کہ دود از قفسے مي آید *
روزِ قیامت ہر کسے در دست گیرد نامۂ
من نیز حاضر مي شوم تصویرِ جاناں در بغل *

چو سایه در قدمِ سروِ سرفرازِ توام
مریدِ سلسلهٔ گیسوی درازِ توام *

میسّر گر شود آزاد! این مطلب چه خوش باشد
دمے با گل نشستن در بروے باغباں بستن *

رباعي

ہر چند نه برگے نه نواے دارم * در زاویهٔ خمول جاے دارم
امّا ز محبّتِ رسول الثقلین * در سینه بهشتِ دل کشاے دارم

رباعي

کس را خبرے نیست چه آید فردا * نیرنگيِ قدرت چه نماید فردا
نومید مشو ز مژدهٔ عالمِ غیب * شب حامله است تا چه زاید فردا

آزاد نے سنه ۱۱۹۵ ہجري میں روضهٔ خلد آباد میں حضرت شاہ برهان الدین غریب قدّس سرّہ العزیز کے مزارشریف کے قریب ایک قطعهٔ زمین خریدکر اُسکا نام 'عاقبت خانه' رکھا اور وهاں اپنے لئے ایک قبر بنوائي - جب یه سب هوچکا تو ایک بڑي ضیافت کي اور اس میں مشایخ و شعراء و امراء کو مدعو کیا - انواع و اقسام کے کھانے دسترخوان پر رکھے - کھانے سے فارغ هوکر ہر ایک سے نهایت تپاک کے ساتھ مصافحه کیا اور کہا که "یه وداعي ضیافت تھي - هذا فراق بیني و بینک" اس کے بعد بالکل زاویهٔ خمول میں بیٹھ گئے اور پانچ سال بعد سنه ۱۲۰۰ ہجري میں اِس دارِ فاني سے ملکِ جاوداني کا سفر کیا - کسي شاعر نے تاریخِ رحلت کہي :—

آه غلام علي آزاد
سنه ۱۲۰۰ ہجري

واضح

واضح تخلّص - مرزا مبارک الله خاں نام - میر اسحاق بن میر محمد باقر المخاطب به ارادت خاں کے فرزند - وطن اور سالِ ولادت معلوم نهیں -

اِن کے دادا ارادت خاں ساوہ کے مشہور شریفوں میں سے تھے ۔ مرزا جعفر آصف خاں کي دختر سے اِن کا عقد ہوا ۔ جہانگیر بادشاہ (سنہ ۱۰۱۴ تا سنہ ۱۰۳۶ ہجري) کے عہد میں بخشي کے عہدے پر سرفراز ہوے ۔ شاہ جہاں (سنہ ۱۰۳۶ تا سنہ ۱۰۷۷ ہجري) کے زمانے میں منصب وزارت پر فائز ہوے ۔ عرصۂ قلیل میں دکن کي صوبہ داري اور اعظم خاں کا خطاب پایا ۔ بارہا یکے بعد دیگرے گجرات، بنگالہ، کشمیر اور الہ آباد کي صوبہ داري پر سرفراز ہوتے رہے ۔ آخر شاہ جہاں نے اختیار دیدیا کہ جس صوبے کو انتخاب کرو وہاں کي حکومت لے لو ۔ اُنھوں نے جونپور کي فوجداري مانگ لي اور اُسي کو اپنا وطن بنالیا ۔

واضح کے والد میر اسحاق کو عالمگیر بادشاہ نے ارادت خاں کا خطاب دے کر جاگنہ کي فوجداري مرحمت فرمائي ۔ پھر اورنگ آباد اور گلبرگہ شریف کي قلعہ داري پر متعین کئے گئے ۔ شاہ عالم بہادر شاہ کے زمانے میں منصبِ چار ہزاري عطا ہوا ۔

واضح اچھے شاعر تھے اور فنِ شعر میں راسخ سے تلمذ رکھتے تھے ۔ من اشعارہ :—

موجم و وحشت کند محروم از ساحل مرا
در طپیدن رفت از کف دامنِ قاتل مرا *

بہ جیبِ صبح ز خورشید گل فشاني ہاست
بہ جامِ پیريِ ما بادۂ جواني ہاست *

واضح بہ ہیچ راہ دلم وا نمي شود
ایں قفل زنگ بست شکستن کلید اوست *

خیال روي او دل راز پا مستانہ اندازد
نسیم گل شرر در خرمنِ دیوانہ اندازد *

پریشاني یک دل مي برد جمعیّت عالم
شکستِ شیشۂ ما سنگ در میخانہ اندازد *

سنہ ۱۱۲۸ ہجري میں بمقام جونپور اس دارِ فاني سے چل بسے

نصرت

نصرت تخلص - میر محمد نعیم خاں نام دلاور خاں خطاب - فرزند میر محمد عبد العزیز - مولد سیالکوٹ - سال ولادت معلوم نہیں -

اِن کا عقد امرائے عالمگیری میں سے ایک امیر عنایت اللہ خاں کشمیری کی دختر سے ہوا تھا - نصرت کے والد شاہزادہ دارا شکوہ فرزند اکبر و ولی عہد شاہ جہاں کے ملازم تھے - دارا شکوہ کے ادبار کا زمانہ آیا اور اورنگ زیب کے اقبال کا ستارہ چمکا تو یہ بھی ملازمینِ عالمگیری میں داخل ہوگئے - رفتہ رفتہ منصب دو ہزاری اور دلاور خاں کے خطاب سے سرفراز ہوئے -

باپ کے انتقال کے بعد شاہ عالم بہادر شاہ کے عہد میں نصرت کو بھی خطاب دلاور خاں مرحمت ہوا - فرّخ سیر کے شروع زمانے میں نواب آصف جاہ دکن کے صوبہ دار کئے گئے تو نصرت بھی اِن کے ہم رکاب دکن میں آگئے - جب امیر الامراء سیّد حسین علی خاں کو دکن کی صوبہ داری ملی تو انہوں نے نصرت کو رائچور کا فوجدار بنایا - نواب آصف جاہ دکن کے مستقل حاکم ہوگئے تو نصرت اِن کے مقرب بن گئے - نصرت اچھے شاعر تھے - اشعار میں شستگی و فصاحت ہوتی تھی - نمونۂ کلام یہ ہے :—

جوش دردش کرد فارغ از غم دنیا مرا
دل طپیدن برد تا ساحل ازیں دریا مرا *

فکر زاہد پئے راحت غم ما بہر رخش
ہر کسے در خور ہمت بتلاش است ایں جا *

چشم پوشیدہ تواں کرد سفر
چہ قدر راہ فنا ہموار است *

بباغ دہر دلیل قبول بے ہنری است
کہ سر بلندی سرو سہی ز بے ثمری است *

به محفلی که به یک درد سر دوا بخشند
چه می شود دل مارا اگر بما بخشند *

شیشهٔ ساعت بود آئینهٔ دنیا و دیں
گر یکے آباد گردد دیگرے ویراں شود *

آصف

آصف تخلص - میر قمر الدین خاں نام - آصف جاہ - نظام الملک - خان دوران خاں بہادر - فتح جنگ خطاب - غازي الدین خاں فیروز جنگ کے فرزند ہیں - سنه ۱۰۸۲ ہجري میں ہندوستان میں پیدا ہوے - 'نیک بخت' تاریخ ولادت هے - اجداد کا وطن ملک سمرقند تھا -
۱۰۸۲

آپ کے دادا عابد خاں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردي قدس سرہ کي اولاد واحفاد میں سے تھے - نواب سعد الله خاں مشہور وزیر شاہ جہاں آپ کے نانا تھے -

آپ کي تعلیم اکابر علماء و فضلاء دہر کے زیر نگراني ہوي - علوم معقول و منقول میں مہارت کامله رکھتے تھے - عربي فارسي ترکي اور ہندي میں استعداد تامه و نظر بالغه رکھتے تھے -

آپ کے دادا عابد خاں شاہ جہاں کے عہد میں سمرقند سے ہندوستان آئے - بادشاہ کي ملازمت اور شاہزادہ اورنگ زیب کي مصاحبت کا شرف پایا - جب اورنگ زیب عالمگیر ہوکر سریر آرائے سلطنت ہند ہوے تو عابد خاں کو بڑا منصب ملا اور 'صدارت کل' کي اعلی خدمت عطا فرمائي گئي اور چین قلیچ خاں کا خطاب بھي مرحمت ہوا - چین قلیچ خاں کي وفات کے بعد آپ کے فرزند شہاب الدین کو 'غازي الدین خاں بہادر فیروز جنگ' کا خطاب اور عمدہ منصب و خدمت دي گئي - اور اس کے ساتھ ہي 'فرزند ارجمند' کا خطاب بھي ایزاد ہوا - شاہ عالم بہادر شاہ کے عہد میں گجرات کي صوبه داري پر متعین ہوے اور وھیں ملک بقا کي راہ لي -

جناب آصف آپ ہي کے فرزند ہيں - والد ماجد کے انتقال کے بعد آپ کو دادا کا خطاب اور منصب چار ہزاري عطا ہوا - شاہ عالم بہادر شاہ کے عہد دولت ميں اودہ کي صوبہ داري اور لکھنو کي فوجداري سے سرفراز ہوے اور 'خان دوران خاں بہادر' خطاب بھي مرحمت ہوا - مگر جيسا کہ سب کو معلوم هے يہ زمانہ بہت ہي پر آشوب تھا - عالم گير بادشاہ کي اولاد ميں جدال و قتال کا بازار گرم تھا - ہر ايک دعوي دار سلطنت ہو رہا تھا - جناب آصف جاہ نے دور انديشي کرکے اسي ميں مصلحت و عافيت ديکھي کہ آپ ان خرخشوں سے دور ہوکر شاہ جہاں آباد ميں خانہ نشين ہو بيٹھے - مگر آپ کي ذات گرامي ايسي تھي کہ چين سے نہ بيٹھنے ديا گيا اور شاہ عالم کي وفات کے بعد معز الدين جہاں دار شاہ نے آپ کو اپنے پرانے خطاب سے کھينچ بلايا - فرخ سير نے آپ کے خطابات عاليہ پر 'نظام الملک بہادر فتح جنگ' کا اضافہ فرمايا اور ہفت ہزاري بنا کر دکن کي صوبہ داري بحال کردي - چند روز کے بعد دکن امير الامراء حسين علي خاں کے سپرد ہوا تو آصف جاہ دار الخلافت ميں واپس تشريف لے آئے - تھوڑے دنوں کے بعد مراد آباد اور پھر مالوہ کي صوبہ داري پر سرفراز ہوے -

ہندوستان کے لئے يہ زمانہ نہايت نازک تھا - سلطنت ڈانوا ڈول تھي' اراکين دولت ميں سے جو نمک حلال تھے اس حالت سے سخت مخدوش تھے - تخت کے گرد خود مطلبوں اور نمک حراموں کا نرغہ تھا - بالخصوص آصف جاہ بہادر سے سخت مخالفت تھي اور اعيان دولت منافقت سے پيش آتے تھے - ناچار آپ ملک دکن کو اپنے قبضے ميں لانے کے ارادے سے روانہ ہوگئے - مگر سنہ ۱۱۴۳ ہجري ميں آپ کو دار السلطنت دہلي ميں واپس بلا ليا گيا - يہ محمد شاہ رنگيلے کا زمانہ تھا - بادشاہ نے آپ کو خلعت و قلمدان وزارت پيش کيا - ان ہي دنوں معز الدولہ حيدر قلي خاں اسفرايني ناظم گجرات نے علم بغاوت بلند کيا - محمد شاہ نے پريشان ہوکر گجرات اور مالوہ کي وزارت اور امارت دکن آپ ہي کو ديدي اور حيدر قلي خاں کي سرکوبي کے لئے بھيجا -

امراء دار السلطنت حسد کي آگ سے بھڑک اٹھے - انھوں نے بادشاہ کو آپ کي طرف سے بدظن کردیا - بے عقل بادشاہ نے دکن کي صوبہ داري سے آپ کو معزول کرکے وہ صوبہ مبارز خاں ناظم حیدر آباد کے سپرد کردیا - اِس سے آپ کا دل ٹوٹ گیا اور دہلي آگئے - آپ نے دہلي کي آب و ہوا کي ناسازگاري کا بہانہ کرکے مراد آباد جانے کي اجازت مانگي - امراء سلطنت تو آپ کو دہلي میں دیکھنا ہي نہ چاہتے تھے - اجازت مل گئي - فوراً آپ روانہ ہوگئے اور بجاے مراد آباد کے دکن کا رخ کیا -

دکن پہنچے تو مبارز خاں نے آپ کو روکا - آخر ۳ محرم سنہ ۱۱۳۷ ہجري کو بمقام شکر کھیڑہ واقع برار اقبال و ادبار کا مقابلہ ہوا - گھمسان کي لڑائي ہوي - مبارز خاں اور اس کے دو فرزند اسور خاں اور مسعود خاں مارے گئے اور جناب آصف جاہ بہادر اس تمام ملک پر (جس کي سرحد نربدا سے بیجاپور تک اور حیدر آباد سے دریائے شور تک تھي) قابض و متصرف ہوگئے -

محمد شاہ نے یہ دیکھکر آپ کي دلجوئي کي اور سنہ ۱۱۳۸ ہجري میں خطاب آصف جاہ اپني طرف سے عطا فرمایا -

غرض آپ خسروان دکن کے اجداد امجاد میں سے ہیں اور سلطان العلوم اعلیٰ حضرت قوي شوکت ہز اِکزا لٹڈ ہاینس نواب سر میر عثمان علي خاں بہادر جي - سي - یس - ائي فرمان فرماے حال آپ ہي کي اولاد ہیں - خلد اللہ تعالیٰ ملکہ و شوکتہ و سلطنتہ -

جناب آصف کو مدت العمر خلائق کي بہبود اور رعایا و برایا کي عافیت و راحت کا خیال رہا - عرب و عجم و ہندوستان کے ہزاروں حاجت مند آپ کے چشمۂ فیض کے زلہ ربا تھے - آپ کے عدل و انصاف اور خیر گیري رعایا کا ادنیٰ کرشمہ یہ تھا کہ ظلم و ظالم کا نام قریباً مٹ ہي گیا تھا -

فن شاعري ميں آپ جناب مرزا عبدالقادر بيدل سے اصلاح
ليتے تھے - پہلے شاکر تخلص کرتے تھے پھر آصف - آپ کے دو ضخيم
فارسي ديوان ہيں' جو مطبع سرکار آصفيه ميں طبع ہو چکے ہيں -
آپ کا کلام ذيل ميں درج هے :—

تا مقابل کردہ با خود حسن يار آئينه را
آمد آب تازۂ بر روي کار آئينه را *
مي کنم روي طلب ہر جا که مي خواني مرا
مائلم ہمچوں ورق ہر سو که گرداني مرا *
مژگانِ سرمه دار تو چوں تيغ بر کشد
گر سر رود بلند نه گردد صداي ما *
درخيابان باغ نظاره
آصف خسته را نهال کنيد *
تا شهيد خنجر مژگانِ يارم کرده اند
سرمه در چشم قيامت از غبارم کرده اند *
از رنگ تواں يافت که در سينه چه دارم
درد دل من حاجت تقرير ندارد *
از حال دل گم شده ديگر چه تواں گفت
خوابيست فراموش که تعبير ندارد *
بوبسته نگردد ز گره بستن عنبر
سودا زده را فائده زنجير ندارد *
از کوشش بيهوده مپرسيد ز شاکر
عمريست که مي نالد و تاثير ندارد *
ندارم تاب خجلت هاي فردا
بشويد کاش اشکم دفتر امروز *
قطرۂ بودم و دريا شدنم بود اميد
عقده درکار من افتاد و گهر گرديدم *
سخت دشوار است تاثير سخن در غافلاں
بشکند صد تيشه تا از سنگ آب آيد بروں *

سنہ ۱۱۶۱ ہجري میں آپ نے بمقام برہان پور انتقال فرمایا۔ جسد مبارک برہان پور سے اورنگ آباد لایا گیا اور حضرت شاہ برہان رحمۃ اللہ کے مزار شریف کے پائیں سپرد خاک کردیا گیا۔

زکي

زکي تخلص۔ شیخ مہدي علي نام۔ مراد آباد مولد۔ سال ولادت معلوم نہیں ہوا۔ مدتوں لکھنؤ میں مقیم رہے۔ فرنگي محل (لکھنؤ کا ایک محلہ) کے علما سے تحصیل کي۔ کچھ دنوں ضلع سہارنپور میں نائب تحصیلدار رہے۔

دوران قیام لکھنؤ میں اچھے اچھے شعراء سے صحبتیں رہیں۔ خود بھي اچھے شاعر تھے۔ فن تاریخ میں بھي خوب مہارت رکھتے تھے۔ نواب آصف جاہ والي حیدر آباد (سنہ ۱۱۳۰ تا سنہ ۱۱۶۱ ہجري) کي مدح میں ایک قصیدہ کہا جو شاعري کي مختلف صنعتوں پر مشتمل تھا۔

اُن کے دیوان سے چند شعر بطور نمونہ لکھے جاتے ہیں :-

جمال یار پہ ہم نے یہ ٹکٹکي باندھي
کہ اپني آنکھ کا تل اُس کے منھ کا خال ھوا *

یہ جگر دل کا ھے اي سوز محبت ورنہ
پھینک دیتے ہیں شرر سینے سے پتھر باہر *

شب آنے میں قاتل کے جو دیر گذري
تجھے اي اجل یاد کرتے رھے ہم *

اٹھائے بہت سے مزے زندگي کے
بہت تجھ پر اي شوخ مرتے رھے ہم *

ماہتابي پر جو وہ خورشید رو ھے بے حجاب
اپنے جامے سے ھوي جاتي ھے باہر چاندني *

دل ہم سے رہا جدا ہمیشہ
گویا وہ ضمیر منفصل ھے *

حسرت اي تازہ اسیران قفس آتي هے
دھوم سے فصل بہار اب کے برس آتي هے *
حشر ہو جائیگا بے تابي دل سے لیکن
راہ پھر بھي تري اے عہد شکن دیکھینگے *

زکي کي وفات کا سال معلوم نہو سکا - چونکہ وہ نواب آصف جاہ کے عہد میں موجود تھے اور نواب موصوف کي خدمت میں ایک مدحیہ قصیدہ پیش کیا تھا اور نواب کي رحلت سنہ ١١٦١ ہجري میں ہوي' اس سے پتہ چلتا هے کہ وہ سنہ ١١٦١ ہجري تک زندہ تھے - اِسي بنا پر ہم نے ان کا نام امید (المتوفي سنہ ١١٥٩ ہجري) کے بعد سپرد قلم کیا هے -

مخمور

مخمور تخلص - مرزا لطف الله نام - مرشد قلي خاں خطاب - حاجي شکر الله تبریزي کے فرزند - سورت مولد - سال ولادت سنہ ١٠٩٥ ھ - ' بر سپہر سعادت آمد ماہ ' تاریخ ولادت هے - ان کے والد ولایت سے ہندوستان آئے اور سورت میں قیام کیا - یہیں مخمور پیدا ہوے - آقا حبیب الله اصفہاني سورت میں مقیم تھے - اُنھي سے مخمور نے عربي اور فارسي کي درسي کتابیں پڑھیں - فن شعر میں بھي اُن ہي کے شاگرد ہوے -
١٠٩٥ ھ

باپ کے اِنتقال کے بعد بہ حیثیت تاجر بنگالہ پہنچے - نواب سرفراز الدولہ بہادر ناظم بنگالہ نے ان کي شرافت ذاتي و نسبتي اور علم و فضل کو دیکھکر انھیں اپني دختر سے منسوب کردیا اور سفارش کرکے شاہ دہلي سے اعلی منصب اور مرشد قلي خاں کا خطاب دلوایا - مُدتوں اُڑیسہ کي نظامت پر مامور رهے - آخر اپنے ماتحتوں کے مکر و فریب سے تنگ آکر اس عہدے کو خیر باد کہا اور نواب آصف جاہ کي خدمت میں پہنچے - برسوں حیدر آباد میں نواب کي بدولت خوش حالي سے زندگي بسر کي -

مخمور سلیم الطبع' خوش مزاج تھے - فاضل اور فصیح اللسان شاعر تھے - زمین کي پیمایش اور کار بند و بست میں کافي مہارت رکھتے تھے -

من اشعاره :—

گرفت شور جنونم چناں گریباں را
که بر میاں زده ام دامن بیاباں را *

تعجّب نیست بد طینت اگر حاجت روا گردد
که زخم کهنه را خاکستر عقرب دوا گردد *

ز دوناں کے بخود درماندگانرا کار بکشاید
گره امکاں ندارد باز از انگشت پا گردد *

تسکین دل ز صحبت روشن دلاں طلب
آئینه بے قراري سیماب مي برد *

چرا بسر نرود زود دفتر ایام
که خود بخود ورقِ ایں کتاب مي گردد *

مي فریبد نازنیناں را بهر صورت که هست
کاش چوں آئینه من هم جوهرے مي داشتم *

سنه ۱۱۶۴ هجري میں بمقام اورنگ آباد سفر آخرت پیش آیا ۔

حاکم

حاکم تخلص ۔ حکیم بیگ خاں نام ۔ فرزند شادماں خاں اوزبک ۔ سال ولادت معلوم نهیں ۔ ان کے والد' عالمگیر (سنه ۱۰۶۹ تا سنه ۱۱۱۸ ھ) کے عهد میں بلخ سے هندوستان آکر هفت صدي منصب شاهي سے سرفراز هوے ۔ محمد شاه کے زمانے تک منصب پنج هزاري اور نوبت و نقاره تک ترقي پائي ۔ لاهور میں سکونت اختیار کي ۔ باپ کے اِنتقال کے بعد حاکم کو بهي محمد شاهي دربار سے منصب و خطاب خاني مرحمت هوا ۔ آخر میں فقر کي دولت پر قناعت کي اور شاه عبد الحکیم اپنا نام رکها ۔ اسي حالت میں دهلي اور کشمیر کي سیر کي ۔

حاکم ' واقف کے ساتھ تقریبا سنه ۱۱۷۴ ھ میں دکن کي سیر کے لئے پنجاب سے نکلے ۔ اورنگ آباد پهنچے ۔ میر غلام علي آزاد کے یهاں ایک هفته مهمان رهنے کے بعد دونوں سورت چلے گئے ۔

حاکم نے شاعروں کا ایک تذکرہ بنام 'مردم دیدہ' لکھا ھے - فصیح اللسان شاعر تھے - فن شعر میں شاہ آفریں لاھوری سے تلمذ تھا - چنانچہ وہ خود کہتے ہیں :—

حاکم نہ داشتم سرو سامان فکر شعر
از فیض 'آفریں' بہ سخن آشنا شدم *

من اشعارہ :—

گر شدم پیر ہمہ عیش شباب است مرا
چوں شود خم قد من جام شراب است مرا *

در موسم خط حاکم از و چشم بپوشم
در شب چہ کنم گر نکنم تختہ دکاں را *

نیست مارا بر امیران جہاں حاکم نظر
از امیر المؤمنیں چشم کرم داریم ما *

حاکم برنگ غنچہ بگلزار روزگار
تنگی ز دل بخندہ بروں کردہ ایم ما *

ز ابلہی مکن اشعار را وسیلۂ رزق
بہبیں زمین سخن قابل زراعت نیست *

کشیدم ذلت ہر نیک و بد پابوس او کردم
برائے ایں نماز از آبروی خود وضو کردم *

مہرم از گردش ایام بتنگ آمدہ ام
صبح گر وا شدہ ام شام بتنگ آمدہ ام *

سنہ ۱۱۷۸ ھ میں بمقام ٹھٹھہ (واقع سندھ) انتقال کیا -

عاجز

عاجز تخلص - عارف الدین خاں نام - اجداد کا وطن بلخ تھا - ان کی ولادت ہندوستان میں ہوی - سال تولد معلوم نہوا - شہنشاہ عالم گیر کے عہد میں ان کے والد بلخ سے ہند میں آئے - نواب آصف جاہ کے والد نواب فیروز جنگ کی سفارش سے بادشاہی منصب دار ہوے - عاجز

کم سن ہي تھے کہ باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا - سایۂ پدري گیا تو کوئي سہارا نہ رہا - خوش قسمتي کہ نواب سیّد لشکر خاں المخاطب بہ رکن الدولہ نصیر جنگ نے، جو امراے آصفیہ سے تھے، ان کي پرورش اور تعلیم کا بیڑا اُٹھایا - فضلاے عصر سے درسي کتابیں پڑھیں - فارغ التحصیل ہونے کے بعد نواب موصوف کي رفاقت میں رہے - ان ہي کے ہم رکاب ہندوستان سے اورنگ آباد آکر ان کے توسل سے نواب آصف جاہ (سنہ ۱۱۳۷ تا ۱۱۶۱ ہجري) کي خدمت میں باریاب اور منصب و خطاب خاني و جاگیر سے سرفراز ہوے - ایک قول یہ بھي ہے کہ نواب ناصر جنگ شہید (سنہ ۱۱۶۱ تا سنہ ۱۱۶۴ ہجري) کے عہد میں خطاب و جاگیر مرحمت ہوي اور رسالے کي بخشي گري پر بھي سرفراز ہوے -

عاجز قناعت پسند اور غیور تھے - اپني ترقي کے لئے کبھي کسي سے استدعا نہیں کي - ان کي طبیعت کو شعر و شاعري سے قدرتي مناسبت تھي - مدت قلیل کي مشق سے اچھے شاعر بن گئے - تاریخ گوئي میں بھي اچھي مہارت تھي - ریختہ اور فارسي میں شعر کہتے تھے - دونوں زبانوں میں کلام شستہ اور صاف ہوتا تھا - ان کے فارسي اشعار کا نمونہ یہ ہے :—

سوخت یاد آں لب مي گوں دل بیتاب را
کشت آخر آتش یاقوت ایں سیماب را *

برق حسنت افگند در دل شرار آئینہ را
سایۂ خال تو سازد داغدار آئینہ را *

شور صور صبح محشر مي رسد عاجز بگوش
بے لب میگونِ یار از قلقل مینا مرا *

بزہد خشک نتواں یافت فیض عارفاں ہرگز
کجا کار شراب از نشۂ تریاک مي آید *

پس از ناصر علي عاجز گہر ریز سخن آمد
نکوے گر رود از دہر نیکو تر شود پیدا *

تا حریر خندہ اش از نکہت گل بافتند
طیلساں گریہ ام از آہ بلبل بافتند *

ریختہ کا یہ انداز ہے :-

ارے ناصح عبث کرتا نصیحت ترش رو ہوکر
کھٹائی کا مجھے پرہیز ہے مت بیچ اچار اپنا *

نو بہار آنے سے گل آیا ہے اي صیاد یاد
اب کریگا کیوں اسیروں کا دل نا شاد شاد *

گردن اپنی کرکے خم آیا ہوں اي قاتل شتاب
سر اٹھاکر آج بار خنجر فولاد لاد *

آئی بہار رنگ سے خوش ہے دماغ باغ
لیکر کھڑي ہے نرگس مخمور اياغ باغ *

عاجز بھي شمع آہ جلاتا ہے دشت میں
روشن اگر گلوں سے ہوا ہے چراغ باغ *

عاجز نے ریختہ میں ایک مثنوي بنام لعل و گوہر لکھي ہے - اِس کے چند اشعار یہ ہیں :-

الٰہي دے مجھے رنگیں بیاني * عطا کر مجھکو یاقوت معاني
سخن کے در کا مجھکو جوہري کر * سخن سنجوں کو میرا مشتري کر
سخن کا لال دے میري زباں کو * در معني سے بھر میرے بیاں کو
جنوں کے دشت کا بنکر بگولا * خرد کي راہ کو وحشت سے بھولا
غزالوں کي طرح سرگرم رم تھا * بیاباں اس کو گلزار ارم تھا
وہاں کي ریت ہیرے کي کني تھي * وہاں کے کانٹے بھالوں کي آني تھي
وہاں کي باد تھي شوریدہ صرصر * وہاں کي کنکري تھي مثل اخگر

سنہ ۱۱۷۷ ہجري میں عاجز ایسے سخت علیل ہوے کہ امید زیست منقطع ہوگئي - اپنے دوست مرزا معز الدین اصفہاني کو جو حیدر آباد میں مقیم تھے کہلا بھیجا کہ "اگر میں مرجاؤں تو میري تاریخ وفات کہدینا" مرزا نے از راہ ظرافت جواب دے بھیجا کہ "تم خود تاریخ کہنے میں اچھا ملکہ رکھتے ہو - دنیا چھوڑنے سے پہلے اپني تاریخ خود کیوں نہیں کہہ جاتے ؟" یہ سنکر عاجز مسکرائے اور وہیں اپنے نام اور تخلص کے اعداد

جمع کئے تو ایک عدد بڑھ گیا - کہا کہ اگر اگلے برس مروں تو بھي تاریخ کام آجاے اتفاق دیکھئے کہ اُنھیں صحت ہوگئي - اس کے بعد نانديڑ گئے اور دوسرے سال یعني سنه ۱۱۷۸ ہجري میں وہیں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوے -

تاریخ وفات یه هے 'عارف الدین خان عاجز' سنه ۱۱۷۸ ہجري

عاشق

عاشق تخلص - میر قاسم خاں نام - خواجه عبید الله خاں کے فرزند - اکبر آباد وطن - سال ولادت معلوم نہیں - ان کے والد' محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں صوبۂ مالوہ کے دیوان تھے - اس خدمت سے معزول ہوکر نواب آصف جاہ والي دکن (سنه ۱۱۳۷ تا سنه ۱۱۶۴ ہجري) کي خدمت میں پہنچے اور منصب جلیله پر سرفراز ہوے - عاشق اپنے والد کي رحلت کے بعد نواب موصوف کے موردِ عنایات بنے - میر سامانی کي خدمت پائي - ایک دن غصے میں اپنے کسي ملازم کو اتنا مارا که وہ مرگیا - اِس لئے آقا کے معتوب ہوکر معزول کر دئے گئے - آصف جاہ کے اِنتقال کے بعد نواب نظام الدوله ناصر جنگ شہید (سنه ۱۱۶۱ تا سنه ۱۱۶۴ ہجري) نے رحم کرکے اُن کو اپني مصاحبت میں لے لیا - مگر نواب امیر الممالک صلابت جنگ (سنه ۱۱۶۴ تا سنه ۱۱۷۵ ہجري) کے عہد کے دوسرے ہي سال یعني سنه ۱۱۶۵ ہجري میں اورنگ آباد سے دہلي چلے آے اور گوشه نشیني اختیار کي -

اُن کے کلام کا نمونه یه هے :—

ہر سال در بہار به کسب شرف جنوں
آید برهنه پا به طواف دماغ ما *
پیش من چوں مے نباشد میرم از درد خمار
شیشه چوں خالي شود پُر مي شود پیمانه ام *

بقول صاحب 'تذکرۂ محبوب الزمن' سنه ۱۱۸۱ هجري اور بقول مولف 'نتایج الافکار' بارهویں صدي ہجري کے اخیر میں انتقال کیا -

ایجاد

ایجاد تخلص مرزا علي نقي خاں نام - برھان پور مولد - فرزند احمد علي خاں المخاطب به نقد علي خاں - سال ولادت معلوم نہیں -

ایجاد کے والد شاہ سلیمان صفوي کے وزیر شیخ علي خاں کے عزیزوں میں سے تھے' جو شاہ سلیمان صفوي کا وزیر تھا - وہ نواب آصف جاہ کے عہد میں ھمدان سے دکن آئے اور نواب موصوف کے مصاحبوں کے زمرے میں داخل ھوے' حیدرآباد میں قیام کیا - آخر کار دیواني پر مامور ھوے -

ایجاد برھانپور میں پیدا ھوے - اپنے والد اور دیگر علماء سے درسي کتابیں پڑھیں - پھر اپنے والد کي وساطت سے نواب آصف جاہ کي خدمت میں باریاب ھوے اور سرکاري ملازمت میں داخل کرلئے گئے' مصاحبت کا بھي شرف بخشا گیا - سنہ ۱۱٦۴ھ میں ان کے والد کا انتقال ھوگیا تو اُن کا خطاب 'نقد علي خاں' اور عہدۂ دیواني ایجاد پر بحال ھوا -

ایجاد تحصیل علم کے بعد ہي شاعري کي طرف مائل ھوگئے - طبیعت بھي موزوں پائي تھي' اس پر باپ جیسے شفیق استاد کي توجہ' عرصۂ قلیل ہي میں اس فن میں اتنا عبور حاصل کیا کہ دکن کے مستثنٰی اور نامي شعرا میں شمار ھونے لگا -

ایجاد کے اشعار کا نمونہ یہ ھے :—

در ہر جگرے ہست خراش سخن ما
الماس تراش است تراش سخن ما *

بروي مشہد پروانہ شمع را دیدم
کہ چادرے زگل داغ مي کشید امشب *

طالعم برگشت و بخت انتظارم برنگشت
نامہ بر برگشت و خط برگشت و یارم برنگشت *

نفس در کش گر از بحر حقیقت گوهرے خواہی
به دریا چوں رود غواص دم در خویشتن دزدد *

چالاکي نگاه تو نازم که سوي من
دیدي چناں که چشم ترا ہم خبر نه شد *

ز کس چیزے گرفتن ہمتّم بس ننگ مي داند
کف دستم ز استغنا کجا رنگ حنا گیرد *

ایجاد کے سال وفات میں اختلاف ھے - مولف تذکرۂ نتایج الافکار نے اُن کي رحلت سنه ۱۱۸۹ ھ بتائي ھے - مولف تذکرۂ محبوب الزمن نے لکھا ھے که "آپ کا سنه رحلت کسي تذکرہ نویس نے نہیں لکھا مگر قرائن سے معلوم ھوتا ھے که سنه ۱۱۸۵ ہجري کے قریب فوت ھوے -" نواب غلام محمد غوث خاں بہادر المتخلص به اعظم نواب کرناٹک نے 'گلزار اعظم' میں یه ارشاد فرمایا ھے که "تذکرۂ مسمی به نتایج الافکار به نہایت فصاحت و بلاغت و درستي عبارت و صحت احوال و صداقت اقوال نگاشته و منت بر ناظراں گماشته چنانچه دریں سرکار به قالب طبع در آمدہ" اس بنا پر اور نیز دیگر قرائن سے ہمیں بھي نتایج الافکار سے اتفاق ھے -

واقف

واقف تخلص - شیخ نورالدین نام - قاضي امانت الله کے فرزند - قصبۂ بٹاله[۱] وطن - سال ولادت معلوم نہیں -

واقف کے اجداد قصبۂ بٹاله کے قاضي تھے - انھوں نے فارسي' عربي سے فارغ ھوکر سخن سنجي کي طرف توجه کي اور شیریں زبان شاعر ھوگئے - ان کے کلام میں بڑي سلاست اور فصاحت تھي - جیسا که ان کے اشعار سے معلوم ھوگا -

---

۱ بٹاله (بفتح باء موحدہ و تاے فوقانی هندی) بروزن حلاله قصبه ایست از توابع دار السلطنت لاهور به فاصلۂ سی کروہ (خزانه عامرہ) -

حاکم اور واقف دکن کي سير کے لئے پنجاب سے ہم رفيق ہوکر نکلے - ۲۱ رجب سنہ ۱۱۷۴ ہجري کو اورنگ آباد پہنچے اور مير غلام علي آزاد کے يہاں ايک ہفتہ مہمان رہ کر دونوں بندر سورت کو روانہ ہوے - حاکم تو بذريعۂ جہاز حرمين شريفين چلے گئے ليکن واقف امراض جسماني اور ناتواني کے باعث سورت ہي ميں پڑے رہے - جب حاکم حج سے فارغ ہوکر لوٹے تو دونوں صاحب سورت سے پھر اورنگ آباد آئے - چندے حيدرآباد ميں بھي قيام کيا - وہاں سے وطن کي طرف واپس ہوے - راستے ميں اورنگ آباد اور بالاپور کے درميان راہ زنوں نے دونوں کو لوٹ ليا - بڑي مشکل سے بالاپور برار پہنچے اور اِس واقعہ کي اطلاع مير غلام علي آزاد کو دي - اسي ضمن ميں واقف نے يہ رباعي بھي لکھي :—

کردند غريب غارتے راہ زناں
سر ماند و نہ ماند ہيچ چيز از ساماں *
بردند ہر آنچہ بود الا عينک
وامانده بجا ہميں دو چشم حيراں *

آزاد نے کچھ روپيہ بھيج ديا مگر کافي نہوا - کولھاپور پہنچکر پھر آزاد کو لکھا ' انہوں نے کافي رقم بھيجدي - جب کہيں جاکر دونوں صاحب اپنے وطن پہنچے -

من کلامہ :—

نہ کشد يار از غرور مرا
کشتني خويش شد ضرور مرا *
در نظر چوں سايۂ شمشاد مي آيد مرا
سر بہ پاے يار سودن ياد مي آيد مرا *
نو آمدم بہ دام تو زودم چہ مي کُشي
بگذار يک دو روز بہ کنج قفس مرا *
تا نمودي از مستي رنگيں دہان تنگ را
ساختي تاريک در چشمم جہانِ تنگ را *
خجل ز انجمنم شرمسار از چمنم
نہ عندليب نہ پروانہ کردہ اند مرا *

رسید یار و گریبانِ من درید و گزشت
بداد کوتہي دست من رسید و گزشت *

نے جیب من درید و نہ دامان من کشید
مارا دریں بہار نیامد بہ کار دست *

من نمي گویم کہ مجنوں باش در صحرا نشیں
شہر ہم بد نیست لیکن فارغ از دنیا نشیں *

جان من از خودي جدائي کُن
بندگي کردہٗ خدائي کُن *

تلاش وصل ایں سیمیں براں آخر گدایم کرد
شدم مفلس ز فکر کیمیا آہستہ آہستہ *

واقف نے سنہ ۱۱۹۵ ہجري میں انتقال کیا -

ذُکا

ذکا تخلص - میر اولاد محمد نام - فرزند میر غلام امام - بلگرام وطن - سال پیدایش سنہ ۱۱۵۱ ہجري - اُن کے والد اور میر غلام علي آزاد حقیقي بھائي تھے - یوں ذکا آزاد کے سگے بھتیجے ہیں - اِن ہي کي خواہش پر آزاد نے تذکرہٗ ' خزانۂ عامرہ ' لکھا تھا -

ضروري تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے محترم چچا کي طلب پر وطن سے اورنگ آباد گئے - پانچ سال ان کے زیر پرورش رہ کر تعلیم کي تکمیل کي - پھر وطن گئے اور دو سال کے بعد دکن لوٹ آئے - نواب میر نظام علي خاں بہادر آصف جاہ ثاني والي دکن (سنہ ۱۱۷۵ تا سنہ ۱۲۱۰ ہجري) کي خدمت میں باریاب ہوے اور منصب اور خطاب خاني پایا - بڑي عزت و آبرو سے زندگي بسر کي -

ذکا بڑے خوش گو شاعر تھے اور بڑے ذہین و سخن فہم بھي - آزاد سے تلمذ تھا - تاریخ گوئي میں اچھي مہارت تھي - فارسي اور ہندي دونوں میں شعر لکھتے تھے -

اُن کے فارسي اشعار کا نمونه يه هے :—

نام عالم آفريں سر حلقۂ عنوان ما
مد بسم الله خط پيشاني ديوان ما *

تمنا خاطر مجنون ہندوستاں ہمیں دارد
که ليلاے عرب آباد سازد محمل مارا *

معلوم شد که حسن بود مهربان عشق
ہر ذرّه را بزور کشد در بر آفتاب *

پنجه از شوخي بد امانت زدن دستور نيست
ورنه دست ما ضعيفاں ايں قدر کمزور نيست *

ہر شمع که آمد بنظر چشم ترے داشت
سوز دل پروانه قيامت اثرے داشت *

ہمیں خيال به دل بار بار مي آيد
که بے تو زندگي من چه کار مي آيد *

ہزار مرتبه کفارۂ گناه دهد
به سہو گر گذرش برمقام ما افتد *

گزشت آن تند خو مانند ناوک از کنار من
تهي گرديد آخر چوں کماں حلقه آغوشم *

ہندي اشعار کا نمونه يه هے :—

فغاں سے ايک دم تو باغ میں خاموش رہ بلبل
نہیں سنتي کہا - کيا روز آيا هے خرابي کا *

غم اب مختار هے دل چھوڑ ديوے خواه لے جاوے
پر اتنا چاهتا هوں پھر خدا يه دن نه دکھلاوے *

رها گر آستاں پر آکے میں حسن عقيدت سے
تکلف برطرف سرکار کا کيا اس میں نقصاں هے *

لگے کيونکر نه دل کنج قفس میں عندليبوں کا
جہاں میں آج کل آباد گر کچھ هے تو زنداں هے *

ذکا کي رحلت کے متعلق بھي مختلف روايتيں ہيں - مؤلف 'محبوب الزمن' نے لکھا ھے کہ "آپ کي رحلت تيرھويں صدي ہجري کے اوائل ميں بہ اختلاف روايات سنہ ۱۲۰۵ ہجري يا سنہ ۱۲۰۸ ہجري ميں ھوي" - 'نتايج الافکار' کے مؤلف کہتے ہيں کہ ذکا تيرھويں صدي کے اوائل ميں فوت ھوے -

فصل سوم

فارسي گو شعرا جو دکن میں پیدا ہوے

سلطان محمود شاہ بہمنی

تخلص معلوم نہیں، شاید محمود ہي ہوگا - سال ولادت کا بھي پتہ نہیں چلا - (سلطان) محمود شاہ بہمني نام - فرزند سلطان علاء الدین بہمني - اپنے بھائي داؤد شاہ بہمني (سنہ ۷۷۹ تا سنہ ۷۸۰ ہجري) کي شہادت کے بعد مسند آراے سلطنت دکن ہوے - یہ بادشاہ نہایت عادل - نیک نفس - خوش خُلق - پابند شرع - متقي تھا - انھوں نے گلبرگہ شریف، بیدر، قندھار، ایلچپور، دولت آباد، جنیروابل اور شہروں میں، یہاں تک کہ قصبات میں بھي اپنے خرچ سے یتیموں کے لئے استاد مقرّر فرماے - حدیث شریف سے ذوق تھا، محدثین کے لئے وظائف جاري کئے - نابیناؤں کي ماھواري تنخواہیں مقرر کیں اور اس میں ایسي فیاضي سے کام لیا کہ اکثر لوگ اندھے بنکر تنخواہ لے جاتے تھے اور چشم پوشي کي جاتي تھي -

خود صاحب علم تھے - فارسي اور عربي میں فصاحت کیساتھ گفتگو کرتے تھے - قرآن مجید خوش الحاني سے پڑھتے تھے - خوش نویس تھے، اچھے شاعر تھے اور شعرا کے ایسے قدرداں کہ عجم و عرب کے شعرا آتے اور اُن کے خوان فیض سے سیر ہوکر جاتے تھے - چنانچہ ایک عجمي شاعر میر فیض اللہ انجو، صدر دولت بہمنیہ کي وساطت سے آستاں بوس شاھي ھوا - اُس نے ایک قصیدہ پیش کیا - جس کے صلے میں اُس کو ایک ہزار تنگہ (تنگہ = ایک تولہ طلا) عطا فرماے گئے - یہي عطیات تھے جن کي شہرت دور و نزدیک پھیلي ھوي تھي - غالباً ان ہي کو سن کر خواجہ حافظ شیرازي علیہ الرحمہ نے بھي دکن آنے کا قصد کیا، مگر بعض موانع ایسے پیش آے کہ نہ آسکے - میر فیض اللہ انجو کو جب یہ کیفیت معلوم ھوي تو

انہوں نے خواجہ کو سفر خرچ بھیجا - وطن سے نکلے تو معلوم ہوا کہ ان کے ایک دوست کا مال لٹ گیا اور وہ مفلوک الحال ہیں - خواجہ کے پاس جو کچھ تھا وہ اُن کو دے دیا اور خود خواجہ زین العابدین ہمدانی اور خواجہ محمود گازرونی (جو بڑے تاجر تھے) کے ہمراہ دکن آنے کا قصد کیا - دونوں نے ان کے اخراجات کا بار اپنے ذمے لیا - یوں وہ بندر ہرموز پہنچے، جہاں سلطان محمود کی کشتیاں خواجہ حافظ کو لانے کے لئے آئی ہوی تھیں - کشتی تھوڑی ہی دور دریا میں گئی تھی کہ باد مخالف چلنے لگی - خواجہ سخت پریشان ہوے اور یہ بہانہ کر کے کہ "میں ہرموز کے چند دوستوں سے رخصت نہیں ہوا، ان سے مل لوں تو چلوں" کشتی کو کنارے لگوایا اور اتر کر پھر شیراز واپس چلے گئے اور ایک غزل لکھ کر اپنے کسی دوست کی معرفت میر انجو کو بھیج دی - جس کا مطلع یہ ہے :-

دمے باغم بسر بردن جہاں یکسر نمی ارزد
بہ مے بفروش دلق خود کزیں بہتر نمی ارزد *

میر فیض اللہ نے یہ غزل بادشاہ کی خدمت میں پیش کرکے تمام کیفیت عرض کردی - اب سلطان کی قدردانی اور قدر افزائی قابل دید ہے کہ انہوں نے فرمایا "جب خواجہ ہمارے پاس آنے کی غرض سے چل پڑے تھے تو ہم پر ان کی امداد واجب ہوگئی" ملا محمد قاسم مشہدی کو حکم دیا کہ ایک ہزار تنکہ طلائی لے کر ہندوستان کی نادر چیزیں خریدیں اور شیراز جاکر ہماری طرف سے خواجہ کو دے آئیں -

سلطان محمود شاہ کے کلام کا یہ نمونہ ہے :-

آنجا کہ لطف دوست دہد منصب مراد
بخت سیاہ و طالع میموں برابر است *

عافیت در سینہ کار خون فاسد می کند
رخصتے ای دل کہ از الماس نشتر می خورم *

خضر بد سوداست در بیع متاع عافیت

می روم این جنس را از جاے دیگر می خرم *

اس بادشاہ عادل و باذل نے بتاریخ ۲۱ رجب سنہ ۷۹۹ ہجري بعارضۂ تپ محرقہ قضا کي -

فیروزي

فیروزي تخلص - فیروز خاں نام - خطاب فیروز شاہ بہمني ' فرزند داؤد شاہ بہمني - سال ولادت سنہ ۷۷۰ ہجري - اپنے نامور باپ کي شہادت کے وقت جو سنہ ۷۷۰ ہجري میں واقع ہوي ' سات سال کے تھے - سنہ ۸۰۰ ہجري میں تاج و تخت دکن کے مالک ہوے - خاندان بہمنیہ میں شان و شوکت ' رعایا پروري ' غربا نوازي کے لحاظ سے سب بادشاہوں سے ممتاز تھے -

تخت نشیں ہوکر اپنے بھائي احمد خان کو خان خاناں کا خطاب دے کر امیر الامرا بنایا - ان ہي کے عہد میں حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد حسیني گیسو دراز قدس سرہ العزیز دہلي سے تشریف فرماے گلبرگہ ہوے تھے - احمد خاں خان خاناں نے آپ کے لئے ایک خانقاہ بنوادي تھي - اسي میں آپ فروکش ہوے تھے - خان خاناں اکثر آپکي خدمت مبارک میں حاضر ہوا کرتے اور فیض ظاہري و باطني حاصل کرتے تھے - سنہ ۸۱۰ ہجري میں سلطان فیروز شاہ نے اپنے فرزند حسن خاں کو ولي عہد بناکر حضرت کي خدمت میں دعاے خیر کے لئے بھیجا - آپ نے کہلا بھیجا کہ " جب تم نے اس کو بادشاہي دے دي تو پھر فقیر کي دعا کي کیا حاجت ہے " سلطان کي طرف سے اصرار ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ " عالم بالا سے یہ فیصلہ ہوچکا ہے کہ تمہارے بعد تمہارا بھائي تخت نشیں ہو - اس صورت میں کسي اور کے حق میں دعا کرني بیکار ہے " - چنانچہ حضرت کي پیشیں گوئي صادق آئي ' اور وہ اِس طرح کہ فیروز شاہ سخت علیل ہوے اور اپنے بھائي کو اپنا

جانشین بنادیا اور دس دن کے بعد جان بحق تسلیم ہوے - آخر خان خاناں ہی بادشاہ بنے -

فیروز شاہ بڑے عالم وفاضل، علم پرور، عادل، عاقل، مدبر، فیاض اور متشرع بادشاہ تھے - دن بھر میں جب فرصت پاتے، ایک ربع جز وکلام مجید لکھتے اور اس کو فروخت کرکے بسر اوقات کرتے - ہر شب دو پہر رات تک علما، مشایخ، شعرا، قصہ خواں، افسانہ گو اور خوش طبع لوگوں سے ہمکلام رہتے اور ان سے مساویانہ اور برادرانہ سلوک کرتے تھے - اکثر ممالک کے اہل کمال ان کے یہاں جمع تھے اور ان کے خوان فیض سے بہرہ اندوز ہوا کرتے تھے - خود سلطان بہت سی زبانوں کے ماہر تھے - ہر ملک کے باشندوں سے ان ہی کی زبان میں گفتگو کرتے تھے - قوت حافظہ اس بلا کی تھی کہ جو بات ایک یا دو دفعہ سن لیتے پھر کبھی نہیں بھولتے تھے - اکثر علوم بالخصوص تفسیر، اصول، حکمت طبعی و نظری میں دستگاہ کامل حاصل تھی - ہر ہفتے میں تین دن سنیچر، پیر اور بدھ طلبا کو پڑھانے کے لئے مخصوص تھے - اگر دن میں فرصت نہ ملتی تو رات کو وقت نکالتے - حضرات صوفیۂ صافیہ کے اصطلاحات و مقامات و حالات سے خوب واقف تھے - بہت اچھے شاعر تھے - کبھی عروجی اور کبھی فیروزی تخلص کرتے تھے - طبیعت میں دقت پسندی اور مضمون آفرینی تھی، جیسا کہ ذیل کے چند اشعار سے معلوم ہوتا ہے :—

بداں مثابہ ز غم دہر بردلم تنگ است
که دل به لذت سوداے عشق در جنگ است *

گل امید شگفت از نسیم وعدہ ولے
ز آفتاب غم انتظار بیرنگ است *

به قطع راہ محبت مخور فریب امید
که غایت ابدش ابتداے فرسنگ است *

بجز سرود محبت نکرد زمزمه نے
که ہرچه خارج ایں پردہ ننگ آہنگ است *

دلے به سینه لبا لب ز دوستي دارم
که پیش اهل جهاں بے بہا تراز سنگ است *
دماغ طبع عروجي چه دلکشا چمني است
چمن نگوي که آن آسمانِ فرهنگ است *
کرشمه جنبش آموز است مژگان درازش را
ستم کرد است واجب هر زماں تعلیم نازش را *
محبت چاک بر دل مي زند هرگه که در بندي
بخود مخصوص مي بینم تغافل هاے نازش را *
مباد آسیب نقصاں یا بد از سوز دلم تارے
بدل چوں ره دهم اندیشهٔ زلف درازش را *

رباعي

در آتش هرزه فکر زائل نکني * اندیشه بهر خیال مائل نکني
این نقد خزینهٔ دماغ است بگوش * تا صرف بجنس هاے باطل نکني

آخر سنه ۸۲۵ هجري میں ملک بقا کي راه لي -

وفائي

وفائي تخلص - اسمٰعیل عادل شاه نام - فرزند یوسف عادل شاه - کم سني میں باپ کے انتقال کے بعد تخت نشیں هوے - باپ کي وصیت کے موافق اور سلطنت کي نگراني کمال خاں دکني کے تفویض کي گئي - ابتدا میں اُس نے ریاست کي خیر خواهي کي - مگر کچھ دنوں کے بعد کمال نمک حرامي سے خود بادشاه بننے کي تدبیریں کرنے لگا - کم سن فرماں روا کي والده پونجي خاتون نے یه حال دیکھ کر اس کو یوسف ترک کے هاتھ سے قتل کرادیا - اس کے بعد اسمعیل عادل شاه نے طمانیت کے ساتھ حکمراني کي -

یه بادشاه بڑا حلیم و کریم و سخي تها - علما' فضلا اور شعرا کو همیشه اپني صحبت میں بلاتا اور اُن کے ساتھ اچها سلوک کرتا -

موسیقی اور شاعری میں ید طولی رکھتا تھا - جیسا کہ اس کے مندرجۂ ذیل اشعار سے ظاہر ہے :—

دل خوبان ز قید مہر آزاد است پنداری
مدار دلبری بر جور و بیداد است پنداری *
مرا صد محنت از عشق تو بر دل میرود ہردم
دل ویران عاشق محنت آباد است پنداری *
ز ہجرت آتشی دارم بہ دل کز بہر تسکینش
نصیحت ہای سرد زاہداں باد است پنداری *
ز عشق قامتت سرو سہی را ماند پادر گل
دلش صد پارہ و زبار دل آزاد است پنداری *
دل ریش وفائی آنچناں خو کردہ با تیرش
کہ پیکانش بجای مرہم افتاد است پنداری *

شب ہجر جز گریہ کارے ندارم * بجز دیدۂ اشکبارے ندارم
شبے نگزرد کز فراق تو چوں شمع * پر از اشک حسرت کنارے نہ دارم
من و عشق و رندی و کوی ملامت * براہ سلامت گزارے ندارم
ازاں باغمش خو گرفتم وفائی * کہ غیر از غمش غمگسارے ندارم
دل بہ زلفش حکایتے دارد * از شب غم شکایتے دارد
تا کے آزار اہل دل طلبی * بے وفائی نہایتے دارد
غم دل میخورم ز غصہ کہ یار * با رقیباں عنایتے دارد
دل سختش ز آہ من شد نرم * آہِ عاشق سرایتے دارد
ای وفائی منال از ستمش * کہ ستم نیز غایتے دارد

پچیس سال حکومت کرنے کے بعد سنہ ۹۴۱ ہجری میں احکم الحاکمین کا حکم آپہنچا اور انہوں نے حیات مستعار واپس سپرد کردی -

جمشید

جمشید تخلص - جمشید خاں نام - جمشید قطب شاہ خطاب شاہی - فرزند قطب الملک سلطان قلی قطب شاہ -

سنہ ۹۵۰ ہجری میں جمشید نے میر محمود ہمدانی کے ہاتھ سے اپنے باپ کو قتل کرا دیا - واقعہ یوں ہے کہ ایک روز قطب الملک سلطان قلی قطب شاہ (سنہ ۹۱۸ تا سنہ ۹۵۰ ہجری) قلعۂ گولکنڈہ کی جامع مسجد میں عصر کی نماز پڑھ رہا تھا - میر محمود نے عین حالت نماز میں قتل کر ڈالا - جمشید خاں اسیر تھا - اس کو فوراً رہا کر دیا - اس کے بعد بعض مفسدوں سے ساز باز کرکے قطب الملک کے بڑے بیٹے ملک زادہ قطب الدین کو اندھا کرا دیا اور جمشید خاں تخت نشیں ہوا - یہ بادشاہ صاحب علم و فضل اور شاعر تھا - یہ دو شعر جمشید کے ہیں :—

کاکل و چین زلف و خال لبت
ہر یکے در کمال رعنائی *
جا سر زلف تو سودائے سیاہے دارم
ایں چہ سود است کہ با زلف چو شام است مرا *

سنہ ۹۵۷ ہجری میں سات سال اور چند ماہ کی حکومت کے بعد مرض سرطان سے انتقال کیا اور اپنے ہی مقتول باپ کے مقبرے کے پاس سپرد خاک کیا گیا -

صادق

صادق تخلص - مرزا صادق نام - والد کا نام اور سال ولادت معلوم نہیں - سلطنت نظام شاہی میں منجملہ اور فضلا کے مرزا صادق بھی تھے - بہ لحاظ علم و دانش برگزیدہ اور فن انشا و شاعری میں چیدہ تھے - کلام کا نمونہ ان رباعیوں سے معلوم ہوگا :—

رباعی

من مصحف اقدس مقدس کیشم
من ہیکل علوی قضا اندیشم *
خواہی ز زمانہ چشم زخمت نہ رسد
تعویذ تو ام ' جدا مکن از خویشم *
ای روشنی چشم ز ہجراں بیدار
ای وصل تو مرہم دروں افگار *

از ہجران تو بیقرار است دلم
یک لحظہ کنار خاطرم گیر قرار *

ایک نمک حرام مرزا خاں نامي نے بد خواہي اور خود غرضي سے میراں حسین نظام شاہ ثاني کو سنہ ۹۹۶ ہجري میں قتل کروایا - حبشیوں اور دکنیوں نے بسر کردگي جمال خاں اس کور نمک کا کام تمام کردیا اور قلعے میں گھس کر اہل قلعہ کو تلوار کے گھاٹ اتارا - بے گناہ مقتولوں میں مرزا صادق بھي تھے -

فہیمي

فہیمي تخلص - ان کا نام و سال ولادت وغیرہ معلوم نہوسکا -

ابراہیم عادل شاہ والي بیجاپور کے عہد کے شاعر ہیں - خواجہ سعد الدین شیرازي ' المخاطب بہ شہنواز خاں بادشاہ کے مقرب اور وکیل تھے - فہیمي پر ان کي بڑي عنایت تھي - فہیمي بھي ہمیشہ ان کي خیر مناتے رہتے تھے - سنہ ۱۰۱۰ ہجري میں شہنواز خاں کے بیٹا ہوا - علاء الدولہ اس کا نام رکھا گیا - فہیمي نے اس موقع پر ایک طولاني قصیدہ لکھا جس کے چند اشعار یہ ہیں :—

شگفتہ روئي ایں نو گل جہاں افروز
چمن چمن گل عشرت ببوستاں آورد *

ہزارو دہ بود از سال ہجرت نبوي
چنیں شمار حکیم حساب داں آورد *

مسافرے ز دیار جلال و جاہ رسید
کہ بخت و دولتش از بہر ارمغاں آورد *

ز بہر زائچۂ طالع ہما یونش
مہندس فلکي کلک درمیاں آورد *

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فہیمي سنہ ۱۰۱۰ ہجري تک زندہ تھے - سال وفات معلوم نہیں -

آفتاب

آفتاب تخلص - میر احمد خاں نام - نظام الدولہ ناصر جنگ خطاب - نواب آصف جاہ نظام الملک والي حیدر آباد کے دوسرے فرزند - سال ولادت معلوم نہیں -

سنہ ۱۱۶۱ ہجري میں اپنے والد کے انتقال کے بعد مسند نشیں ہوکر برہان پور سے اورنگ آباد تشریف فرما ہوے - یکایک احمد شاہ بادشاہ دہلي نے کسي امر سلطنت کے انتظام کے لئے آپ کو طلب فرمایا - اگرچہ ملک میں بعض باغیوں نے بے طرح سر اٹھایا تھا مگر حکم شاہي کے موافق آپ مع خدم و حشم روانہ ہوے - دریاے نربداہي تک پہنچنے پاے تھے کہ فرمان شاہي ملا کہ " آپ کے آنے کي ضرورت نہیں ھے " - اِس لئے اورنگ آباد واپس ہوگئے -

ہدایت محي الدین خاں المخاطب بہ مظفر جنگ (دختر زادۂ نواب آصف جاہ) ناظم رائچور کي شورش کي خبریں آنے لگیں - حسین دوست خاں نایطي عرف چندا صاحب نے ہدایت محي الدین خاں کے ساتھ ساز باز کرکے ارکات پر قبضہ کرلینے کا ارادہ کیا اور فرانسیسوں کي مدد سے نواب سراج الدولہ انور الدین خاں بہادر شہامت جنگ پر' جو ناظم ارکات تھے' حملہ آور ہوا - میدان جنگ میں نواب انور الدین خاں جوہر شجاعت دکھاکر شہید ہوگئے - اس واقعے کي اطلاع نواب ناصر جنگ کو ملي تو ان کے اور فرانسیسوں کے درمیان جنگ چھڑ گئي' نواب صاحب نے فتح پائي - ہدایت محي الدین خاں گرفتار ہوے - چونکہ فرانسیسي خیرگي اور شورش پر اترے ہوے تھے' ان بد کیشوں کي تنبیہ کے لئے فوج کا ایک دستہ معین کرکے نواب ناصر جنگ ارکات کي طرف روانہ ہوے - اسي اثنا میں فرانسیسوں نے چنجي کا قلعہ فتح کرلیا - اس واقعے سے نواب ناصر جنگ کو سخت ملال ہوا اور با وجود کثرت بارش آپ نے چنجي کا رخ کیا - کرناٹک کے علاقے کے افغان سرداروں نے نمک خواري کا پاس نہ کرکے

ملک و مال کی حرص سے خفیہ طور پر فرانسیسوں کی حمایت کی اور نواب کو شہید کر ڈالا - لاش اورنگ آباد بھیجی گئی اور حضرت شاہ برہان الدین غریب قدس سرہ العزیز کے مزار مبارک کے پاس اپنے والد کی قبر کے پہلو میں مدفون ہوے -

نواب ناصر جنگ اچھے شاعر تھے - فن شعر میں آزاد بلگرامی سے تلمذ تھا - ایک ضخیم دیوان آپ نے یاد گار چھوڑا - اشعار ذیل بطور نمونہ ملاحظہ ہوں :-

گر خضر کرد صرفہ ز اسکندر آب خویش
خضر خط تو آب بقا می دہد مرا *
دل بہ دست خال او دادن خطاست
سازم از زنگی نہاں آئینہ را *
می کند سحر در علاج دلم
نرگس یار گرچہ بیمار است *
موسم پیری است می باید عصا
دست ما در گردن مینا خوش است *
در محفل سپہر ندیدیم امتیاز
بر آفتاب و ماہ زحل را تقدم است *
اگر بوے آں گل صبا می رساند
بہ زخم دل ما دوا می رساند *
فلک گرچہ دارد تلاش جدائی
بہم دوستاں را خدا می رساند *
ابر دریا دل بدست گوہر افشاں می رسد
اي صدف دامن کشا کارت بہ ساماں می رسد *

نواب ناصر جنگ کی تاریخ شہادت میر آزاد بلگرامی نے یہ لکھی ہے :-

نواب عدل گستر عالی جناب رفت
فرصت نہ داد تیغ حوادث شتاب رفت *

در ہفدہم ز ماہ محرم شہید شد
تاریخ گفت نوحہ گرے " آفتاب رفت " *
۱۱۶۴ ہجری

رسا

رسا تخلص - جان مرزا نام - مرزا خاں خطاب - فرزند سید میر جان - حیدر آباد مولد - سال ولادت معلوم نہیں - رسا کے اجداد ہمدان کے رہنے والے اور سادات حسینی میں سے تھے - ان کے اجداد میں سے ایک صاحب میر شاہ طاہر نام شہنشاہ اکبر (سنہ ۹۶۳ تا سنہ ۱۰۱۴ ھ) کے عہد میں ہندوستان آے - بادشاہ نے بڑی عزت و توقیر کی اور چند مواضع بطور جاگیر عطا کئے - پھر وہ دکن آے - سلاطین دکن نے ان کی ایسی خاطر داشت کی کہ وہ یہیں کے ہو رہے -

رسا کے والد میر جان بھی زیور علم و فن سے آراستہ تھے - شہنشاہ عالم گیر کے زمانے میں اُنھیں اچھے اچھے مناصب پر سرفراز کیا گیا اور انھوں نے بھی شایستہ خدمتیں کیں -

رسا کی ولادت بلدۂ حیدر آباد میں واقع ہوی - نواب آصف جاہ (سنہ ۱۱۳۷ تا سنہ ۱۱۶۱ ھ) کے لشکر میں تعلیم پائی - اپنے والد ہی سے درسی کتابیں پڑھیں اور ایسی قابلیت حاصل کی کہ قلیل مدت میں نواب موصوف کے مصاحب ہوگئے اور آخر عہد میں دار الانشا کے میر منشی بھی مقرر کئے گئے -

بہت خوش خلق تھے' اس لئے شہر بھر کے محبوب تھے - نواب کے ہم رکاب دہلی ہو آئے تھے اور وہاں کے مشہور شعرا سے خوب ملاقاتیں رہی تھیں - خود اچھے سخن سنج اور سخن فہم تھے - اُن کے کلام کا انداز یہ ہے :-

از غم ہر کس بہ دل فریاد می آید مرا
شیشہ ہر جا بشکند دل یاد می آید مرا *

رحم کن اي باغباں گلدستۂ پیش من میار
مجمع یاراں رنگیں یاد می آید مرا *
در سرا پردۂ دل ہر نفس آوازے ہست
کہ دریں خانہ نہاں خانہ بر اندازے ہست *
خود راز تنگي قفس آزاد مي کنم
ایں مشت پر تواضع صیاد مي کنم *
نہ رسم اگر بہ بزمش ز ہجوم نا رسائي
بہ خیال آستانش من و مشق جبہہ سائي *
کہ برد پیام مارا بحریم خوش نگاہاں
رقمے نمودہ آہم دو سہ مصرع ہوائي *

سنہ ۱۱۷۴ ہجري میں بمقام حیدر آباد وفات پائي آزاد بلگرامي نے تاریخ کہي :—

شیرازۂ نظم میرزا خاں * ہم نثر بہ فکر او مباہي
تاریخ وفات او خرد گفت * پیوست برحمت الہي
۱۱۷۴ ھ

جرأت

جرأت تخلص - میر محمد ہاشم نام - موسوي خاں اور معز الدولہ خطاب - فرزند میر محمد شفیع - اورنگ آباد مولد - سال ولادت سنہ ۱۰۸۸ ہجري ھے -

ان کے والد اور دادا شہنشاہ عالم گیر کے عہد میں ہندوستان آئے - دونوں کو شاہي ملازمتیں مل گئیں - کچھ دنوں کے بعد بسلسلۂ ملازمت اورنگ آباد تبدیل ھوے - یہیں توطن اختیار کرلیا - اسي شہر میں جرأت پیدا ھوے ' اپنے والد ہي سے تحصیل علم کی -

امیر الامرا سید حسین علي خاں کا عروج ھوا تو اُن تک رسائي ھوي اور انھوں نے دھارور ضلع اورنگ آباد کا قلعہ دار مقرر کردیا - سنہ ۱۱۳۱ ہجري میں امیر الامرا دہلي گئے تو جرأت بھي ہم رکاب

تھے - جب طبقۂ سادات کا زوال ہوا تو جرأت کي عمر ۴۵ برس کي تھي - اس کے بعد سے آخر عمر تک وہ نواب آصف جاہ اؤر آپ کے جانشینوں کي سرکار میں دار الانشا کي میر منشي گري اؤر دیگر معزز عہدوں پر ممتاز رھے - اسي اثنا میں معز الدولہ کا خطاب بھي پایا -

نظم و نثر میں ان کا پایہ اتنا بلند تھا کہ جب وہ آصف جاہ کے ہمرکاب محمد شاہي دربار میں باریاب ہوے تو نواب ممدوح نے ان الفاظ کے ساتھ اُن کي تقریب کي کہ "موسوي خاں اس زمانے کے ابو الفضل ہیں" -

زمانۂ قیام دہلي میں جرأت، وہاں کے علما سے ملے اؤر اُن سے استفادہ کیا - ان کے کلام کا یہ نمونہ ھے :—

جاں از خیال حسن تو ہمدوش آفتاب
یادت بدل چو نور در آغوش آفتاب *
در یاد خدا باش کہ کارے بہ ازیں نیست
سیاحي دل کن کہ دیارے بہ ازیں نیست *
بے بہار خلق شہرت با ھنر دمساز نیست
نگہت گل بے شگفتن قابل پرواز نیست *
شب کہ در بزم چمن ساز طرب آمادہ بود
دانۂ انگور قندیل چراغ بادہ بود *
فارغ از ہر دو جہاں بندۂ احسان توام
سرو آزادم و پابند گلستانِ توام *
خط دمید است ز لعل نمکینش عجب است
کز نمک زار نہ رست است گیاھے گاھے *

سنہ ۱۱۷۵ ہجري میں بمقام اورنگ آباد انتقال کیا اؤر وھیں مدفون ہوے - آزاد بلگرامي نے تاریخ رحلت کہي :—

موسوي خاں ز کلک گوھر بار * آبرو داد شعر و انشا را
گفت تاریخ رحلتش آزاد * کرد جرأت وداع دنیا را
۱۱۷۵ ھ

مولانا سید قمر الدین

سید قمر الدین نام - تخلص معلوم نہ ہوا - غالباً تخلص رکھا ہی نہیں - فرزند سید منیب اللہ - اورنگ آباد مولد - سنہ ۱۱۲۳ ہجری میں پیدا ہوے -

آپ کے آباے کرام خجند کے سادات سے تھے - ان میں سے ایک صاحب' سید ظہیر الدین نام سب سے پہلے خجند سے ہندوستان وارد ہوے اور امین آباد مضافات لاہور میں سکونت اختیار کی - اُن کے پوتے سید محمد فرزند سید عنایت اللہ امین آباد سے دکن آئے اور شیخ مظفر برہانپوری کے ہاتھ پر بیعت کی (شیخ مظفر شیخ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے تھے اور طریقۂ نقشبندیہ رکھتے تھے) اس طریقے میں آپ نے اتنی ترقی کی کہ آپ کا شمار اولیاء اللہ میں ہوتا ہے - اس نواح میں آکر آپ بالاپور علاقۂ برار میں مقیم ہوے اور طالبان حق کی رہ نمائی فرمائی - آپ نے سنہ ۱۱۱۷ ہجری میں وفات پائی - تاریخ وصال 'شمع بہشت' ہے -
۱۷ ھ ۱۱

سید محمد صاحب کے فرزند سید منیب اللہ صاحب ہیں - آپ اپنے والد ماجد کے سجادہ نشیں ہوے اور بالاپور سے اورنگ آباد منتقل ہو آئے اور وہیں سنہ ۱۱۶۱ ھ میں انتقال فرمایا - تاریخ وفات 'متوجہ بہشت' ہے -
۶۱ ھ ۱۱

مولانا سید قمر الدین صاحب نے کم سنی ہی میں قرآن مجید حفظ کیا اور علماے اورنگ آباد کی خدمت میں درسی کتابیں پڑھیں - اپنی خدا داد ذکاوت سے مختلف علوم خصوصاً حکمت و تصوف میں بڑا کمال پیدا کیا - آپ کی تصنیف 'مظہر النور' جو مسئلۂ واجب الوجود پر سنہ ۱۱۶۴ ھ میں لکھی تھی' آپ کے علم و کمال کی شاہد ہے - زھد و تقوی اور معرفت الہی میں اپنے فضل و کمال سے کچھ

زیادہ ہی تھے - طریقۂ نقشبندیہ میں اپنے والد ماجد سے بیعت رکھتے تھے -

سنہ ۱۱۵۵ ہجری میں دہلي گئے اور وھاں کے علما و مشائخ سے ملاقات کي - چودہ مہینوں کے بعد حضرت مجدد الف ثاني رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کي زیارت کے لئے سرہند گئے اور وھاں سے لاہور - ہر جگہ مشائخ و علما سے مل کر پھر دہلي آئے اور کچھہ روز وھاں مقیم رھکر اورنگ آباد واپس آگئے - ۱۱۷۴ ہجري میں حرمین شریفین روانہ ھوے - پہلے مدینۂ طیبہ میں حاضر ھوے - پھر بیت اللہ شریف گئے اور حج سے مشرف ھوے - مدینۂ طیبہ اور مکۂ معظمہ کے سربر آوردہ لوگوں نے آپ کي بڑي تعظیم و تکریم کي - سنہ ۱۱۷۵ ھ میں اورنگ آباد مراجعت فرمائي -

صاحب 'خزانۂ عامرہ' نے لکھا ھے کہ آپ کي طبیعت موزوں تھي - اس لئے کبھي کبھي شعر کہہ لیا کرتے تھے - لیکن آپ کي شان شاعري سے بہت ارفع تھي -

کلام کا نمونہ یہ ھے :-

لقمۂ دوناں رساند در گلوے خویشتن
شست اول ہر کہ دست از آبروے خویشتن *
مشت خاکم دست و داماں تو شد
در نیفشاني فتد بر پاے تو *
دنیا زن است و طالب آں ہم مؤنث است
زین وجہ روز مرد خدا در قفا کند *

آپ نے اپنے حج کي یہ تاریخ کہي :-

احرام حرم ز ہند بستم * گشتم ز طواف کعبہ مسرور
بخشید بمن ہزار نعمت * ایں خانہ ہمیشہ باد معمور
از دولت روضۂ مقدس * دل یافت سرور و دیدہ ھا نور
حج مبرور سعي مشکور * وارد شدہ در دعاے ماثور
۱۱۷۴ ھ
گیرند اگر دوجیم تشدید * تاریخ شود دعاے مذکور

آپ کي رحلت کا سال معلوم نہوا - چونکہ حج سے فارغ ہوکر آپ سنہ ۱۱۷۵ ہجري میں اورنگ آباد واپس ہوے' اس سے ظاہر ہوتا ھے کہ آپ اس (سنہ ۱۱۷۵ ہجري) تک زندہ تھے - یہي وجہ ھے کہ ہم نے ان کا ذکر جرأت (المتوفي سنہ ۱۱۷۰ ھ) کے بعد کیا ھے -

صارم

صارم تخلص - میر عبد الحي نام - صمصام الدولہ' صمصام الملک خطاب - فرزند نواب صمصام الدولہ شہنواز خاں شہید - اورنگ آباد مولد - سنہ ۱۱۴۲ ہجري سال تولد ھے -

ان کے والد نواب نظام الدولہ ناصر جنگ والي حیدر آباد دکن (سنہ ۱۱۶۱ تا سنہ ۱۱۶۴ ھ) کے دیوان تھے اور سنہ ۱۱۷۱ ہجري میں شہید ہوے -

صارم نے فضلاے عصر سے عربي اور فارسي تحصیل کي - پھر ملازم ہوگئے - سنہ ۱۱۶۲ ھ میں خطاب خاني اور منصب نیز صوبۂ برار کي دیواني عطا ہوي - رفتہ رفتہ اورنگ آباد کي نظامت اور دولت آباد کي قلعہ داري پر سرفراز ہوے اور صمصام الدولہ کا خطاب مرحمت ہوا - نواب میر نظام علي خاں والي دکن (سنہ ۱۱۷۵ تا سنہ ۱۲۱۸ ھ) کے عہد میں خطاب صمصام الملک اور دکن کي دیواني پائي -

صارم زبردست شاعر تھے - طبیعت میں مضمون آفریني تھي - پہلے وقار تخلص کرتے تھے' بعد کو ' صارم ' اختیار کیا - فارسي اور ہندي دونوں میں شعر کہتے تھے -

اُن کے چند فارسي اشعار یہ ہیں :-

به سیر باغ چو آں مي پرست برخیزد
گل از چمن کده ساغر بدست برخیزد *
سخن بقدر ضرورت بود بزرگاں را
که جز جواب نگردد صدا ز کوه بلند *

بر خاطر تو راز دو عالم شود عیاں
پیش نگاہ تست اگر دوربین دل *
بہ گلشنی کہ تو سر منشأ طرب باشي
چہ لازم است کہ چوں غنچہ بستہ لب باشي *
بہ انتظار تو آراستیم خانۂ چشم
چہ میشود اگر آئي و چند شب باشي *

ہندي اشعار ملاحظہ ہوں :-

فلک گرتا ' زمین پھٹتي ' چمن سے رنگ اڑ جاتا
اگر میں اپنے دل کا حال اي ظالم بیاں کرتا *
سجن ! تجھ زلف میں ہل مِل رہا ھے
ہمارے ھاتھ میں کب دل رہا ھے *
نہیں کھلتا بہار و باغ سوں دل
یہي عقدہ مجھے مشکل رہا ھے *

سنہ ۱۱۹۶ ہجري میں قلعۂ کولاس کے اطراف میں انتقال کیا۔ چند روز وھیں سپرد خاک کئے گئے ۔ بعد کو حیدر آباد دکن لے جاکر یاقوت پورہ کے باہر دفن کیا گیا ۔ میر غلام علي آزاد نے رحلت کي تاریخ کہي :—

افسوس کہ رفت امیر عالي گوھر
دیوان رکن و صاحب فضل و ھنر *
تاریخ وفات این امیر دانا
'صمصام الملک عقل کُل کرد سفر' *
سنہ ۱۱۹۶ ہجري

شفیق

شفیق تخلص ۔ لچھمي نراین نام ۔ فرزند منسارام کھتري ۔ اورنگ آباد مولد ۔ سنہ ۱۱۵۸ ھ سال ولادت ۔ آپ کے دادا بھواني داس عالمگیري لشکر کے ہمراہ دکن آئے اور اورنگ آباد میں قیام کرکے بذریعۂ ملازمت عزت و آبرو کے ساتھ زندگي بسر کي ۔

شفیق کے والد منسارام اپنے والد کے انتقال کے وقت دو برس کے تھے - ان کے ہم قوم لالہ جسونت راے ان کی پرورش اور تعلیم کے متکفل ہوے - انہوں نے بڑي قابلیت پیدا کي - نواب آصف جاہ والي حیدر آباد کے عہد میں دکن کے چھ صوبوں کي صدارت کي پیشکاري پائي اور قریباً چالیس سال اس خدمت کے فرایض نہایت خوبي سے انجام دئے - نواب صمصام الدولہ شہنواز خاں وزیر دکن نے انھیں بڑا منصب عطا فرمایا -

شفیق کو ہوش سنبھالتے ہي علم کا شوق پیدا ہوا - شروع سے آخر تک میر آزاد بلگرامي کے فیض جاري سے مستفیض ہوتے رہے - بہت اچھے شاعر تھے - کلام میں چستي و فصاحت تھي - فارسي اور ریختہ دونوں میں شعر کہتے تھے - دونوں زبانوں کے دو ضخیم دیوان غیر مطبوعہ موجود ہیں - تاریخ نویسي میں مہارت تامہ تھي - مآثر آصفي - مآثر حیدري وغیرہ ان کے تصانیف ہیں - شاعروں کے دو تذکرے لکھے - ایک 'گل رعنا' جس میں شعراے ہند کے حالات ہیں اور دوسرا 'شام غریباں' جس میں ان شعراے ولایت کا ذکر ھے' جو ہند میں وارد ہوے -

شفیق نواب عالي جاہ فرزند نواب نظام علي خاں آصف جاہ ثاني (سنہ ۱۱۷۵ تا سنہ ۱۲۱۸ ھ) کي سرکار میں ملازم تھے - منصب اور خطاب دولي چند سے بھي سرفراز تھے -

کلام کا نمونہ یہ ھے :—

مصرع ابروے او بسم اللہ دیوان ما
مصحف رخسارۂ او دین ما ایمان ما *
بسکہ از گفتار ماریزند یاراں رنگ ھا
گردۂ صورت گراں شد صفحۂ دیوان ما *
بر دل ما التفاتے ہست چشم یار را
الفت بسیار با مینا بود می خوار را *

چشم او بر ما نگاهے گر ندارد عیب نیست
می شود پرهیز لازم مردم بیمار را *
گرچه ای دوست ندیدم چمن روے ترا
دایم از باد صبا می شنوم بوے ترا *
هرکه آں جا برود باز نگردد هرگز
هست خاصیت گلزار ارم کوے ترا *
بر زمین آمده از دور زمیں بوس کند
ماه نو گر نکرد گوشهٔ ابروے ترا *
سنبل تازه و ترد و ده شود در چشمم
گر نه بینم به چمن سنبل گیسوے ترا *
خواهد از گوشهٔ چشمت نگه لطف شفیق
آرزوے به ازیں نیست دعا گوے ترا *
شکست توبهٔ ما را بهار شد باعث
هزار بار نواے هزار شد باعث *
خدا گواه که می را به لب نیا لودم
براي مستي من چشم یار شد باعث *

شفیق نے ۱۲۰۱ هجري میں انتقال کیا ـ

رفیع

رفیع تخلص' غلام رفاعي نام ـ محمد رفیع الدین عرف ـ فرزند محمد شمس الدین قادري دکني ـ قندهار علاقهٔ دکن مولد ـ ۱۹ جمادي الاخري سنه ۱۱۶۴ هجري تاریخ ولادت هے ـ

جناب رفیع نے ایک تذکره بنام ' انوار القندهار' لکها هے ـ اس میں اپنے متعلق لکهتے هیں که :— " فقیر کے والد بزرگوار جو مرد صالح تهے ایک موقع پر حضرت حاجي سیّاح سرور سعید الرفاعي قدس سره العزیز کي خانقاه کي مسجد میں معتکف تهے ـ حضرت حاجي صاحب نے خواب میں ایک صحنک کهانے کي بهري هوي دي اور فرمایا که تمهارے

ایک لڑکا پیدا ہوگا - اس کو میرے نام سے موسوم کرنا - چنانچہ میں پیدا ہوا تو میرا نام والد نے غلام رفاعی رکھا اور عرف محمد رفیع الدین" -

غرض جذاب رفیع نے اورنگ آباد میں حضرت قمر الدین رحمہ اللہ مذکور الصدر کی خدمت میں تمام علوم عقلی و نقلی حاصل کئے - حضرت خواجہ رحمۃ اللہ قدس سرہ کے مرید ہوے اور آپ ہی سے خرقۂ خلافت پایا - چند بار مرشد کی زیارت کے لئے نلور گئے اور آپ ہی کے حکم سے حرمین شریفین حاضر ہوے اور متعدد حج کرکے قندھار واپس آگئے - اچھے شاعر تھے - یہ دو شعر آپ کے کلام کا نمونہ ہیں :-

ز روی لطف بکس بوسہ دادۂ شاید
کہ ہمچو شبنم دل نقش بر دہن باقی است *
یار در بر دارم و مشتاق دیدارم ہنوز
محو از خود گشتہ ام محتاج تکرارم ہنوز *

سنہ ۱۲۴۱ ہجری میں بمقام قندھار وصال ہوا - آپ کے شاگرد 'والا' نے (جن کا حال اسی تذکرے میں ملے گا) تاریخ رحلت کہی :-

پیوستہ برحمت حق
۱۲۴۱ ھ

جذب

جذب تخلص - میر اکرام علی نام - فرزند میر لطف اللہ خاں بہادر - حیدر آباد مولد - سال ولادت سنہ ۱۰۵۰ ھ ہے -

جذب ' سید فتح اللہ بہادر عالم گیری کی اولاد میں سے تھے -

سات ہی سال کے تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا - اپنے حقیقی ماموں محمد فخر الدین حیدر خاں کے زیر نگرانی پرورش پائی - عربی صرف و نحو اور فارسی کی چند درسی کتابیں میر تفضل حسین عطا سے پڑھیں - فارسی اور ہندی اشعار کی اصلاح بھی اُن ہی سے لیتے رہے - جناب شمس الدین فیض رحمہ اللہ سے اس فن میں فیض حاصل کیا -

سنہ ۱۲۶۸ ہجری میں سیاحت کی غرض سے مدراس آئے اور چونکہ نواب غلام محمد غوث خاں بہادر نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۶۱ تا سنہ ۱۲۷۲ ہجری) کی والدۂ محترمہ کے عزیزوں میں سے تھے، لہذا نواب موصوف کی سرکار میں بھی باریاب ہوے - ذکی الطبع اور روشن دماغ تھے - کلام کا یہ نمونہ ہے :—

به جاناں از تب و تاب دلم بنوشته ام نامه
بجا باشد شود گر نامه بر مرغ کباب این جا *
دلم از ہر خم گیسوش به بند دگر است
یک اسیر است گرفتار به زندانے چند *
ماتم ای دل که برفت از کف من دامن یار
ای جنوں مژده که دستم به گریباں آمد *
ناله بر داشت صد علم آنجا
سپر انداخت ہر کجا محشر *
ای چشم پُر آب در چه فکری
شد خانه خراب در چه فکری *

رباعی

افسوس که از وطن جدا افتادم
زاں ساں که ز فردوس جُدا شد آدم *
آدم جو خوردہ ترک فردوس نمود
من ترک وطن در طلب جو دادم *

جذب کی تاریخ وفات معلوم نہوی -

فصل چہارم

وہ فارسي گو ایراني شعرا جو دوسرے شہروں سے مدراس آئے

سخن

سخن تخلص - سید محمد نام - سید محمد خاں بہادر خطاب - اصفہان وطن - سال ولادت معلوم نہ ہوا - سنِ شعور کو پہنچنے کے بعد وطن سے مچھلي بندر اؤر وہاں سے مدراس آئے - مدتوں یہاں تجارت کرتے رہے - پھر نواب امیرالامراء بہادر' فرزند دوم نواب والاجاہ فرمانروائے کرناٹک کے ملازم ہوے اؤر خان کا خطاب پایا - نواب امیرالامراء کا جب انتقال ہو گیا تو اُن کے بعد نواب والاجاہ کي سرکار سے بہادر کا خطاب اؤر دیوان خانے کي داروغگي مرحمت ہوي -

شاعري میں دستگاہ کامل رکھتے تھے - ایک چھوٹاسا دیوان جس میں قصائد اؤر غزلیں ہیں' اپني یادگار چھوڑا -

کلام کا نمونہ یہ ھے :—

به دل خارے ز عشق گلعذارے کردہ ام پیدا
ازیں خواري به عالم اعتبارے کردہ ام پیدا *

فصل بہار گل مرا بوے ز یار مي دہد
غنچہ نشانے از لب لعل نگار مي دہد *

شکوہ از دست تو ہرجانہ توانم کردن
زاري من به سر کوے تو دیدن دارد *

آنچه خوں از غم ہجرانِ تو خوردم عمرے
ایں زماں از مژہ آہنگ چکیدن دارد *

دست بر چاک گریباں زدي و دانستم
صبح امید من امروز دمیدن دارد *

سنہ ۱۲۱۶ ہجري میں وفات پائي -

وفا

وفا تخلص - مرزا حکیم عبد الباقي الشریف الرضوي نام - فرزند مرزا محمد شفیع خاں - اسلاف کا وطن عراق و خراسان و اصفہان - بغداد شریف مولد - سال ولادت سنہ ۱۲۰۴ ہجري ھے -

بتیس سال کي عمر تک اپنے والد سے تعلیم پاتے رھے - اُن کے انتقال کے بعد علم معقول اوٗر طب حاصل کرنے کي غرض سے اصفہان پہنچے - وھاں جاکے ان علوم کو حاصل کیا - نو برس کے بعد ایران کے بعض شہروں کي سیاحت کرتے ھوے ہندوستان آئے اوٗر حیدر آباد میں سکونت اختیار کي - عرصۂ دراز تک منیر الملک بہادر دیوان دکن کي صحبت میں عزت اوٗر احترام کے ساتھ رھے - رفتہ رفتہ نواب ناصر الدولہ بہادر والي دکن (سنہ ۱۲۴۴ تا سنہ ۱۲۷۳ ھ) کے دربار میں باریاب ھوکر مصاحب اوٗر طبیب سرکار مقرر ھوے - سنہ ۱۲۴۷ ہجري میں مدراس پہنچے اوٗر یہاں مقیم ھوگئے - پھر سرکار انگریزي کے ایجنت کے میر منشي ھوے اوٗر خوب شہرت پائي - ایک مرتبہ اپنے محکمے کے لوگوں سے اَن بَن ھوگئي تو استعفاے دیا - مگر ان کي کارداني اوٗر حسن خدمات کي وجہ سے منظور نہ ھوا -

فن خطاطي میں وفا کو ید طولیٰ حاصل تھا - خوشنویس ہفت قلم کہلاتے تھے -

جب ایران میں تھے تو محمد کاظم والہ اوٗر فتح علي خان صبا ملک الشعراے ایران سے شاعري خصوصاً قصیدہ گوئي میں اصلاح لي - نواب غلام محمد غوث خاں بہادر اعظم نواب کرناتک (سنہ ۱۲۴۱ تا سنہ ۱۲۷۲ ہجري) نے بزم مشاعرہ بنام 'مشاعرۂ اعظم' ترتیب دي تو اُس کے رکن بھي رھے اوٗر طرحي وغیر طرحي غزل خوب کہتے تھے -

اُن کے کلام کا نمونہ یہ ھے :-

خورشید را بہ حسن تو سنجیدہ ایم صبح
دیدیم چوں ستارۂ مقرون آفتاب *

چو مرغے کز قفس بیند بحسرت آشیان خود
ز چاک سینه دارد دل نظر بر زلف جانانش *

ز وصل یار جدا اوفتاده می گریم
سر نیاز بہ ہر در نہادہ می گریم *

ہر نکتۂ کہ بود نہاں در دلم ز عشق
یک یک سرشک بر رخ من جستہ جستہ گفت *

وفا کا سال انتقال معلوم نہوا - البتہ 'گلزار اعظم' کی تالیف کے وقت یعنی سنہ ۱۲٦۹ ہجری تک زندہ تھے -

فصل پنجم

فارسي گو هندوستاني شعرا جو دوسرے شہروں سے کرناٹک آئے -

قربي

قربي تخلص - سيد شاہ ابوالحسن نام - فرزند حضرت سيد عبد اللطيف نقوي قدس سرهما - بيجاپور مولد - سال ولادت سنه ۱۱۱۷ ھ -

قربي چار سال كي عمر ميں اپنے والد ماجد كے ہمراہ سفر كے لئے نكلے - شانور ميں دو سال اور اركات ميں چھ سال قيام رہا - پھر رونق افروز ويلور ہوے اور وهيں سكونت اختيار فرمائي -

فارسي كتابيں محمد حسين صاحب بيجاپوري سے ' كتب تصوف مثلاً مخزن اسرار و مثنوي شريف محمد فخر الدين نايطي سے اور عربي صرف و نحو محمد ساقي صاحب سے پڑھيں - ذہن كي رسائي اور كثرت مطالعه كي بركت سے تصوف كي معتبر كتب ' مثلاً فتوح الغيب ' فتوحات مكيه اور فصوص الحكم وغيرہ پر قادر ہوگئے - عربي نثر نہايت فصاحت و بلاغت كے ساتھ لكھتے تھے - اس پر آپ كے چند خطبات جمعه شاہد ہيں - جناب مولانا باقر آگاہ نے اپني كتاب 'تحفة الاحسن في مناقب السيد ابي الحسن' ميں ان خطبوں كا ذكر آپ كے حالات و كرامات كے ضمن ميں كيا هے - اس سے معلوم ہوتا هے كه آپ نے پہلے محمد فخر الدين نايطي كے هاتھ پر بيعت كي اور طريقة قادريه ميں اُن ہي سے خرقة خلافت حاصل كيا - اس كے بعد تمام سلسلوں ميں سيد علي محمد قدس سرہ سے اجازت بيعت پائي - اس كے بعد جناب خواجه رحمت الله رحمه الله سے سلسله هاے قادريه و نقشبنديه و چشتيه و رفاعيه كي اجازت بهي ملي - شيخ محمد مخدوم ساوي قدس سرہ سے بهي اذكار و اشغال كي اجازت تهي - مختصريه هے كه آپ مرشد اور عارف كامل تهے - ہزاروں طالبان حق آپ كي هدايت سے راہ مستقيم پر پہنچ گئے -

طبیعت خوب موزوں تھي - کبھي کبھي فارسي غزل ' قصیدہ اور مثنوي کہتے تھے اور اُن میں حقایق و معارف کے مضامین باندھتے تھے - ذیل کے اشعار تبرکاً درج ہیں :—

اي آہ برق سیرم بگذر ز ھرزہ گردي
از حالِ دل خبردہ یکٔ بار جان مارا *
ز زلف او پس از چندیں شب تار
بدست خویش تارے دارم امشب *
قربي حشم آہ تو با نالہ رواں شد
رسم است کہ ہر قافلۂ بے جرسے نیست *
نیست فوّارہ اي پري پیکر
آب بر خاست بہر تعظیمت *

آپ سنہ ۱۱۸۳ ہجري میں بمقام ویلور واصل معبود ہوے اور وھیں سپرد خاک کئے گئے - آپ کے مرید مولانا آگاہ نے ذیل کا قطعۂ تاریخ کہا :—

بوالحسن آنکہ از نم فیضش
چمن دیں چو باغ خلد شگفت *
قرطۂ گوش عرشیاں گردید
آں گہرھا کہ در معارف رفت *
با نہانش عیاں نکردہ ظہور
با عیانش نہاں نماند نہفت *
از پئے واردان مشہد غیب
خس و خاشاک غیر از دل رفت *
کرد زیں طاق تنگ عزم رحیل
تا شود با جہاں مطلق جفت *
در حریم بقا بہ شاہد قدس
دوش بر دوش شاد و خنداں خفت *
بود جان جہاں ' ازیں معني
از سفر کردنش جہاں آشفت *

فکر تاریخ رحلتش کردم
'غاب قطب البلاد' هاتف گفت *
۱۱۸۲ ہجری

محفوظ

محفوظ تخلص - محمد محفوظ خاں نام - شہامت جنگ بہادر خطاب - فرزند دویم نواب سراج الدولہ انور الدین خاں بہادر شہید - گوپامئو (اودہ) مولد - سال ولادت معلوم نہ ہوا -

اپنے زمانے کے مشہور علما و فضلا سے فارسي اور عربي پڑھي - علوم عقلیہ و نقلیہ میں خاصي مہارت تھي - طالب علموں کو ہمیشہ اپنے خوان علم سے فیض یاب فرمایا کرتے تھے - بڑے متقي اور متشرع تھے - آپ کے وفور علم کا ایک قصہ مشہور ھے کہ ایک روز اورنگ آباد میں نواب آصف جاہ والي حیدر آباد (سنہ ۱۱۳۷ تا سنہ ۱۱۶۱ ہجري) کے دربار میں علما حاضر تھے - مولوي قمر الدین المخاطب بہ سلطان العلماء صدر بھي موجود تھے - محمد محفوظ خاں بہادر مع اپنے والد کے حاضر تھے - اتفاقاً کسي مشکل فقہي مسئلے کے متعلق استفسار کیا گیا - تمام علما جواب شافي دینے سے قاصر رھے - آپ کے والد نے اپنے فرزند کے اصرار پر بندگان عالي کے حضور میں عرض کیا کہ اگر اجازت ھو تو فدوي زادہ اس مسئلے پر کچھ عرض کرے - سب کو حیرت ھوي کہ جب سب کے سب علما اس مسئلے میں عاجز رھے تو ایک طالب علم کیا کہہ سکےگا؟ اجازت مل گئي تو محفوظ خاں نے بڑي صراحت کے ساتھ تقریر کرکے مسئلے کو حل کر دیا - علما نے تعریف کي - نواب آصف جاہ نے محظوظ ھو کر فرمایا کہ ' اس وقت جو مانگو عطا کیا جائیگا ' - محفوظ نے برجستہ عرض کیا کہ ' دیني خدمت کے مقابلے میں فدوي کو دنیوي فائدہ مدِ نظر نہیں ھے - مگر فرمان والا کي تعمیل بھي فدوي پر فرض ھے ' لہذا استدعا ھے کہ فدوي کو سرکاري کتب خانے سے جو پسند کروں کتابیں عطا فرمادي جائیں ' فوراً داروغۂ کتب خانہ کو حکم دیا گیا کہ محفوظ کو دو ہزار کتابیں ان کے پسند کي دے دي جائیں -

سنه ۱۱۶۱ ہجري میں نواب انورالدین خان بہادر شہید ہوے تو آپ کے فرزند سویم نواب والاجاہ کو نواب ناصر جنگ والي دکن (سنه ۱۱۶۱ تا سنه ۱۱۶۴ ہجري) خلف نواب آصف جاہ کي سرکار سے آبائي منصب' جاگیر' خطاب اور ارکات کي حکومت ملي - محفوظ اپنے بھائي نواب والاجاہ کے ہمراہ کرناٹک آئے اور مدراس میں سکونت اختیار کي - نواب موصوف نے آپ کو ترناولي کا ناظم مقرر فرمایا - برسوں اس خدمت پر مامور رہے -

نثر میں آپ کي یادگار ایک کتاب موسومۂ 'قرة العینین في فضائل رسول الثقلین' ہے -

آپ کے اشعار میں سلاست اور لطافت ہوتي تھي' جیسا کہ کلام ذیل سے معلوم ہوگا :—

کرد عکس رخ ملیح کسے
نمکے در شراب من امشب *
زینت ما از گداز دل بود مانند شمع
کز سر شک خویشتن عقد گہر پوشیم ما *
خسرو اقلیم عشقم' افسرم از گل کنید
گوہر تاجم ز اشک دیدۂ بلبل کنید *
بر نتابد دوش جانم خلعت زیبائے زہد
تار و پود کسوت عشقم' ز موج مل کنید *
ہزار شکر که در دل نشست ہمچو خدنگ
اگرچه تیر نگاہ تو آسماني بود *
کنارہ گیر به پیري ز وصل مه رویاں
که پردہ دار حریفان شب جواني بود *

سنه ۱۱۹۳ ہجري میں دارالبقا کا راسته لیا - نواب والاجاہ نے آپ کي وصیت کے موافق آپ کي نعش حیدرآباد بھیج دي اور وہاں اپنے والد نواب انورالدین خاں شہید کے پہلو میں سپرد خاک کردئے گئے -

تجمّل

تجمّل تخلص - عظیم الدین خاں نام - لکھنو مولد - والد کا نام اور سال ولادت معلوم نہوے -

اپنے وطن میں علم حاصل کیا - سنہ ۱۲۱۲ ہجری میں مدراس آئے اور علوم تفسیر و اصول فقہ و حدیث جناب ملک العلماء بحر العلوم علامہ عبد العلي قدس سرہ سے حاصل کئے - علم طب میں بھي اچھي دسترس رکھتے تھے - کچھہ دنوں حکومت کي طرف سے ترچناپلي کے علاقے میں مفتي بھي رہے -

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:—

بسکہ لبریز انا الحق بود اندیشۂ ما
خون منصور تراود ز رگ ریشۂ ما
دل تہ خاک مي تپد ہم نفساں خداي را
تا بہ مزارم آورید آں مہ دلرباي را *
بہ سبزۂ ذقنش رفتہ دل خدا حافظ
شب است تیرۂ و رہ تنگ و چاہ در پیش است *
خواہم کہ ساقي پیش من جام مئ ناب آورد
زآں پیش کین صبح اجل در دیدہ ام خواب آورد *

سنہ ۱۲۳۰ ہجري میں انتقال کیا - مصطفي علي خاں خوشدل نے (جن کا ذکر اس تذکرے میں ھے) 'تجمّل از جہاں رفت' تاریخ رحلت کہي - ۱۲۳۰ ہجري

جودت

جودت تخلص - غلام حسین نام - فرزند محمد یار خاں نایطي - مولد اور سال ولادت معلوم نہوا - ترچناپلي میں سکونت پذیر تھے - اکثر اساتذہ سے تحصیل علم کیا -

اخیر عمر میں اہل دنیا کے لباس کو ترک کرکے جاہ پرستوں کي صحبت سے کنارہ کش ہوگئے تھے - ذہن و ذکاوت میں مشہور تھے -

کلام کا نمونہ یہ ھے :—

بسکہ از نازک مزاجي بے دماغم کردہ اند
مي برد از خویش موج چین پیشاني مرا *
گریہ ام از دلم کدورت برد
آب پاشیدم و غبار نشست *
نالہ ام فاختۂ سر و قبا پوش کسے
داغ دل آئینۂ حسرت آغوش کسے *
جودت از شوخيِ تقریر خجالت دارم
نکتۂ یافتہ ام از لب خاموش کسے *

سنہ ۱۲۳۳ ہجري میں وفات پائي -

امین

امین تخلص - شیخ محمد امین نام - وطن اور سال ولادت معلوم نہوے -

مرزا بیدل کے شاگرد تھے - سنہ ۱۱۲۱ ہجري میں ہندوستان سے ارکات پہنچے - راي دکني رام دیوان کي وساطت سے نواب سعادت اللہ خاں بہادر کي خدمت میں عزت باریابي حاصل ہوي - نواب موصوف نے بڑے مشاہرے پر دار الانشا میں خدمت عطا فرمائي اور اپني مصاحبت کي بھي عزت بخشي - امین کو راے دکني رام اور ان کے فرزند راے بدھ چند سے زیادہ خلوص تھا - حقیقت یہ ھے کہ امین نظم سے نثر اچھي لکھتے تھے - چنانچہ فن انشا میں دو کتابیں ایک 'گلشن سعادت' اور دوسري 'مجمع الانشا' تالیف کیں - ایک دیوان بھي اپني یادگار چھوڑا -

چند اشعار یہ ہیں :—

اي امین بسکہ گنہ دوست برد رحمت دوست
گر ز عصیاں گزري عین گنا ہست این جا *
نجابت ہر کرا چوں مہر با رفعت قریں باشد
اگر بر چرخ چارم رفت چشمش بر زمیں باشد *

انوار

انوار تخلص - حافظ شاہ انوار الحق نقشبندي نام - فرزند نور الحق گوپاموي - گوپامؤ مولد - سال ولادت سنہ ۱۲۰۱ ہجري -

نواب والاجاہ ' جنت آرام گاہ ' فرماں رواے کرناٹک (سنہ ۱۱۶۴ تا سنہ ۱۲۱۰ ہجري) کے بني اعمام کي اولاد سے ہیں -

سنّ شعور کو پہنچنے کے بعد انوار علم سے منور ہوے اؤر مولوي شاہ عبد الرحمٰن خلیفۂ حضرت مرزا جان جاناں قدس اسرارهما سے خلافت پائي - ہمیشہ ذکر و شغل میں مصروف رہتے تھے - بارہا اپنے وطن سے مدراس تشریف لائے اؤر ہر مرتبہ عرصۂ دراز تک مقیم رہے -

طبیعت بہت موزوں تھي - شعر اچھے نکالتے تھے - یوں ہي ایک چھوٹا سا دیوان مرتب ہوگیا -

کلام کا نمونہ یہ ہے :—

رفتم از خود بدوست پیوستم
مرگ یا بد کجا نشان مرا *
در شوق تو گہ نالہ کند گاہ خموشد
چوں ساعت مصنوع فرنگ است دل ما
بہ پیریم چو زلیخا رساندہ بود فراق
بہ مژدہاے وصال تو نوجواں کردند *
چو خورشید ہر چند باشي بہ پیشم
چہ سازم کہ من تاب دیدن ندارم *

فصل ششم

فارسي گو ہندوستاني شعرا جو دوسرے شہروں سے مدراس آئے ۔

حاجي

حاجي تخلص ۔ عبد الهادي نام ۔ فرزند حکیم عبد الکریم خان نقوي ۔ وطن اؤر سال ولادت معلوم نهوا ۔

حج سے مشرف هونے کے بعد اپنا تخلص ' حاجي ' رکھا ۔ اس مبارک سفر سے واپس هوکر مدراس پہنچے اؤر یہیں توطن اختیار کیا ۔

اِس سے زیادہ ان کے حالات کا پتا نہیں چلتا اؤر یہ بھي نہ معلوم هو سکا کہ حج سے پہلے کیا تخلص تھا ۔

کلام کا نمونہ یہ هے :--

لالہ ساں ہر دو بہم دوختہ خیاط ازل
کسوت ماتمي و پیرهنِ شادي ما *
گرهِ کار فنا بود سر ہستي ما
حلّ این عُقدہ بجز ناخن شمشیر نہ شد *
نہ پنداري بہ غفلت ہم ز کار خویش بیکارم
کہ من در عین مستي ہمچو چشم یار ہشیارم *

' نتایج الافکار ' سے حاجي کي وفات کا سنہ ۱۲۰۰ ہجري معلوم هوتا هے ۔

گوهر

گوهر تخلص ۔ محمد باقر خان نام ۔ فرزند نورالدین علي خان ۔ وطن اؤر سال پیدائش معلوم نہ هوا ۔ عمائد اہل نوائط میں سے تھے ۔ نواب والاجاہ فرماں روائے کرناٹک (سنہ ۱۱۶۴ تا سنہ ۱۲۱۰ ہجري) کے دربار میں ان کي بڑي آؤ بھگت هوتي تھي ۔ ایک دفعہ گوهر نے نواب موصوف کي خدمت میں ایک قصیدہ پیش کیا اؤر اُس میں جاگیر

کي استدعا کي - فيّاض نواب نے از راہ قدر افزائي کاوري پاک کے علاقے میں ایک موضع عطا فرمایا -

نوّاب حیدر علي خاں فرماں روائے میسور کے زمانے میں گوهر نلور کي فوجداري پر مامور تهے - تهوڑي مدّت بعد معزول هوکر مدراس آئے -

اُن کے چند اشعار یہ هیں :—

آشفتۂ جلوہ ات اداها
سر گشتۂ قامتت بلاها *

همیشه زخم دلم لب به خنده وادارد
که ناوک تو به دل الفت رسا دارد *

چه طرفه رسم در اقلیم بے نیازي هاست
که شاہ بر در درویش التجا دارد *

آوارۂ عروج و نزولم براہ دوست
چوں گرد باد سر به هوا سینه بر زمیں *

معزولي کے بعد مدراس آنے کے چند ماہ کے اندر بقول 'تذکرۂ محبوب الزمن' سنه ۱۲۰۰ هجري میں انتقال کیا اوْر آقا مقیم کي مسجد واقع میلاپور کے احاطے میں دفن هوے -

مهربان

مهربان تخلص - سید عبد القادر نام - فرزند مولوي سید محمد شریف المخاطب به شریف الدین خاں - اورنگ آباد مولد - سال ولادت میں اختلاف هے - 'گلزار اعظم' میں سنه ۱۱۴۳ هجري لکها هے - مؤلف 'محبوب الزمن' لکهتے هیں که "مهربان کي ولادت سنه ۱۱۵۱ هجري میں هوي - تاریخ ولادت 'ولادت عبد القادر مهربان' هے - بعض اصحاب نے جو سنه ۱۱۴۳ هجري لکها هے لا اصل هے ' کیونکه خود مهربان نے اپني تالیف میں سنه ۱۱۵۱ هجري بیان کیا هے" -

همارے نزدیک 'محبوب الزمن' کا قول معتبر معلوم هوتا هے ' کیونکه اِن کے مندرجۂ بالا دلائل بهت قوي هیں -

اپني والدۂ محترمہ کے فیض سے سات سال کي عمر میں قرآن مجید ختم کیا اؤر نو برس کي عمر میں حفظ کرلیا ۔ مولوي فخرالدین نایطي اؤر شیخ الاسلام خاں سے فارسي اؤر عربي پڑھي اؤر حدیث شریف میر غلام علي صاحب آزاد مرحوم سے ۔

پہلے اپنے ماموں مولوي فخرالدین کے ھاتھ پر بیعت کي اؤر خرقۂ خلافت پایا ۔ اس کے بعد سید شاہ فخرالدین ترمذي اورنگ آبادي کي صحبت میں حقایق و معارف تصوف حاصل کئے ۔ چنانچہ تصوف میں سبحات ۔ اصل الاصول ۔ کحل الجواہر اؤر مفتاح المعارف آپ کي تصنیف ہیں ۔ مدت العمر شریعت اؤر طریقت کي تعلیم دیتے رہے ۔ آپ کے سیکڑوں مرید تھے ۔ اپنے والد کے انتقال کے بعد روضۂ خلد آباد کے قاضي مقرر ھوے اؤر تین سال تک اس خدمت کے فرایض خوب ادا کئے ۔ نواب والاجاہ فرماں رواے کرناٹک نے آپ کو مدراس بلالیا بڑي قدر و منزلت کي اؤر جاگیر بھي مرحمت فرمائي ۔ دوران قیام مدراس میں آپ میلاپور میں سکونت پذیر رہے ۔

فن شعر میں آپ کو میر غلام علي آزاد سے تلمذ تھا ۔ اُن ہي نے آپ کا تخلص مہربان قرار دیا ۔ مگر اس سے آپ چنداں خوش نہ تھے ۔ آخر فخري تخلص اختیار کیا ۔

چند اشعار یہ ہیں :—

خلل در فضل احمد کے ز تقدیم رسل آید
که موسم آخر ھنگام باراں است نیساں را *

در و دیوار فیض صبح را مانع نمي گردد
فروغ افتد بروں از پردہ نور حسن کامل را *

زیر گردوں گر یکے شاد است مي سوزد دگر
عید بلبل گشت صبح و مرگ شد پروانہ را *

ہمدم دیرینہ مي باشد موافق با مزاج
در سبوي کہنہ طبعي آب مي ماند بجا *

معالج دل بیمار نرگس یار است
کجا امید شفا خود طبیب بیمار است *

قاصد از تفصیل پیغامش دل ما شاد کن
خندهٔ داري بلب چیزے مگر فرمودہ است *

باز گشت کفر و دیں آخر بسوي وحدت است
ہر دو دست آید بہم اما ظہور یک صداست *

مرد را باشد خطر چوں عزتش برتر شود
خالي از سفتن نباشد قطرہ چوں گوہر شود *

سنه ۱۲۰۳ ہجري میں آپ کا وصال ہوا ۔ مولانا آگاہ نے یہ تاریخ رحلت کہي :-

فخري که در مشایخ دوراں عدیل او
ہرگز نکرد جلوہ در آئینۂ شہود *

از سرد مہري تن افسردہ گشته تنگ
در سیر اوج جاں پر پرواز وا کشود *

بودم بفکر رحلت او کز صریر کلک
خورد ایں فغاں بگوش دلم " لا نظیر بود "
۱۲۰۳ ہجري

یکدل

یکدل تخلص ۔ میر علي مردان نام ۔ فرزند سید محمد موسوي والہ ۔ حیدر آباد مولد ۔ سال ولادت معلوم نہوا ۔ فارسي اور عربي اپنے والد سے پڑھي ۔ نوّاب حیدر علي خاں والي میسور کے عہد میں بالا گھاٹ گئے ۔ وہاں اُن کي خوب خاطر داشت ہوي ۔ وہیں ملازم ہو گئے ۔ چونکه یکدل نواب والاجاہ جنت آرام گاہ کے محل خاص کے عزیز تھے ' اس لئے نواب موصوف نے ان کو پایاں گھاٹ طلب فرماکر اپنے فرزند سیف الملک بہادر مختار کي معلمي کي خدمت عطا فرمائي ۔

یکدل نے اپنے قصائد و غزلیات کا دیوان مرتب کیا - اُن کے کلام کا یہ نمونہ ھے :—

کے بہ مہد چشم آساید ز بے تابي ہجر
طفل اشکم از ازل با دامنم خو کردہ است *

گر خضر قصہ از سر زلف تو سر کند
تا روز حشر نیز بہ پایاں نمي رسد *

کے تواں دید بسوے دگرے کز ہجرش
موج اشکم شدہ زنجیر بہ پاے نگہم *

یکدل نے سنہ ۱۲۰۶ ہجري میں وفات پائي -

خلوص

خلوص تخلص - سید محمد چشتي نام - فرزند خواجہ حسن چشتي - اودگیر مولد - سنہ ۱۱۸۶ ہجري سال ولادت - وطن میں اپنے والد ہي سے چند درسي کتابیں پڑھ کر مدراس پہنچے - باقي کتابیں جناب مولوي سید شاہ عبد القادر مہربان و فخري قدس سرہ کي خدمت میں ختم کیں - فن شعر میں بھي آپ ہي سے تلمذ تھا - عربي میں چونکہ کافي استعداد نہ تھي' میر آزاد بلگرامي کے چند قصائد پڑھ کر اُس زبان میں بھي نظم و نثر لکھنے کي قدرت پیدا کرلي - نہایت ذہین تھے - طبیعت میں بلا کي تیزي تھي -

ان کے کلام کا نمونہ یہ ھے :—

من و صد آہ و افغاں و نے و صد بوسۂ لعلش
ہزاراں پیچ و تابم داد ایں قلیاں کشید نہا *

بے لخت دل نگشت رواں سیل اشک من
افگندہ ام خلوص بہ دریا سفینۂ *

خواہم ہمہ تن محو سرا پاے تو باشم
چشمے شوم و وقف تماشاے تو باشم *

نمودي ذبح و شد سنجاف تو رنگیں ز خون من
همیں بود آرزوي دل که دامانِ تو نگذارم *
غمزہ ات با دل پر خوں سرو کارے دارد
کے ہراساں است بلے مرد سپاهي از خوں *
آخر از سفله شود همت دوني ظاہر
خشک چوں گشت نمایاں است سیاہي از خوں *

' خلوص ' ملک جہاں خاں (عرف دھونڈیه) کے ہم عصر ہیں - انھوں نے محض اسلام کي حمایت کے خیال سے اپنے بڑے بھائي کے ساتھ سنه ۱۲۱۵ ہجري میں شربت شہادت نوش کیا -

خرد

خرد تخلص - مکھن لال نام - راجه مکھن لال بہادر خطاب - فرزند راے دولت رام منشي - ونکٹ گري مولد - سنه ۱۱۷۷ ھ سال ولادت -

سنّ شعور کو پہنچنے کے بعد اپني شادي کي تقریب سے حیدر آباد گئے اور وھاں کے اساتذہ سے فارسي کي درسي کتابیں پڑھیں - سیاق ' ہیئت ' نجوم اور ہندسه میں بھي لیاقت پیدا کي - وھیں خوش نویسي اور شاعري کي مشق کي - پھر حسب الطلب نواب امیر الامرا (فرزند دوم نواب والاجاہ جنت آرام گاہ) مدراس آئے اور نواب والاجاہ کے ملازمین کے زمرے میں داخل ھوے - شدہ شدہ راے کا خطاب اور منشي گري کي خدمت پر فایز ھوے - نواب عظیم الدوله بہادر نواب کرناٹک (سنه ۱۲۱٦ تا سنه ۱۲۳۴ ہجري) کے عہد میں راجه بہادر کا خطاب ملا -

خرد نے ملک العلما مولانا عبد العلي اور مولوي شرف الملک بہادر رحمہما الله سے شرح ملا جامي تک پڑھي -

اشعار کا نمونه یه ھے :—

دو نیم کرد دل عاشقاں حیراں را
نمود معجزۂ حسن آشکار انگشت *

حشر شورے است کہ از سینۂ نالاں برخاست
بحر موجے است کہ از دیدۂ گریاں برخاست *
گر سحر مست بگلشن گزری از سر ناز
گل ز حسرت بزمیں بر فگند ساغر ناز *
علم تعریف شد از گردش چشمت پیدا
فتنۂ دہر بود مشتق ازیں مصدر ناز *
خال ابروے تو در اوج بکیواں ماند
طرفہ جاکرد بہ بیت شرف ایں اختر ناز *
زلف و ابرو و نگہ تیر و کمند است و کماں
می سزد مملکت حسن ترا قیصر ناز *

فن تاریخ گوئي میں مہارت تامہ رکھتے تھے - چنانچہ مسجد والاجاھي واقع ترملکھری مدراس کي بنا کي یہ بے نظیر تاریخیں کہیں :—

امیر الہند والاجاہ فرمود * بنا ایں مسجد فرخندہ منظر
ز دل از بہر تاریخ بنایش * ندا آمد کہ " ذکر اللہ اکبر "
۱۲۰۹ ھجری

ساخت طاعت گہ اسلام شہ دیں پرور
آنکہ فرماں بر او ہست ز مہ تا ماهي *
سال تاریخ بنایش بخرد ھاتف گفت
نام فرخندۂ وي مسجد والاجاھي *
۱۰ ہجري ۱۲

خرد کے انتقال کا سال معلوم نہوا - اتنا تو یقین ھے کہ آپ سنہ ۱۲۱٦ ہجري تک زندہ تھے' کیونکہ اسي سال نواب عظیم الدولہ بہادر مسند نشین ھوے تھے اور اِن کے عہد میں ' خرد ' کو راجہ بہادر کا خطاب ملا ھے -

آشکار

آشکار تخلص - محمد عبد اللہ خاں نام - قادر نواز خاں بہادر بہرام جنگ خطاب - فرزند قاضي شیخ محمد تلمساني - نجیب آباد ضلع بجنور واقع صوبۂ متحدہ آگرہ و اودھ مولد - سال تولد معلوم نہوا -

کم سنی ہی میں اپنے والد کے ہمراہ مدراس آگئے ۔ یہاں کے اساتذہ سے درسی کتابیں پڑھیں ۔ قسمت کی یاوری سے نواب والاجاہ جنت آرام گاہ فرماں روائے کرناٹک کی سرکار میں ملازم ہوگئے اور خان بہادر خطاب پایا ۔ نواب عمدۃ الامرا بہادر فرماں روائے کرناٹک (سنہ ۱۲۱۰ تا سنہ ۱۲۱۶ ہجری) کے عہد میں بہرام جنگ کا خطاب اور جاگیر مرحمت ہوی ۔

چونکہ طبیعت کو شاعری سے مناسبت تھی ' شعر خوب کہتے تھے ۔ نمونۂ کلام یہ ھے :—

من شیفتۂ جذبۂ مستانۂ خویشم
چوں آئینہ حیران پری خانۂ خویشم *
دل باختگاں را خبر از ہر دو جہاں نیست
از بسکہ شدم محو تو دیوانۂ خویشم *
کے وا رہم از قید محبت کہ چو مجنوں
خود جلوۂ لیلایم و دیوانۂ خویشم *
واعظ چہ دہی درد سرم ایں ہمہ از وعظ
خاموش کہ من گوش بر افسانۂ خویشم *
تا لمعۂ حُسنش ز دلم نور فشان است
شمع شب یلدایم و پروانۂ خویشم *

سنہ ۱۲۱۹ ہجری میں راہی ملک بقا ہوے ۔

طالب

طالب تخلص ۔ شاہ وجیہ اللہ نام ۔ فرزند محمد حبیب اللہ ۔ عظیم آباد مولد ۔ سال ولادت معلوم نہوا ۔ ان کے والد بڑے تاجروں میں سے تھے ۔ اُن ہی سے علم حاصل کیا ۔ اس سے فارغ ہو کر حضرت شاہ منعم دہلوی قدس سرہٗ کے دست مبارک پر بیعت کی ۔ والد کے انتقال کے بعد اپنا مال و اسباب اللہ کی راہ میں صرف کرکے حرمین شریفین جانے کے قصد سے مدراس آئے ۔ کچھ ایسے اتفاقات پیش آئے کہ

بارہ برس تک یہیں قیام کرنا پڑا - پھر کہیں جاکر یہ سفر مبارک پیش آیا - حج و زیارت سے مشرف ہوکر ترچناپلي پہنچے - چند روز وھاں ٹھیر کر دوبارہ حجاز گئے اور وھیں سکونت گزیں ہوے - نواب عظیم الدولہ بہادر نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۱۶ تا سنہ ۱۲۳۴ ہجري) نے آپ کو واپس بلاکر اپنے فرزند ارجمند نواب اعظم جاہ بہادر نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۳۴ تا سنہ ۱۲۴۱ ہجري) کي تعلیم کے لئے مقرر فرمایا - آپ عالي فکر شاعر تھے جیسا کہ ذیل کے اشعار سے معلوم ہوتا ھے :-

بیہودہ بہ سیر گل و گلزار مگر دید
در گلشن دل باغ و بہار است بہ بینید *
بے فائدہ در گلشن گیتي نبود ہیچ
ہر سبزہ دریں باغ بکار است بہ بینید *
دست از حنا مساز نگاریں نگار من !
آتش مزن بجان و دل بیقرار من *
بے اختیار مي کشدم دل بسوي تو
در عشق تو کجاست بہ کف اختیار من *

طالب نے سنہ ۱۲۲۹ ہجري میں انتقال کیا -

اظفري

اظفري تخلص - محمد ظہیر الدین میرزا علي بخت نام - فرزند میرزا محمد ولي بیگ - دہلي مولد - سال ولادت معلوم نہوا - آپ کے والد شہنشاہ عالم گیر (سنہ ۱۰۶۹ تا سنہ ۱۱۱۸ ہجري) کي پوتي عفت آرا بیگم کے پوتے تھے -

سنہ ۱۲۱۲ ہجري میں دہلي سے فایز مدراس ہوے اور یہیں سکونت اختیار کي - نواب عمدۃ الامراء بہادر اور نواب عظیم الدولہ بہادر، اظفري کي بڑي تعظیم کرتے تھے - جب کبھي دار الامارہ میں آتے تو دروازے تک استقبال کرتے تھے اور اپني مسند پر بٹھا کر خود ان کے پہلو میں بیٹھتے تھے -

اظفري علاوه فارسي و ريخته کے ترکي خوب جانتے تھے - فارسي اؤر ريخته دونوں میں شعر کہتے تھے -

(۱) لغات ترکي چغتائي (۲) محبوب القلوب اؤر تنگري تاري (ترکي اؤر ہندي لغت کا مجموعه) (۳) سانحات اظفري (۴) واقعات اظفري (۵) رسالۂ عروض و قافیه (۶) دیوان اشعار ہندي - آپ کي یادگار ہیں [۱] -

اُن کے فارسي اشعار کا نمونه یه ھے :—

اظفري نیست داغ سینۂ ما
ایں چراغ است بر دفینۂ ما *
گربه عزم سفر آں یار ز جا بر خیزد
لشکر دل شد گاں ہم به قفا بر خیزد *
برقع از ماه رخ خویش میفگن چندے
نیک داني که دراں فتنه چها بر خیزد *
شود خورشید چوں طالع من ازروي تو اندیشم
ہلالم گر نظر آید ز ابروي تو اندیشم *

اردو اشعار کا نمونه یه ھے :—

شکر و حمد ایزدي آرایش عنواں هوا
نعت و وصف احمدي دیباچۂ دیواں هوا *
یه شاعر راست شاگرد خدا ہیں
کہا ھے شعر میں راز نہاں کو *
تمہارا اظفري ھے شعر کچھ بھي
زیاده لن‌ترانی اب نه هانکو *
باغ کیا جس میں که برگ و ثمر و تاک نہیں
جس زمیں میں نہیں یه چھاؤں وهاں خاک نہیں *
مارکر قهر سے، کر لطف جلا لیتا ھے
ھے مسیحا بھي مرا یار وه سفاک نہیں *

---

۱ واقعات اظفری، اور دیوان اظفری مدراس یونیورسٹی کے ذریعه زیر طبع هیں -

یارو هے اظفري اردو کي زباں کا وارث
اہل دہلي هے وہ باشندۂ مدراس نہیں *
اُس کي صورت کو دیکھکر بھولے
ہائے ہم بھولے سر بسر بھولے *
منہہ کا میٹھا تھا پیٹ کا کھوٹا
جھوٹي میٹھي سي بات پر بھولے *
اس کے عشاق ھو گئے وحشي
سب یہ خانہ خراب گھر بھولے *
دیکھو اس میرے یار کو اوٚر وہ
مجھ پہ کرتا نہیں نظر بھولے *
سوز شمع ہجر سے شب جل گئے
ڈھلتے ڈھلتے آنسو ہم خود ڈھل گئے *
کل کا وعدہ کیا رقیبوں سے کیا
کرتے آج آپس میں کُچھہ کل کل گئے *
شرط تھي مانوں گا جو مانگوگے تم
نام بوسہ سنتے ہي کچھہ ٹل گئے *
غنچۂ دل اظفري تقریب سیر
گلرخاں پامال کر مل دل گئے *
آئي یاد اوٚر نقد اشک امڈے چلے
ایسي ور خرچي نے گھر چوپٹ کیا *
کون کہتا هے کہ تو نے ہمیں ہٹ کر مارا
دل جھپٹ آنکھہ لڑا نظروں سے ڈٹ کر مارا *
فن کشتي میں تو کچھہ تم سے ہم اگلے نکلے
یار جي ہم نے ہي آخر تمھیں پٹ کر مارا *

اظفري نے سنہ ۱۲۳۴ ہجري میں ملک بقا کي راہ لي -

خوشدل

خوشدل تخلص - احمد مجتبیٰ نام - مصطفیٰ علي خان بہادر خطاب - گوپامؤ مولد - سنہ ۱۱۷۳ ہجري سال ولادت - آپ کا نسب اٹھائیس واسطوں سے حضرت ناصرالدین عبد الله بن خلیفۂ ثاني امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضي الله تعالي عنہما تک پہنچتا ھے - حضرت ناصرالدین عبد الله حضرت امام حسن علي جدہ و علیہ التحیۃ والثنا کے نواسے تھے -

خوشدل نے فارسي درسي کتابیں پڑھنے کے بعد مولوي رحیم الدین گوپاموي ' مولوي غلام طیب بہاري اور مولانا حیدر علي سندیلوي سے علوم عربي پڑھے - قرآن مجید بھي حفظ کیا - سید شاہ غلام پیر ابن سید شاہ یٰسین بلگرامي قدس اسرارھما سے بیعت کي اور آپ کے فرزند مولوي سید شاہ غلام نصیرالدین سعدي قدس سرہ سے خرقۂ خلافت پایا -

سنہ ۱۲۰۰ ہجري میں فایز مدراس ھوے اور نواب والاجاہ فرماں رواے کرناٹک کي سرکار میں ملازم ھوگئے - نواب ممدوح نے مصطفیٰ علي خاں بہادر خطاب دیا اور سرکاري مدرسہ واقع گوپامؤ میں مدرسي کي خدمت عطا فرماکر وھاں بھیجدیا - نواب موصوف کي زندگي تک خوشدل اُسي عہدے پر مامور رھے - نواب عمدۃ الامراء بہادر فرماں رواے کرناٹک کي مسند نشیني کے بعد سنہ ۱۲۱۴ ہجري میں دوبارہ مدراس آئے - چند روز یہاں قیام کرکے گوپامؤ واپس چلے گئے - سنہ ۱۲۱۶ ہجري میں نواب موصوف کي رحلت کے بعد تیسري مرتبہ وارد مدراس ھوے اور سال بھر یہاں مقیم رھے - اِس اثنا میں اہل حکومت نے آپ کو ترچناپلي کے اطراف کا قاضي مقرر کردیا - چند سال کے بعد ممالک محروسۂ صوبۂ مدراس کے قاضي القضاۃ مقرر ھوے -

اُن کے اشعار کا نمونہ یہ ھے :—

بوسم من بے برگ و نوا برگ حنا را
تا بوسہ بہ پیغام دہم آں کف پا را *

کردہ از خون جگر ناوک او را سیراب
اہل دل شاد نمایند دل مہماں را *
پردۂ عالم دریدي تا نمودي جلوۂ
حیرتے دارم ہنوز از شرم مستوري چرا *
کشتي صبر عجب نیست که رو گر شکند
دیدۂ زار چو دریا به خروش است امشب *
دلم ز جور تو ترسان و دیده محو جمال
میان دیده و دل طرفه ماجراے ہست *
خاکے شدم وگوشۂ داماں نگرفتم
ز اوارگیم گرد بیاباں گله دارد *

سنه ١٢٣٤ ہجري میں اس دار نا پایدار سے رخت اقامت اٹھا لیا - مسجد متیال پیٹ کے صحن میں سپرد خاک کئے گئے - آپ کے فرزند افضل العلماء مولوي ارتضا علي خاں بہادر نے والد ماجد کے انتقال کي تاریخ کہي "خوشدل مرحوم"
١٢٣٤ ھ

فایق

فایق تخلص - سید خیر الدین نام - فرزند سید معصوم خاں امامي - اُدگیر مولد - سال ولادت سنه ١١٨٨ ہجري "محمد خیر الدین خان فایق" تاریخ ولادت ھے - فارسي کتابیں اُدگیر میں پڑھنے کے بعد مدراس
١١٨٨ ھ
آئے - ملک العلما مولوي علاء الدین اور دوسرے عالموں سے عربي پڑھي -

سنه ١٢٣٢ ہجري میں حیدر آباد گئے - راجه چندو لعل کے یہاں پانچ سو ماہوار پر مدرسي کي خدمت ملي - شاعري میں مولانا باقر آگاہ سے تلمذ تھا - کلام کا نمونه یه ھے :—

اِلٰہي نغمه سنجي بخش چوں بلبل زبانم را
برنگ گل بہار آراے محفل کن بیانم را *
عجب نبود اگر فرزند بہتر از پدر باشد
که عطر صندل افزوں تر ز صندل مي دہد بو را *

فوج طفلان سرشک است رواں از رہ چشم
مگر از سینہ بروں شد دل دیوانۂ ما *
موسم پیری من صبح امید است مرا
پنبۂ داغ کُنہ موی سفید است مرا *
سیاہ رو شود آں کس کہ عیب بیں گردد
چو خامہ بر سخن ہیچ کس مدار انگشت *
سرخی چشم من از گریہ نباشد فایق
آفتابے ز نظر رفت و شفق باقی ماند *
ماجراے ابر دل زارم گذشت از آب اشک
مشت خاکے بود آں ہم رفت در سیلاب اشک *
من بے چارہ دریں راہ نیازے دارم
گر تو اے زاہد خودبیں بہ نماز آمدۂ *
مرحبا باد صبا بوے خوشے آوردی
مگر از ساحت گلزار حجاز آمدۂ *
سنہ ۱۲۴۲ ہجری میں دار فنا چھوڑکر دار بقا کا راستہ لیا -

نامي

نامي تخلص - مولوي تراب علي نام - شیخ نصرت الله عباسي کے فرزند - خیر آباد (اودہ) مولد - سنہ ۱۱۹۱ ہجري سال ولادت -

اپنے زمانے کے اساتذہ سے فارسي اور عربي علوم کي تحصیل کي - تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد شاعري کي طرف توجہ کي اور مرزا قتیل سے تلمذ اختیارکیا - آخر تلاش معاش میں کلکتے گئے اور بہ تقریب ملازمت اہل فرنگ چند سال وہیں مقیم رہے - حسن اتفاق کہ سنہ ۱۲۲۵ ہجري میں ایک یوروپین افسر کي معیت میں ایران گئے اور اصفہان ' شیراز و عراق عرب کي سیر کرکے دو سال کے بعد کلکتے واپس آگئے - سفر ایران کے بعض حالات فارسي زبان میں بہ محاورۂ ایرانیاں لکھے - سنہ ۱۲۲۹ ہجري میں ایسٹ انڈیا کمپني کے مدرسے میں

مدرّس ہوکر مدراس آئے - بہت سے طالب علم آپ کے فیض تعلیم سے فارغ التحصیل ہوے - اِن میں سے بعضوں کو اضلاع میں مفتي اور قاضي کي خدمتیں ملیں -

آپ نے کئي تالیفات اپني یادگار چھوڑیں ' چنانچہ منطق میں در المنظوم اور نحو میں وسیط النحو- ان کے علاوہ منطق کي بعض کتابوں پر حواشي بھي لکھے ہیں -

آپ کے اشعار کا یہ نمونہ ھے :—

با دل بسمل چو دیدم ربط چسپاں آہ را
ساختم عنوان دیواں لفظ بسم الله را *
بسکہ مي ترسم از جدائي ھا
توبہ کردم ز آشنائي ھا *
ہر کس کہ سر زلف شما داشتہ باشد
بس سلسلہ ھا بر سرپا داشتہ باشد *
از من اي گل رو چہ پرسي باعث تاخیر اشک
خار مژگاں مي شود ہر لحظہ دامنگیر اشک *
من بہ دل جاے بت حور سرشتے دارم
بخدا طرفہ بہشتے و کنشتے دارم *
از بخت سیہ شکوہ ندارم کہ رسانید
زلف سیہ یار بدیں روز سیاہم *

سنہ ۱۲۴۱ ہجري میں حرمین شریفین زاد ھما الله شرفاً و تعظیما کي زیارت کے لئے روانہ ھوے- واپسي کے وقت راستے میں پیچش ھو گئي - مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کي - سري رنگ پٹن میں بتاریخ ۱۷ ربیع الاول سنہ ۱۲۴۴ ہجري وفات پائي - ٹیپو سلطان شہید کے گنبد کے چبوترے پر دفن ھوے -

شایق

شایق تخلص - غلام محي الدین نام- شایق علي خاں خطاب - فرزند شاہ احمد ابو تراب - شایق کے اسلاف کا وطن بیدر تھا' لیکن آپ کے

جد امجد نے اُدگیر میں سکونت اختیار کرلی تھی - چنانچہ آپ سنہ ۱۲۰۳ ہجری میں اُدگیر ہی میں پیدا ہوے - آپ کے اجداد عالی خاندان تھے - ان کے نسب کا سلسلہ تین واسطوں سے جناب قدوۃ العلما زبدۃ الاولیا مولوی محمد حسین شہید المعروف بہ امام صاحب (قدس سرہ) تک منتہی ہوتا ہے -

اس خاندان کے اکثر حضرات شراب معرفت کے متوالے تھے - چنانچہ حضرت قاضی محمود اور جناب مولانا حبیب اللہ کے فضائل و کرامات مشہور آفاق ہیں -

شایق کم سنی میں اپنے والد کے ہمراہ کچھ دنوں کالسنتری میں مقیم رہے - پھر مدراس پہنچے اور یہیں کے ہو رہے - عربی و فارسی درسی کتابیں اِس زمانے کے مشہور اساتذہ سے پڑھیں - اپنے حقیقی ماموں سید شاہ منصور قادری سے بیعت کی -

سنہ ۱۲۲۰ ہجری میں اپنی شادی کی تقریب سے اُدگیر گئے اور نواب اعظم جاہ نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۲۴ تا سنہ ۱۲۴۱ ہجری) کی ریاست کے اخیر زمانے میں مدراس واپس آ گئے، نواب موصوف کی سرکار میں ملازم ہوے اور شایق علی خاں خطاب پایا - پھر سرکاری مدرسے میں فارسی کے مدرس ہو گئے -

فارسی اشعار کی اصلاح فایق اور والا سے لیتے تھے - ریختہ گوئی میں اظفری اور میر شاہ حسین حقیقت سے تلمذ تھا - نظم اس قدر جلد کہتے تھے کہ جس کو بدیہہ گوئی کہنا چاہئے - چنانچہ نواب اعظم جاہ بہادر کی فرمایش پر صرف تیرہ دن میں ۳۷ نعتیہ اور منقبتیہ غزلیں کہہ کر پیش کیں - نظم سے زیادہ نثر پر قدرت تھی - حسب ذیل کتابیں تصنیف کیں :—

(۱) مرج البحرین نعتیہ اور منقبتیہ غزلوں کا مجموعہ (۲) روضۂ قدسیاں در احوال بندگان دیں (۳) مثنوی ہندی مسمّٰی بہ رشکِ بہشت (۴) دیوان فارسی و ہندی -

اُن کے چند اشعار یہ ہیں :—

الٰہي رنگ روي گل رخاں دہ داستانم را
بہ رنگ کاکل مشکیں مسلسل کن بیانم را *

وقت پیري دل ز آہ سرد آخر وا شود
مي کند فیض نسیم صبح خنداں غنچہ را *

عشق عاشق در دل معشوق آخر جا کند
گل گریباں چاک دارد از ولاے عندلیب *

طالعم برگشتہ از سوداے زلف طبر است
سطرھا کے راست آید چوں کجي در مسطر است *

مگر ز خاک نشاں سوار میجوید
وگر نہ چیست زمیں کندن فرس بدو دست *

احساں غنیمت است دریں باغ برستم
حرفے کہ در شروع گلستاں است منت است *

قاتلم کاش رخ طفل سرشکم مي دید
تا کہ در کشتن من پاس یتیماں مي کرد *

در حیرتم ز خال رخ دلستان او
یا رب چساں بہ شعلہ قرار سپند شد *

سنہ ۱۲۴۹ ہجري میں اس دار فنا کو خیر باد کہا۔ آپ کے چھوٹے بھائي مولوي واقف نے یہ قطعۂ تاریخ لکھا :—

بیدل عصر حضرت شایق * قدس اللہ سرہ السامي
کام دل جست چوں بقرب اللہ * کہ جہان است جاے نا کامي
ہاتفم سال رحلتش فرمود * "رفتہ ہیہات ہمدم جامي"
۱۲۴۱ ھ

مجرم

مجرم تخلص۔ حضرت سید شاہ حسین قادري نام۔ فرزند حضرت سید شاہ عبد القادر قادري۔ بیجاپور وطن آبائي۔ نلور مولد۔ سال ولادت

سنه ۱۱۸۰ ہجري - " ذي عشق " تاريخ ولادت - آپ کا سلسلهٔ نسب
۱۱۸۰
والد ماجد کي طرف سے حضرت امام جعفر صادق رضي الله تعالي عنه تک
اور والدهٔ ماجده کي جانب سے حضرت سلطان الاوليا محبوب سبحاني
غوث اعظم سيدنا سيد عبد القادر الحسني الحسيني جعفري الجيلاني
رضي الله تعالي عنه تک پهنچتا هے - آپ کے جد امجد حضرت الحاج
سيد حبيب الله قادري بيجاپور چهوڑ کر مدت تک حيدر آباد ميں اور
چندے مچهلي بندر ميں سکونت پذير هوے - پهر کرناتک تشريف لاکر
نلور ميں مقيم هوے -

حضرت مرحوم قدس سره جب سنّ شعور کو پهنچے تو عربي نحو
ميں کافيه تک مطالعه کيا اور فارسي کتابيں اپنے چچا حضرت سيد
ميران قادري مرحوم قدس سره مدرس مدرسهٔ نلور سے پڑهيں - اپنے بڑے
بهائي حضرت مولوي سيد محمد قادري قدس سره سے بهي علمي
استفاده فرمايا - والد ماجد کے دست حق پرست پر بيعت کي اور
خرقهٔ خلافت بهي آپ هي سے پايا -

سنه ۱۲۱۶ ہجري ميں تشريف فرماے مدراس هوے - مسجد جامع
ميلاپور کے قريب ايک مکان ليکر قيام فرمايا - سنه ۱۲۲۵ ہجري ميں
بالکل گوشه نشيني اختيار فرمائي - بقية العمر کبهي مسجد کے دروازے سے
باهر قدم نهيں نکالا - هميشه طالب علموں کي تعليم اور مريدوں کي
هدايت فرماتے رهے - آپ کے مريدين و معتقدين کا حلقه نهايت
وسيع تها -

آپ عاجز راقم (گوهر) کے پير و مرشد حضرت زبدة العارفين
سراج السالکين مولانا الحاج مولوي سيد شاه حسين قادري الشطاري
قدس سره العزيز کے حقيقي دادا اور دادا پير تهے - آپ مدراس کے
ممتاز مشايخ ميں شمار هوتے تهے - آپ کا کچه کلام تيمناً ذيل ميں
درج هے :-

روید هزار لاله ز سنگ مزار ما
تا سر زند نشاں ز دل داغ دار ما *

صد روضۀ بهشت بود فرش راه او
مجرم مرو ز کوچۀ این گل عذار ما *
ساغر صهبائے وحدت میدهد از شوق دل
مست ساقي مجرم سر کردۀ رندان ما *
پیرو روشن دلاں یابد طمانیت مدام
در پس آئینه آرامے بود سیماب را *
چوں بامید قُدومت زنده در گوریم ما
زینهار از مشهد ما دامن خود را مکش *
ناز و کرشمۀ تو دل قدسیاں ربود
از ما به بُرد صبر وتحمل علي الخصوص *

سنه ۱۲۵۰ هجري میں وصال هوا - کسي نے "نیا حسین کا غم" تاریخ کهي - ۱۲۵۰ هجري

حسن

حسن تخلص - محمد علي حسن نام - فرزند شیخ نوازش علي - جونپور مولد - سال ولادت معلوم نهوا - ان کے جد اعلي شاه فتح الله انصاري ولد عبد الله انصاري تغلق شاه بادشاه دهلي کے عهد حکومت میں اپنے وطن سے فایز دهلي هوے - کچهه دن وهاں ٹهیر کر به طریق سیاحت جون پور گئے ' جو اُس زمانے میں شاهان شرقیه کا دارالحکومت تها - اُن کے اوصاف حمیده کي شهرت هوي تو وهاں کے بادشاه نے اُن سے جامع مسجد میں ملاقات کي اؤر جون پور کے پرگنۀ ماهل میں چند مواضع بطور جاگیر عطا کئے - اُن هي کي اولاد اس جاگیر میں سکونت پذیر هوگئي - بعضوں نے معلّمي اختیار کي اؤر بعض شاهان دهلي کے یهاں اعلي عهدوں پر فایز هوے -

حسن نے کم سني میں وطن سے بنارس پهنچکر فارسي درسي کتابیں ملا محمد عمر (شاگرد سراج الدین علي خاں آرزو) اؤر شیخ علي

حزیں سے پڑھیں - پچیس برس کے سن میں علوم عقلیہ و نقلیہ سے فارغ ہوکر ملک بنگالہ چلے گئے - وہاں چندے درس دیتے رہے - سنہ ۱۲۳۲ ہجری میں ارباب حکومت کی طلب پر مدراس آئے اور سرکار کمپنی کے مدرسے میں مدرس مقرر ہوے - چند سال کے بعد صدر مفتی کے عہدے پر ترقی پائی -

آپ حلیم الطبع - کریم الاخلاق اور متواضع تھے - فارسی کی تمام کتابیں پڑھانے میں کامل دسترس رکھتے تھے - علم ریاضی میں آپ کی قابلیت بہت بڑھی ہوی تھی - یہ چند کتابیں آپ کی تالیفات میں سے ہیں :—

(۱) تبصرة الحکمت (طبیعیات و آلہیات میں) -

(۲) منتخب التحریر (علم ریاضی میں) -

علم تکسیر و جفر و رمل میں بھی چند رسالے ہیں -

اُن کے کلام کا نمونہ یہ ہے :—

از بسکہ وحشی است دل بیقرار ما
رم می کند ز سایۂ مردم غبار ما *
در بر نہال قامت او تا نشاندہ ایم
گل کرد صد بہار ز باغ کنار ما *
بر روی زرد ماست عیاں اشک لالہ گوں
یک جا بہم شدہ است خزان و بہار ما *
دوش چوں بے رحمی ظالم دل من یاد کرد
من جدا فریاد کردم دل جدا فریاد کرد
چشم تو دوست دارم اگر می طپم بجاست
بیمار دار از غم بیمار می طپد *

سنہ ۱۲۵۸ ہجری میں اس دار فانی سے ہمیشہ کے لئے روپوش ہوگئے -

والا

والا تخلص ۔ سیّد ابو سعید نام ۔ سید ابو طیّب خاں خطاب ۔ فرزند سید ابو طیب خاں ۔ رحمت آباد مولد ۔ سنہ ۱۱۹۰ ہجری سال ولادت ۔

والا کے دادا سید زین العابدین امامي نواب والاجاہ کے دیوان محمد عاصم خاں بہادر مبارز جنگ کے حقیقي چچا تھے ۔

والا عربي کي ابتدائي کتابیں اور فارسي کي درسي کتابیں اساتذۂ عصر سے پڑھکر مدراس پہنچے اور فن شاعري میں مولانا آگاہ کے شاگرد ہوے ۔ حضرت آگاہ ہي نے آپ کا تخلص والا مقرر کیا اور از راہ عنایت یہ شعر بھي موزوں فرمایا :—

حظ وافر ببر از سیر چو بلبل والا

اولیں جوش بہار است گلستان ترا *

استاد کے انتقال کے بعد آپ اپنے قریے کو گئے جو رحمت آباد کے قریب ھے ۔ ایک مدت وھاں ٹھیرے اور جناب مولوي شاہ رفیع الدین قندھاري دکني رحمۃ اللہ کے دست مبارک پر بیعت کي ۔ سنہ ۱۲۵۲ ہجري میں آپ کے چھوٹے فرزند نے انتقال کیا اور آپ کو اتنا صدمہ ھوا کہ وطن کا قیام دو بھر ھوگیا ۔ آخر سفر کي ٹھاني اور دوبارہ مدراس آئے حافظ یار جنگ کي وساطت سے سرکاري ملازم ھوکر نواب غلام محمد غوث خاں بہادر نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۴۱ تا سنہ ۱۲۷۲ ہجري) کے استاد مقرر ھوے اور سید ابو طیب خان خطاب ملا ۔

آپ نے خطاطي اور تاریخ داني میں کمال حاصل کیا ۔ قادر الکلام اور پُر گو شعرا میں آپ کا شمار تھا ۔ دو مثنویاں ' بحر غم اور آیۂ رحمت اور ایک دیوان (مشتمل بر قصائد و غزلیات وغیرہ) آپ کے افکار آبدار کا نتیجہ ھے ۔ نثار بھي اعلیٰ درجے کے تھے ۔ چنانچہ حضرت خواجہ رحمت اللہ قدس سرہ کے حالات میں ایک رسالہ بنام ' بحر رحمت ' لکھا ۔

ان کے کلام کا نمونہ یہ ھے :—

الٰهي ساز روشن چوں ید بیضا بیانم را
کلیم طور سینائے تجلي کن زبانم را *

سیہ پوش است یا رب در غم تو حرف حرف من
کرامت کن اثر چوں بیت خود ہر بیت دیواں را *

اسیر عشق مژگانش شدم از شوق زلف او
بلے ہر خار صیاد است مرغ رشتہ بر پارا *

نرم خوئي سبب امن بود از ظالم
نہ شود زخم نمایاں چوزني تیر در آب *

عالمے را مي تواں از خُلق خود تسخیر کرد
بوے گل زنجیر مي گردد بہ پاے عندلیب *

دلم ز راحت یاراں ہمیشہ خورسند است
کہ ربط من بہ عزیزاں چو شاخ پیوند است *

اہل بصیرت از سخنے رنج مي برند
مو درمیان دیدہ کم از نوک خار نیست *

اشکم از شوق لبش قطرہ زناں مي آید
ہمچو طفلے کہ پئے قند دواں مي آید *

گشت حسن از پردہ ظاہر صورت جانا نہ شد
عشق در جوش و خروش آمد دل دیوانہ شد *

کامل شود چو مرد نگردد بخانہ بند
آرد چو باز پر نشود آشیانہ بند *

از بازي دغاے سپہر کینہ دوست
ہستم بسانِ مہرۂ ششدر بخانہ بند *

جز سیاست نبود کار ریاست جاري
نشود خامہ رواں تانزني آنرا قط *

آید بسائل از لب ممسک جواب خشک
از جیب خشک سال بر آید سحاب خشک *
عشق فایز کند آخر بحقیقت ز مجاز
میبر سد شبنم افتاده بمهر از بر گل *

والا نے صفر سنہ ۱۲۶۴ ہجري کو بعارضۂ فالج انتقال کیا - مسجد معمور واقع مٹیا برج کے صحن میں اپنے چچا کے پہلو میں سپرد خاک ہوے - جناب خوشنود نے تاریخ رحلت " العاقبۃ للمتقین " کہي -
۱۲۶۴ ھ

عاشق

عاشق تخلص - (مولوي) سید عبد الودود نقوي نام - چوکھریہ (من قصبات ضلع بردوان' بنگالہ) مولد - سال ولادت معلوم نہوا -

ان کے اجداد قصبہ کڑہ ضلع الہ آباد کے رہنے والے تھے - ان میں سے ایک صاحب وطن سے بردوان گئے اور وہیں مقیم ہوکر تعلیم و تدریس دین میں مشغول ہوے - ان کے اکثر اسلاف صاحبانِ فضل و کمال تھے اور اپنے خوان علم سے طلبہ کو نعمت علم عطا کرتے رہے - عاشق کے والد بھي کلکتہ کے مدرسۂ عالیہ میں مدرس تھے -

عاشق نے مولوي امین اللہ سے تمام درسي کتابیں پڑھیں - فارغ التعلیم ہوکر سنہ ۱۲۲۲ ہجري میں مدراس آئے اور ضلع گنتور کے مفتي مقرر ہوے - پھر ترچناپلي کے علاقے میں قاضي کے عُہدے پر مامور ہوے - اس کے بعد صدر عدالت کے مفتي بنائے گئے - پچیس برس تک اس عہدۂ عالیہ کے فرایض انجام دینے کے بعد ضلع چنگل پیٹ میں صدر امین کئے گئے -

کلام کا نمونہ یہ ہے :—

آتش انتظار سوخت مرا
چہ بلاے است آشنائي ہا *

از مساس مصحف رویش گنه ننوشته اند
دست از جان شسته در عشقش وضو داریم ما *
ازیں چیں ها که دارم بر جبیں وقت کهن سالي
بصد لب مي کنم تفسیر رنج ضعف پیري را *
نکند صبر ایں دل ناداں
کار با سخت جاهل افتاد است *
چوں سینۂ من کلبۂ اخگر شده از عشق
هر ذرۂ آهم چو شرار است به بینید *

سخن را آب و تاب از اشک دل سوزے چناں دارم -
بگوش هر که مي افتد کم از گوهر نمي داند -

سنه ۱۲۶۸ هجري میں انتقال هوا - شاه راه میلاپور میں دلیر جنگ بهادر کے مقبرے کے روبرو سپرد خاک کئے گئے -

خوشنود

خوشنود تخلص - (مولوي) ارتضا علي نام - ارتضا علي خان بهادر خطاب - فرزند مولوي مصطفی علي خاں بهادر خوشدل - قصبۂ گوپامؤ میں سنه ۱۱۹۸ هجري میں پیدا هوے -

پندره سال کي عمر میں اپنے والد سے فارسي کي چند کتابیں اور عربي میں کافیه تک پڑهنے کے بعد لکهنؤ گئے اور به حیثیت طالب علم برسوں وهاں قیام پذیر رهے - وهاں سے سندیلے پهنچے اور مولانا حیدر علي سندیلوي کي خدمت میں، جو مشهور علماء میں سے تهے، علوم معقول و منقول حاصل کئے پهر بلگرام میں سات سال تک مقیم ره کر مولوي محمد ابراهیم ملیباري سے باقي کتابیں پڑهیں - فارغ التحصیل هونے کے بعد جناب مولوي شاه غلام نصیرالدین سعدي بلگرامي رحمه الله سے بیعت کا شرف اور خرقۂ خلافت پایا -

سنه ۱۲۲۵ هجري کے شروع میں اپنے والد سے ملنے کے لئے مدراس آئے - پانچ سال بعد نواب عظیم الدوله بهادر نواب کرناٹک (سنه ۱۲۱۶ تا

سنه ۱۲۳۴ ہجري) کي سرکار ميں ملازم ہوے اؤر محکمۂ عاليه کے مفتي مقرر ہوے - سنه ۱۲۳۵ ہجري ميں کسي وجه سے مستعفي ہو گئے اؤر چندے متوکلانه زندگي بسر کي - بعض اہل حکومت کي خواہش پر دوباره قاضي کا عہده قبول کيا اؤر چتور کے علاقے ميں مقرر کئے گئے - کچھ دنوں بعد صدر مفتي ہوے - سنه ۱۲۴۴ ہجري ميں صوبۂ مدراس کے قاضي القضاة بناے گئے -

. چوبيس سال تک اپنے فرائض نہايت خوبي کے ساتھ انجام ديني کے بعد سنه ۱۲٦۸ ہجري ميں وظيفه لے کر اپني خدمت سے سبک دوش ہوے اؤر مع اہل و عيال حرمين شريفين زاد ہما الله تعالي شرفاً و تعظيماً تشريف لے گئے -

نواب غلام محمد غوث خان بہادر اعظم نواب کرناٹک (سنه ۱۲۴۱ تا سنه ۱۲۷۲ ہجري) آپ کے شاگرد تھے - سيکڑوں طلبه نے آپ کے خوان تعليم سے بہرۂ وافي حاصل کيا - آپ نے بہت سي عربي کتابوں کي شرحيں اؤر حاشيے لکھے - اُن کے علاوه ذيل کي کتابيں آپ کي تاليف ہيں :—

(۱) نقود الحساب (۲) فرائض ارتضيه (۳) شرح فارسي قصيده برده (۴) تنبيه الغفول في اثبات ايمان آباء الرسول (۵) شرح اسماء الحسنٰي عربي -

آپ کے فارسي کلام کا يه رنگ هے :—

چشم آهو با ہمه شوخي شکار چشم تست
نرگس شهلابه مستي شرمسار چشم تست *
کے نظر افتد بران گل چهرۂ نازک بدن
ہستي موهوم تو خوشنود خار چشم تست *
دانهٔ سبحه مگر دان زاهد
انما الله الهٌ واحد *
چه بلا سوز درونم اثرے پيدا کرد
ريخت اشکے که ز چشمم شررے پيدا کرد *

شد چناں سلسلۂ مشبّک ز خدنگت تو کہ دل
بہر نظارۂ زہر رخنہ درے پیدا کرد *
تا نواز می کدہ رفتی بہوایت ز حباب
مے بہ میدا ہمہ تن چشم ترے پیدا کرد *
قصد صید دل مابود کہ صیاد ازل
چوں تو نازک بدنے خوش کمرے پیدا کرد *
نیست 'خوشنود' سزاوار ملامت ناصح
دل و جاں باخت بعشق و ہنرے پیدا کرد *
خواہی کہ نماز عشق خوانی
از خون دو دیدہ با وضو باش *
از خستۂ خود یاد نیاری عجب از تو
کشتی و بخاکش نہ سپاری عجب از تو *
خوشنود از انجا بچہ کار آمدہ بودی
مشغول دریں جا بچہ کاری عجب از تو *
چرخ زن گرد نقطۂ وحدت
ہمچو پرکار باش تا باشی *

رباعی

آدم آئینۂ جمال تو بود * عالم ہمہ مظہر کمال تو بود
آں کس کہ نکرد نفس خود را ادراک * کے محرم محفل وصال تو بود

خوشنود کا سال رحلت معلوم نہوا - اتنا پتہ چلتا ھے کہ تذکرۂ گلزار اعظم کی تالیف یعنی سنہ ۱۲۶۱ ہجری تک زندہ تھے -

شفیع

شفیع تخلص - میر محمد شفیع نام - فرزند میر عسکری باقری استر آبادی - نلور مولد - سنہ ۱۲۴۸ ہجری سال ولادت - سلطان ابوالحسن قطب شاہ عرف تانا شاہ والی حیدر آباد دکن (سنہ ۱۰۸۳ تا سنہ ۱۰۹۸ ہجری) نے شفیع کے اجداد میں سے ایک صاحب

میر حسن استر آبادی کی بڑی قدر افزائی فرمائی اور مضافات حیدر آباد میں قریہ کلاتہ کی جاگیر عطا کی۔ شفیع کے والد پہلے تو مچھلی بندر میں تجارت کرتے تھے۔ بعد کو ملازمت کی اور ضلع نلور کے ایک محکمے میں منشی مقرر ہوے۔

شفیع نے ہوش سنبھالنے کے بعد اپنے والد اور دوسرے اساتذہ سے فارسی اور عربی پڑھی۔ نیز علم حساب میں بھی مہارت پیدا کی۔ عرصۂ دراز تک مختلف شہروں کی سیاحت کرتے رہے۔ باپ کے انتقال کے بعد اُن ہی کی خدمت پر مامور ہوے۔ پھر محکمۂ صدر امین نلور کے دیوانی دفاتر کی سر رشتہ داری پر تقرر ہوا۔ زبان تلنگی وغیرہ سے بھی خوب واقف تھے اور بہت جلد ترجمہ کرتے تھے۔ فن شعر میں میر محمد حسن غریب اور میرزا عبد الباقی وفا سے تلمذ تھا۔ ہندی اور فارسی شعر کہتے تھے۔ مختلف فنون میں ان کی نظم و نثر موجود ہے۔ جس کا شمار ساتھ ہزار بیت سے زیادہ ہوتا ہے۔

نمونۂ کلام فارسی یہ ہے :-

خال بر عین صنم بس بہ ہزار انداز است
الف کرد است نگر حسن الف قامت را *
فرد مک دست تہی شد ز در و لعل سرشک
لعل خنداں مددے' گوہرے دنداں مددے *
نرگس و غنچہ و گل چشم و دہان و رخ تست
حاش للہ روم جانب بستانِ کسے *

شفیع کے انتقال کا سال معلوم نہوا۔ لیکن وہ تذکرۂ گلزار اعظم کی تالیف (سنہ ۱۲۹۹ ہجری) کے وقت تک زندہ تھے۔

قدرت

قدرت تخلص۔ محمد قدرت اللہ نام۔ محمد قدرت اللہ خاں خطاب۔ فرزند محمد کامل۔ گوپامؤ مولد۔ سنہ ۱۱۹۹ ہجری سال ولادت۔

آپ کا سلسلۂ نسب حضرت قاسم بن محمد بن حضرت سیدنا امیرالمؤمنین ابوبکر صدیق رضي الله تعالي عنه تک پہنچتا هے - یه حضرت قاسم وهي هیں جو مدینۂ منوره کے فقہاے سبعه میں سے تھے -

یه نهیں معلوم هوسکا که قدرت کے اسلاف عرب سے ہند میں کس راسته سے آئے - بہر حال قنوج میں سکونت گزیں هوے - ان میں سے ایک صاحب سلطنت غوریه کے اخیر زمانے میں گوپامؤ سے اُٹھ آئے - وهاں کے حکام وقت نے ان کي صلاحیت اور امانت کا لحاظ کرکے ان کو نائب صدر مقرر کردیا - اس عهدے کي تنخواه بهت معقول تھي - سلطنت تیموریه کے اختتام تک ان کي اولاد میں یه خدمت باقي اور تنخواه برابر جاري رهي -

قدرت نے صرف و نحو عربي اور فارسي درسي کتابیں اساتذۂ وقت سے پڑھیں - سنه ۱۲۲۷ ہجري میں مدراس پہنچے - جناب ارتضا علي خان بہادر خوشنود سے علم فرایض و حساب پڑھا - نواب اعظم جاه بہادر رضوان مآب نواب کرناٹک (سنه ۱۲۳۴ تا سنه ۱۲۴۱ ھ) کے دربار سے خان کا خطاب اور نواب عظیم الدوله بہادر رحمت مآب نواب کرناٹک (سنه ۱۲۱۶ تا سنه ۱۲۳۴ ہجري) کے مقبرے کي تولیت مرحمت هوي - جب نواب غلام محمد غوث خاں بہادر اعظم نواب کرناٹک (سنه ۱۲۴۱ تا سنه ۱۲۷۲ ہجري) نے محفل مشاعرۂ اعظم قایم فرمائي ' اس کے دو حَکَم مقرر فرماے گئے - اُن میں ایک قدرت تھے - آپ زاهد شب زنده دار اور عابد و پرهیزگار تھے -

ایک ضخیم دیوان اور ایک تذکرۂ شعراء مسمّٰي به ' نتایج الافکار ' یادگار چھوڑا - یه تذکره نواب کرناٹک کي طرف سے سرکاري مطبع میں طبع هوا تھا -

اُن کا کچھ مُنتخب کلام یه هے :—

چشمم نشود ملتفت غیر ز سویت
جز قبله نگرداند کسے قبله نما را *

از راستی تیر' کماں راست نگردد
من چوں ز عصا راست کنم پشت دو تارا *
منزلت در دل و دل بستۂ زلف
زلف مشکن که شکست من و تست *
اشک من راز سینه افشا کرد
طفل ہرگز نه معتمد باشد *
برباد مکن وفاے دیریں
من خاک شدم غبار تا چند *

قدرت کی رحلت کا سال معلوم نہیں' مگر وہ تذکرۂ گلزار اعظم کی تالیف (سنه ۱۲۶۹ ہجری) کے وقت زندہ تھے -

مختار

مختار تخلص - باقر حسین نام - حسن علی خاں خطاب - فرزند حسن علی خاں - سرینگ پٹن مولد - سنه ۱۲۱۰ ہجری سال ولادت -

پانچ سال کی عمر میں اپنے والد کے ہمراہ وارد محمد پور (ارکاٹ) ہوے - اساتذۂ عصر سے فارسی پڑھی - سنه ۱۲۳۰ ہجری میں مدراس آئے اور یہیں مقیم ہوگئے - نواب اعظم جاہ بہادر رضوان مآب نواب کرناتک (سنه ۱۲۳۴ تا سنه ۱۲۴۱ ہجری) کے عہد ریاست میں 'حسن علی خاں' کا خطاب ملا - آخر عمر میں مجلس مشاعرۂ اعظم میں' جسکو نواب غلام محمد غوث خاں بہادر اعظم نے قایم کیا تھا' داخل ہوے -

فارسی شعر کم اور ہندی شعر خصوصاً مرثیه اکثر کہتے تھے - کلام کا نمونه یه ہے :—

ہر که سازد سرکشی ہمچوں حباب شوخ چشم
زود بیند از ہواے خویش مدفن زیر پا *
عیش و نشاط اہل جہاں را ثبات نیست
چوں دامن بہار که آمد بدست و رفت *

همچو شمع محفل شب زنده داراں طبع من
هر زماں مختار روشن تر ز ترک خواب شد *
همچو پروانه هر چراغ رخت
شمع فانوس آسماں سوزد *

مختار کي صحيح تاريخ وفات معلوم نه هوي البته تذکرۂ گلزار اعظم کي تاليف کے وقت زنده تهے -

واقف

واقف تخلص - ميراں محي الدين قادري نام - فرزند شاه احمد ابو تراب قادري - ادگير مولد - سنه ۱۲۰۰ هجري سال ولادت -

کم سني ميں اپنے والد کے همراه مدراس آئے اور يهيں مقيم هوگئے - مولانا باقر آگاه اور مولوي غلام محي الدين معجز سے فارسي پڑهي - عربي کي تحصيل ملک العلماء مولوي علاء الدين صاحب سے کي - اپنے حقيقي ماموں سيد شاه منصور قادری سے بيعت کي اور تمام سلسلوں ميں خرقۂ خلافت پايا - شاعري ميں مولوي سيد خير الدين فايق سے تلمذ تها - بيعت هونے سے پهلے بسمل تخلص کرتے تهے ' مرشد کے حکم سے واقف تخلص اختيار کيا - چنانچه ايک اردو غزل کے مقطع ميں کنايتاً اس کو يوں ظاهر کيا هے :-

سرِ مخفي سے انا الحق کے نه تها ميں واقف
جب تلک شيخ مرا حضرت منصور نه تها *

مدراس ميں ' شهر استاد ' کهلاتے تهے - نواب غلام محمد غوث خاں بهادر اعظم نواب کرناتک (سنه ۱۲۴۱ تا سنه ۱۲۷۲ هجري) نے ايک مدرسه مدراس ميں قايم فرمايا تها جس کا نام مدرسۂ اعظم رکها - نواب صاحب موصوف کے انتقال کے بعد اس مدرسے کو سرکار انگريزي نے اپنے اهتمام ميں لے ليا - مدرسه ابتک حضرت اعظم کے نام مبارک سے منسوب چلا آتا هے اور بدستور سرکاري انتظام هے - غرض واقف بهي اس مدرسه کے مدرس مقرر کئے گئے - اور محفل مشاعرۂ اعظم کے ايک حکم بهي تهے -

سپ کے کلام کا یہ رنگ ھے :-

از سر حرف انا الحق شد به دست من عصا
حضرت منصور واقف تا بود هادي مرا *

چوں مردمک ز ترک تردد تمام عمر
آسایشے به سایهٔ مژگانم آرزو است *

بے سوز دل بناے عمل استوار نیست
دیوار خشت خام گہے پایدار نیست *

بے مشقت نه فتد گوهر مقصود بکف
مدّتے سنگ پئ لعل جگر سوخته است *

خاموشي است موجب سر سبزي دروں
صد بار ایں سخن بلب خویش پسته گفت *

مرد میداں نه کشد منت کس را واقف
بهر آب است کجا تیغ به باراں محتاج *

ہزاراں حیله انگیزد براے دادن نانے
مگر هستم بخوانِ چرخ دوں نا خوانده مهمانے *

واقف - تذکرۂ گلزار اعظم کي تالیف کے وقت تک زندہ تھے - مگر اُن کے انتقال کا صحیح سال معلوم نہوا -

فصل هفتم

وہ فارسي شعراء جو کرناٹک میں پیدا ہوے

ابجدي

ابجدي تخلص - میر اسمعیل خاں نام - فرزند سید شاہ میر - بیجاپور وطن اسلاف - چنگل پیٹ علاقۂ مدراس مولد - سال ولادت معلوم نہوا -

ان کے والد ملا محمد' مصنف تاریخ فرشتہ کے بہنوئي تھے -

ابجدي نے اپنے زمانے کے اساتذہ سے عربي اور فارسي پڑھي - تحصیل علم سے فارغ ہونے کے بعد نواب والاجاہ جنت آرام گاہ کي خدمت میں باریاب ہوے - آپ نے اپنے فرزندوں یعني نواب عمدۃ الامراء بہادر اور نواب امیرالامراء بہادر کي تعلیم کے لئے ان کو مقرر فرمایا -

ابجدي کي طبیعت بہت موزوں واقع ہوي تھي - فارسي اور ہندي شعر کہتے تھے - آپ نے ایک دیوان اور پانچ مثنویاں تالیف کیں - نواب والاجاہ کے حکم سے مثنوي 'انور نامہ' لکھي - نواب موصوف کو وہ مثنوي اتني پسند آئي کہ ابجدي کو چاندي میں تُلوا دیا - اس چاندي کي قیمت چھ ہزار سات سو روپیہ ہوي اور چند خلعت بھي مرحمت فرماے - سنہ ۱۱۸۹ ہجري میں ملک الشعراء کا خطاب بھي عطا فرمایا -

آپ کے کلام کا یہ نمونہ ہے :—

دستک بدر سینہ زند دل ز طپیدن
شاید کہ در آید بت سیمیں بدن ما *

از سبک روحي چو بوي گل جہانے سر کنیم
با قدم ہرگز نگردد آشنا رفتار ما *

توبہ امشب بہ بزم یار شکست
عہد در موسم بہار شکست *

خوش است سوی زنخدانِ او نظر لیکن
به پای خویش فتادن به چاه رسوائی است *
تا نه گردد دل دو پاره بر نیاید آرزو
دیده ام خورشید در چاک گریبان صباح *
برنگ شیشۂ ساعت دلم را بالاش بستم
که راز هر یکے بر یک دگر پنهاں نمی ماند *
دل را به دام زلف گره گیر بسته اند
دیوانه را به حلقۂ زنجیر بسته اند *
برائے رفع گزند حوادث دوراں
شد است داغ دلم ابجدی مرا تعویذ *

ابجدی نے سنه ۱۱۹۳ ہجری میں قضا کی - جامع مسجد میلاپور کے صحن میں دفن ہوے -

ذوقی

ذوقی تخلص - سید عبد اللطیف نام - غلام محی الدین عرف - فرزند حضرت سید شاہ ابو الحسن قربی قدس سرہ - بیجاپور وطن اسلاف - بیجاپور مولد - سال ولادت معلوم نہوا -

اپنے والد ماجد سے ابتدائی فارسی کتابیں پڑھیں - پھر عظیم الدین داماد محمد جعفر طالب علم ویلوری سے صرف و نحو عربی اور علم معقول کے چند رسالے پڑھے - ذہن و ذکاوت خدا داد تھی - اتنی ہی تعلیم سے معقول و منقول کی مستند کتابوں کے مطالعہ کی استعداد پیدا کرلی - حقایق و معارف کے علوم سے بھی خوب واقفیت بہم پہنچالی -

حضرت ذوقی کے مزاج میں بڑی بے تکلفی تھی - ظاہری لباس و آرایش کا خیال نه تھا - امیروں اور تونگروں کی بالکل پروا نکرتے تھے - وقت آخر تک طالبان حق کی تعلیم اور راہ نمائی میں مصروف رہے -

آپ کو تصنیف و تالیف کی طرف توجه ہوی تو علم فرائض - حساب - بیان - منطق - تصوف وغیرہ میں بہت سے رسائل لکھ ڈالے -

قصائد کے دو کثیر الحجم دیوان، غزلوں اور رباعیوں کا دیوان اور پانچ مثنویاں و مثنوی معجزۂ مصطفی آپ کے افکار آبدار کا نتیجہ ہیں - فصیح اللسان شاعر تھے - قدیم شعراء کی طرز پر کہتے تھے - آپ کی زود فکری غیر معمولی تھی - مولانا باقر آگاہ کا بیان ہے کہ ایک روز حضرت ذوقی نے میرے رو برو سات سو شعر موزوں کئے اور فرمایا کہ بارہا ایسا اتفاق ہوا ہے کہ مجھے ایک دن میں ہزار ہزار شعر کہنے پڑے ہیں -

علاوہ ان مثنویوں کے جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، آپ نے ایک مثنوی بنام 'دُرِّ بے بہا' تصنیف فرمائی - اس مثنوی میں اُس جنگ کے واقعات بیان کئے گئے ہیں جو نواب عمدة الامراء بہادر اور تنجاوریوں میں ہوی تھی - اسی مثنوی کے چند شعر ذیل میں درج کئے جاتے ہیں، جن سے آپ کے کلام کا اندازہ ہو سکے گا :-

راندہ بارہ بسوی آں بارہ * آمد اندر خروش نقارہ
تیغ ہا درمیان تیرہ غبار * روز روشن نمود در شب تار
بارش گولہ از حضیض زمیں * ہمچو باراں ز اوج چرخ بریں
چرخ را چرخ سر در افگندہ * کرگس آسماں سر افگندہ
برگ بید اندراں سواد ستم * خصم را گشتہ برگ راہ عدم
آشکارا شد از میانۂ فوج * شعلہ بر شعلہ موج اندر موج
توپ ہا دود بر سر آوردہ * و ز سراں دود ہا بر آوردہ
بسکہ پیکاں تیر دل می سُفت * الامان الامان اجل می گفت
ریکلہ فتنہ ہا بپا کردہ * گُلہ از فرق مہ جدا کردہ
تا برد چہرہ دستیش بعدو * خورد پستول داروی نیرو
رفتہ برباد فتنہ چوں پریاں * از زمیں بر فلک تجاوریاں

سنہ ۱۱۹۴ ہجری میں آپ کا وصال ہوا - قلعۂ ویلور کی خندق پر اپنے والد ماجد کے پہلو میں دفن کئے گئے -

آگاہ

آگاہ تخلص - محمد باقر نام (نایطی و شافعی) - فرزند محمد مرتضی المعروف بہ محمد صاحب - بیجاپور وطن اسلاف - ویلور مولد سنہ ۱۱۵۸ ہجری سال ولادت -

وطن میں فارسي اؤر عربي کي چند کتابیں پڑھیں - پھر طلبِ علم کي غرض سے ترچناپلي گئے اؤر ذھانت خدا داد سے پندرہ سال کي عمر میں نظم و نثر لکھنے پر قادر ھوگئے - انیس سال کي عمر میں حضرت سید شاہ ابو الحسن قدس سرہ سے بیعت کي اؤر آپ ہي سے اشعار کي اصلاح لیتے رھے - نعت و منقبت میں بہت سے قصائد و غزلیات اؤر مثنویاں لکھیں - اس وقت آپ نے اپنا کوئي تخلص قرار نہیں دیا تھا - پیر و مرشد کے انتقال کے بعد اپنے تمام اشعار غرق آب کردئے - شاعري سے کنارہ کش ھوگئے اؤر ترچناپلي سے چلے آئے - ایک دفعہ پھر ترچناپلي گئے اؤر نواب والاجاہ فرماں رواي کرناٹک (سنہ ۱۱۸۳ تا سنہ ۱۲۱۰ ہجري) نے بڑے ادب اؤر تعظیم کے ساتھ ملاقات کي اؤر اپنے دوسرے فرزند نواب امیر الامراء بہادر کا اتالیق مقرر کرکے دو سؤ روپیہ ماھوار کا وظیفہ عطا کیا - کچھ روز بعد القور کي جاگیر' جس کي سالانہ آمدني بارہ سو ھوں تھي' مرحمت فرمائي - جب نواب امیر الامرا بہادر مدراس آنے لگے تو آگاہ بھي ہم رکاب آگئے اؤر یہیں سکونت اختیار کي - مدراس پہنچ کر پھر شعر گوئي شروع کردي - نواب والاجاہ بہادر کے جو خطوط اہل حجاز کے نام جاتے تھے وہ سب آگاہ ہي لکھتے تھے - جب پہلا خط وھاں پہنچا' تو فصحاے وقت نے آپ کي انشا بہت پسند کرکے نواب والاجاہ کو محرر کي بہت تعریف لکھي - نواب صاحب اس سے ایسے خوش ھوے کہ اپنے فرزندوں نواب عمدۃ الامراء اؤر نواب امیر الامراء کو ایک سونے کے گھوارے کے ساتھ مولانا آگاہ کي خدمت میں روانہ کیا اؤر دونوں صاحب زادوں سے کہا کہ مولوي صاحب کو اس میں بٹھلاکر جُھلائیں - مولانا نے بڑے اصرار کے بعد یہ تحفہ تو قبول فرمالیا مگر جُھلائے جانے سے انکار کردیا -

آپ کے بہت سے شاگرد تھے - اِن میں سے نواب تاج الامراء بہادر ماجد فرزند نواب عمدۃ الامراء بہادر اؤر اعزالدین خاں نامي نے بڑي

شہرت پائی، جیسا کہ ان دونوں کے حالات سے ظاہر ہوگا، جو اس کتاب میں درج ہیں۔

عربی فارسی اور ہندی میں آپ کی بہت سی تصانیف موجود ہیں۔ ان کے اشعار کی تعداد پچاس ہزار سے بھی زیادہ ہے۔
آپ کے کلام کا یہ رنگ ہے:—

الٰہی مطلع صبح تجلی کن دل مارا
چمن زار گل وادیِ ایمن کن گِل مارا *
غم فراق تو از بسکہ کاست جان مرا
عصا ز آہ بود جسم ناتوان مرا *
بستم بہ طرۂ تو دل زار خویش را
آخر فگندہ ام بہ سرت بار خویش را *
شگافے در دل از تیر نگاہے کردہ ام پیدا
بسوی آں وفا بیگانہ راہے کردہ ام پیدا *
ز رشک آں کہ ساغر از لبش خورشید تابان است
ہلال آسا کند قالب تہی ماہ تمام امشب *
برنگ غنچۂ شاخ بریدہ دل تنگم
کہ داغ آں گل رعنا بہ نو بہارم سوخت *
دور نبود شاخ رز گردد اگر مسواک شیخ
بسکہ در دور نگاہت می کشی دارد رواج *
گر نمی داشت اثر جذب محبت آگاہ
شمع را بر سر پروانہ چرا گریاں کرد *

رباعی

ایراں بقیاس ہر سقیم الافکار
رجحاں دارد بہند جنت آثار *
نشنید کہ بر طبق احادیث آدم
در ہند فرود آمد و در ایراں مار *

آگاہ سنہ ۱۲۲۰ ہجری میں جنت نصیب ہوے - میلاپور کے راستے میں ہاتھی گنتی کے پاس سپرد خاک کئے گئے -

معجز

معجز تخلص - غلام محي الدین نام - فرزند محمد ندیم اللہ نایطي - اسلاف کا وطن پہلے مدینۂ منورہ تھا' پھر پانڈا پوندا اور اس کے بعد بیجاپور تھا - محمد پور (ارکاٹ) مولد - سنہ ۱۱۷۳ ہجري سال ولادت ھے -

عربي میں قطبي اور میر تک اور فارسي درسي کتابیں اپنے زمانے کے استادوں سے پڑھیں - سترہ برس کي عمر میں مدراس آئے اور اپنے بزرگوں کے قدیم تعارف کي وجہ سے محمد محفوظ خان بہادر شہامت جنگ' برادر نواب والاجاہ فرمانرواي کرناٹک' کے مورد عنایت و عاطفت ہوے - نواب امیر الامراء بہادر فرزند دوم نواب والاجاہ بہادر نے اپنے فرزند نواب عظیم الدولہ بہادر نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۱۲ تا سنہ ۱۲۳۴ ہجري) کي تعلیم ان کے سپرد کردي - جب چند سال کے بعد نواب ممدوح کا انتقال ہوگیا تو نواب والاجاہ نے معجز کو اپنے ملازمین کے زمرے میں داخل فرمالیا اور اسي خدمت پر بحال رکھا اور اپنے فرزندوں اور دامادوں کو بھي بہ غرض تعلیم ان کے تفویض فرمایا -

نواب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب نواب کرناٹک نے اپنے عہد ریاست میں اپنے استاد کو مدارالمہام بنانا چاھا لیکن معجز نے قبول نہیں کیا اور کہا کہ "میں غلام محي الدین ہوں کسي اور کي بندگي نہیں کرونگا" اس پر نواب نے ایک سؤ چالیس روپیہ کا منصب جاري فرما دیا اور اپنے فرزند اکبر نواب اعظم جاہ بہادر کي تعلیم آپ کے سپرد کردي - نواب رحمت مآب اپنے استاد کي بڑي تعظیم و تکریم کرتے اور مرتے دم تک خلوص کے ساتھ شاگردي کے حقوق بجا لاتے رہے -

شاعري میں آپ کو مولانا باقر آگاہ سے تلمذ تھا -

اشعار کا نمونہ یہ ھے :-

کند بے بال و پر تیر فلک را ترک چشم او
بہ تیر غمزہ چوں پیوند سازد قوس ابرو را *

صد مے کدہ چوں وقف ایاغ نگہ تست
یک دور کہ بے بادہ تباہ است دل ما *
عدم شخص خود نما شدن است
غنچہ را گل شدن فنا شدن است *
چشم عالي ہمتاں بالا نہ بیند از غرور
گرچہ اختر بر فلک باشد نگاہش بر زمیں است *
تکبیر اولیں است سلام وداع خویش
عشاق چوں نماز محبت ادا کنند *
ز پا افتادہ را عالي مقاماں پایہ مي بخشند
کند بر عالم بالا بہ جذب خود سفر شبنم *

آخر عمر میں معجز تمام کاموں سے دست بردار ہوکر گوشہ نشیں ہو گئے تھے - سنہ ۱۲۱۹ ہجري میں وفات پائي -

بیخود

بیخود تخلص - سید امین غوث نام - فرزند سید محي الدین بیجاپوري - محمد پور عرف ارکاٹ مولد - سنہ ۱۲۱۰ ہجري سال ولادت -

کم سني میں مدراس پہنچے - فارسي کي کتابیں حضرت سید شاہ حسین صاحب قادري مرحوم قدس سرہ اور مولوي قادر بخش صاحب سے پڑھیں - عربي میں میبذي تک ملک العلماء مولوي علاء الدین صاحب سے مستفیض ہوے - سنہ ۱۲۲۵ ہجري میں حیدر آباد چلے گئے اور راجہ چندو لال کے شعراء کے زمرے میں داخل ہوے - کچھ دنوں بعد دہلي کا رخ کیا - پھر ان کا پتہ نہ چلا کہ کیا ہوے -

بڑے آزاد منش آدمي تھے - بدیہ گوئي میں اپنے ہم عصر شعراء میں ممتاز سمجھے جاتے تھے -

اُن کے کلام کا نمونہ یہ ہے :—

نیست در راہ طلب حاجتِ مشعل دگرم
ز آتش عشقِ سرا پاي من افروختہ است *

مصحف روي تو تفسیر دگر مي خواهد
من چه گویم رخ زیبای تو دیدن دارد *
بدین امید که روزے بدامن تو رسم
غبار وار بکویت بسے گزر کردم *

بیخود کے انتقال کا سال نه معلوم ہوا - بہر حال یه ثابت هے که وہ سنه ۱۲۲۵ ہجري تک بقید حیات تھے - اس لئے که اسي سن میں حیدر آباد گئے تھے -

برهان

برهان تخلص - سید برهان خاں هانڈي نام - فرزند سید حسن هانڈي - بیجاپور وطن اسلاف - نتھر نگر (ترچناپلي) مولد - سال ولادت معلوم نہوا -

شرفاے اہل دکن میں سے تھے - غلام حسین جودت کے فیض تعلیم سے فارسي میں اچھي استعداد حاصل کي - نظم و نثر کي اصلاح بھي ان ہي سے لیتے تھے - فن انشاپردازي میں ان کي بڑي شہرت هوي - ابتدا میں شرفاے اہل نوایط کے یہاں منشي گري کرتے تھے - پھر نواب والاجاہ فرمانرواے کرناٹک کے فرزند حسام الملک بہادر کي سرکار میں بمقام نتھر نگر ملازم ہوے اور آپ کے حکم سے کتاب "ترک والاجاہي" تصنیف کي - چند روز کے بعد آپ کے ہمراہ مدراس آئے اور یہیں سکونت اختیار کرلي - نعرۂ حیدري ' انشاء برهاني ' منشآت بے نظیر اور طوطي نامۂ منظوم لکھا -

کلام کا نمونه یه هے :-

فزود عزت عالي نژاد در پستي
درے است قطرہ که رفت از سحاب در ته آب *
تپ دل در ہوایش شعله جوش است
تمنا ہر نفس محشر خروش است *

زدودہ عشق او ہرجا کہ داغ است
کدورت خانۂ جان را چراغ است *
واي بر حال نارسائي ها
زیستن بے تو سخت دشوار است *
برهاں بصد ہزار پریشاني زماں
از دامن تو دور نشد گر غبار شد *

سنہ ۱۲۳۸ ہجري میں جادہ پیماے ملک بقا ہوے۔

رایق

رایق تخلص۔ غلام علي موسي رضا نام۔ حکیم باقر حسین خاں خطاب۔ فرزند حکیم رکن الدین حسین خاں نایطي۔ محمد پور (ارکاٹ) مولد۔ سنہ ۱۱۸۰ ہجري سال ولادت۔ تذکرۂ محبوب الزمن میں رایق کا مولد ادگیر بتلایا ھے اور سال وفات سنہ ۱۲۴۷ ہجري لکھا ھے۔ گلزار اعظم نے ان کا مولد ارکاٹ اور سنہ ۱۲۴۸ ہجري سال وفات بتایا ھے۔ چونکہ رایق کو دربار کرناٹک سے گہرا تعلق تہا اور صاحب گلزار اعظم وهیں کے فرمانروا تھے اس لئے اُن ہي کا بیان زیادہ قابل وثوق ھے۔

نواب حیدر علي خاں فرماں رواے میسور کي معرکہ آرائي کے زمانے میں اُدگیر پہنچ کر وهاں کے جاگیردار سید عبد القادر خاں کے ملازم رهے۔ اُس کے بعد مدراس آے۔ مولانا باقر آگاہ کے فیض تعلیم سے فارسي نظم و نثر میں خاص مہارت پیدا کي۔ فن طب میں بھي بڑي شہرت پائي۔

نواب عمدة الامراء بہادر فرماں رواي کرناٹک نے انھیں محمد پور میں منشي گري کي خدمت پر مامور فرمایا۔ نواب موصوف کي وفات کے بعد رایق دوبارہ مدراس آئے اور نواب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۱۶ تا سنہ ۱۲۳۴ ہجري) کے زمرۂ اطبا میں داخل ہوئے اور نواب ممدوح نے حکیم باقر حسین خاں کا خطاب دیا۔

اخیر زمانے میں نواب اعظم جاہ بہادر رضواں مآب نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۳۴ تا سنہ ۱۲۴۱ ہجری) کے مصاحبوں میں داخل ہوے -

شاعر ہونے کے علاوہ بہت بڑے ادیب و انشاپرداز بھی تھے - ایک تذکرہ گلدستۂ کرناٹک کے نام سے نہایت فصیح و بلیغ لکھا ہے -

کلام کا نمونہ یہ ہے :—

بیاقوت جگر کی دیدم اسم شاہ جیلاں را
یہ ایں اسم معظم تو اما دیدم چو ایماں را *

بہ راہ مرگ رفتن اغنیا را سخت دشوار است
کہ فربہ کے بہ آسانی نماید قطع منزل ہا *

سر کرد در بساط زمیں بازی فلک
یکسر برات میر ز حکم غلام سوخت *

شعر نا خوب کند رسواے عالم گوش دار
چوں پسر ابتر شود نفریں پدر را می کنند *

ہر دم از سوداے عشق آں بت انور جبیں
ہمچو ہندو شمع می مالد بہ خاکستر جبیں *

رایق نے بقول تذکرۂ اعظم سنہ ۱۲۴۸ ہجری میں قضا کی - جناب 'والا' نے اُن کی تاریخ رحلت حسب ذیل کہی ہے مگر اُس سے سنہ ۱۲۵۱ نکلتے ہیں :—

داروے اجل چو خورد رایق * با بدرقۂ گلاب ایماں
سالش ز سر بکا دلم گفت * حقا کہ ز دہر رفت لقماں

چونکہ اس تاریخ میں "بکا" کے سر یعنی ب کا تعمیہ ہے ' اس لئے ب کے دو عدد مصرع تاریخ میں بڑھاے جائیں تو سنہ ۱۲۵۳ ہوتے ہیں - اس حساب سے تذکرۂ اعظم کے بیان اور قطعۂ تاریخ میں پانچ عدد کا فرق ہے -

بصارت

بصارت تخلص - غلام محي الدين نام - فرزند حکیم بدیع الدین - ارکاٹ مولد - سنه ۱۱۹۷ سال ولادت - ان کے والد نواب کرناٹک کي سرکار میں ملازم تھے - مگر دادا حکیم محمود حسین اپنے وطن سے باہر کہیں نہیں گئے - والد به ہمراہي نواب انورالدین خاں شہید ارکاٹ پہنچے - بصارت نے علوم صرف ونحو عربي اور طب نظري و عملي حکیم شفائي خاں سے پڑھي - فارسي نظم و نثر کي اصلاح سید منان حسیني بینا اور دوسرے اساتذه سے لیتے تھے - اپنے والد کے انتقال کے بعد ان ہي کي جگه سرکاري شفا خانے میں به عهدۂ طبابت مامور ہوے - رنگیں مزاج ' خوش تقریر اور چرب زبان تھے - اشعار کا یه نمونه ہے :—

گشت ویراں دل من از ستم آه و سرشک
خانۂ ہستي من کرد خراب آتش و آب *
آب گردیده ام از جوش گداز تب عشق
ہست بیروں درونم چو کباب آتش و آب *
مي کند صد جا توقف تا به چشمم مي رسد
شاید افتاد از تب دل آبله در پائے اشک *
لب تشنه و تفسیده دہاں مرده ام اے ابر
بر خاکم اگر اشک نه باري عجب از تو *

سنه ۱۲۶۴ ہجري میں اس دار فاني سے عالم جاوداني کي طرف سفر کیا - بینش نے جو شیعي تھے یه تاریخي قطعه کہا :—

دانشمندے نہاد چوں رو بعدم
نے نے که نجات یافت از بند الم *
تاریخ بحسب اعتقادش جستم
روحش گفتا : " غلام محي الدینم " *
۱۲ ھ ۶۴

افسر

افسر تخلص - رضا حسین خاں نام - رضا حسین خاں بہادر خطاب - فرزند سعید حسین خاں جدي - ویلور مولد - سنه ۱۲۱۹ ہجري سال ولادت -

خطۂ کرناٹک کے سر بر آوردۂ جاگیرداروں میں سے تھے - سترہ برس کي عمر میں مدراس آئے - فارسي کتابیں مولوي واقف اور عارف الدین خاں رونق سے اور عربي میں میبذي تک مولوي صادق نقشبندي اور افضل العلماء مولوي ارتضا علي خاں بہادر سے پڑھیں - فن شعر میں بھي واقف اور رونق کے شاگرد تھے -

منشآت افسري - تحفۃ الانشا اور مختصر سا دیوان اپني یادگار چھوڑي - طبیعت میں بلا کي تیزي تھي - اتنے زود فکر تھے کہ ایک ہي جلسے میں غزل بلکہ قصیدہ کہہ اٹھتے تھے -

کلام کا نمونہ یہ ہے :-

دلم آسودۂ زلف تو مزن شانہ دگر
خار در سینہ زند ہر سر دندانہ مرا

بسکہ در شیشۂ دل عشق تو افسوں دارد
ایں پري خانہ بود کعبۂ و بتخانہ مرا *

جہاں پا مال عشقش حسن روز افزوں تماشا کن
بنازم دلبرے را ہردم اعجاز مبیں دارد *

گرفتارم بدست خیرۂ یعني دل شیدا
چگویم در بغل پیدا شد ایں دشمن خدا حافظ *

چو دیدم رنگ ہاي عالم افسر
دلے مي خواہم از ہستي رمیدہ *

آخر عمر میں امراض و افکار نے ان کے حواس مختل کردئے تھے - اگلي جودت و ذکاوت باقي نرہي تھي - سال وفات معلوم نہوا -

اتنا ضرور معلوم هے کہ سنہ ۱۲۶۹ ہجری میں گلزار اعظم کي تالیف کے زمانے تک زندہ تھے -

تمنا

تمنا تخلص - سید محمد حسین نام - فرزند سید امام - وطن و مولد ترپاتور - سنہ ۱۲۱۳ ہجري سال ولادت - اپنے والد کے انتقال کے بعد دس برس کي عمر میں چتور پہنچے - وہاں کچھ فارسي پڑھي - پھر مدراس آکر افضل العلماء مولوي ارتضا علي خاں بہادر سے عربي کي تکمیل کي -

سنہ ۱۲۵۰ ہجري میں حافظ یار جنگ بہادر کي وساطت سے نواب کرناٹک کي سرکار میں ملازم ہوے - چندے تاریخ والاجاہي کي تصنیف میں لگے رهے - سنہ ۱۲۶۹ ہجري میں مدرسۂ اعظم کے فارسي مدرس مقرر ہوے - شرح بوستان المعروف بہ عندلیب بوستاں' بدیع الصرف' بدیع الانشا' رسالۂ مناسک الحج موسوم بہ ذخیرۃ العقبیٰ فارسي میں اور رسالۂ زیارت مصطفي (صلي الله علیه و آلہ و صحبه و سلم) ہندي میں تمنا کي یادگار ہیں - شاعري میں جناب افضل العلماء موصوف سے تلمذ رکھتے تھے -

کلام کا نمونہ یہ هے :—

چشم ہر کس محو گلزار است و چشمم محو یار
ہر کسے مست شراب و من بہ ساقي پر خمار *
کشتۂ عشق تو گردید مباہي از خوں
بر سر خویش زدہ افسر شاہي از خوں *

تمنا کا سال وفات معلوم نہوا - سنہ ۱۲۶۹ ہجري تک تو زندہ رهے -

خالص

خالص تخلص - سید محمد نام - فرزند سید صفي الله قادري - اَیلگیر وطن و مولد - سنہ ۱۲۳۷ ہجري سال پیدایش - ان کے نسب کا

سلسله پندره واسطوں سے حضرت قطب ربّانی محبوب سبحانی سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی الله تعالی عنه تک پہنچتا هے - ممالک دکن میں اُن کی خاندانی شرافت مشهور هے -

هوش سنبھالنے کے بعد خالص مدراس آئے اور یہاں مولوی شیریں سخن خاں راقم سے تمام درسی کتابیں پڑھیں - مشق سخن بھی اُن هی سے کی - نواب غلام محمد غوث خاں بہادر نواب کرناٹک (سنه ۱۲۴۱ تا سنه ۱۲۷۲ ہجری) کی بزم مشاعرہ میں باریاب هوئے - نیز اس محفل کی منشی گری اور کتب خانهٔ سرکاری کی مہتممی پر نام زد کئے گئے - فهم سلیم اور طبع رسا رکھتے تھے -

ان کے کلام کا نمونه یه هے :—

خم ز بار منّت عشقش بود گردن مرا
یک بدخشاں ریخت لعل از اشک در دامن مرا *
خلعت عریانی از شاهٔ جنونم حاصل است
نیست خالص همچو عیسیٰ حاجت سوزن مرا *
ز شمع روشنی گل کرد بزم من ایں سخن خالص
تواں دریافتن نور دل از بیداری شب ها *
ریزد بجرم همسری مه جبیں من
جلّاد آسماں شفق خون آفتاب *
در گریهٔ بوسهٔ لب جانانم آرزو است
نوشیدن شراب به بارانم آرزو است *
جواں به مقصد خود میرسد ز صحبت پیر
رود ز فیض کماں بر سر نشانه خدنگ *
ننگ می داری ز آغوشم چرا ای شعله رو
ماه را زیب دگر حاصل شود از هالهٔ *

خالص کے انتقال کا سال معلوم نہوا - سنه ۱۲۹۹ ہجری تک وہ زندہ تھے -

منوّر

منور تخلص - سید معین الدین نام - منور رقم خاں خطاب - فرزند سید عبد القادر خوشنویس - چتور وطن و مولد - سنہ ۱۲۱۷ ہجری سال ولادت -

آپ کے والد بسرکار کرناٹک میں ملازم تھے - منور کم سنی میں اپنے والد کے ہمراہ مدراس آئے اور یہیں مقیم ہوگئے - عربی اور فارسی کی ضروری تعلیم پائی - فن خطاطی میں کمال پیدا کیا - سنہ ۱۲۴۰ ہجری میں نواب کرناٹک کے دربار میں دار الانشا کے منشی مقرر ہوے - اس کے بعد کچہری دیوانی مال کے منشی مقرر کئے گئے -

اس سے زیادہ آپ کا کوئی حال معلوم نہوا - آپ کے کلام کا یہ نمونہ ہے :—

بہ محفلی کہ رخش نور بخش انظار است
ہزار دیدہ چو آئینہ نقش دیوار است *
رو بروے جلوۂ رخسار آں خورشید رو
سر بسر آئینہ از خجلت در آب استادہ است *
مگر باشد ہوای شمع رویش در سرش ہردم
کہ آتش در جگر افتاد فانوس خیالی را *

سال وفات معلوم نہوا - تذکرۂ گلزار اعظم کی تالیف (سنہ ۱۲۶۹ ہجری) کے زمانے میں وہ زندہ تھے -

آگاہ

آگاہ تخلص - علی رضا خاں نام - ضیاء الدولہ خطاب - فرزند حسین دوست خاں بہادر شمس الدولہ عرف چندا صاحب - ارکاٹ مولد - سال ولادت معلوم نہوسکا - شرفاے اہل نوایط میں سے تھے - بڑے ذی مروت اور فیاض تھے - جب اپنی ریاست میں خلل پڑا اور تمام کار و بار درہم ہوگیا تو میسور گئے - حیدر علی خاں والی میسور نے از راہ شرفا نوازی

بخشي گري کي خدمت عطا فرمائي - مدت تک اسي عهدے پر سرفراز اؤر ميسور هي ميں مقيم تهے - ايک روز سواروں کا جايزه ليتے هوے ايک سوار سے کها که "ميں تجهکو يابو رکهنے کي اجازت نهيں دے سکتا" - سوار نے برجسته جواب ديا که "جب کوئي نواب اپنے رتبے سے گرکر بخشي هونا منظور کرلے تو کوئي سوار اگر گهوڑے کے عوض يابو رکهه لے تو اُس پر کيوں اعتراض کيا جا سکتا هے" يه فقره سنکر ان کے دل پر سخت چوٹ لگي - نوکري چهوڑکر مرهٹه واڑي کي طرف چل دئے - وهاں کے پيشواؤں ميں سے بهاؤ نامي پيشوانے اُن کي مدد کي اؤر ان کي ضروريات کے موافق جاگير دے دي - زمانهٔ دراز تک وهاں ايسے پَير باندهه کر بيٹهے که مرکر هي اُٹهے -

آگاه کے يه دو شعر بطور نمونه حاضر هيں :—

از دهر آنچه حاصل اسباب کرده ايم
قصرے بلند بر ره سيلاب کرده ايم *
به هفتاد ودو ملت آشنا شد طبع آزادم
چراغم - محفلم - آئينه ام حسن پري زادم *

آگاه کا سال رحلت معلوم نهوا -

جوهر

جوهر تخلص - قادر حسين نام - فرزند شيخ داؤد جوهري - ناگور شريف مولد - سنه ۱۲۳۳ هجري سال ولادت هے -

آپ مياں محمد قاسم عمدة التجار ناگوري کے بهانجے تهے - چهوٹي هي عمر ميں اپنے والد کے همراه مدراس آگئے - جب هوش سنبهالا تو شهر کے اهل علم و فضل سے فارسي درسي کتابيں پڑهيں - ان هي حضرات سے مشق سخن بهي کي - شيريں سخن خاں راقم نے جوهر آپ کا تخلص تجويز فرمايا -

درسي کتابيں خوب از بر تهيں - جو کچهه اپنے استادوں سے سنا تها' اسي طرح ان کتابوں کو اپنے شاگردوں کو پڑهاتے تهے -

نواب غلام محمد غوث خاں بہادر نواب کرناٹک نے جو محفل مشاعرہ قایم فرمائي تھي ' اُس میں اکثر جوہر بھي شامل ہوتے تھے - نواب ممدوح کي سرکار سے انہیں کچھ تنخواہ بھي ملتي تھي -

کلام کا نمونہ یہ ھے :—

دل پُر جوش من دانست شرح جوہر فردش
چو آمد در نظر رنگ مسي بالاے آں لب ہا *

برد حسن عارض دلدار خط　　شد کسوف آفتاب یار خط *

بود جنوں زدۂ شوق ابروي تو از اں
ز جوہر است بزنجیر آب دریم تیغ *

ہلال وار شدہ جسم جوہر داریش
ز بسکہ خورد ز دست تو زخم پیہم تیغ *

جوہر کا سال وفات معلوم نہوا - مؤلف عاصي کي بسم اللہ خواني یعني سنہ ۱۲۱۲ ہجري تک بقید حیات تھے -

فصل هشتم

فارسي گو شعراء جو مدراس میں پیدا ھوے -

افصح

افصح تخلص - حسین علي نام - محمود علي خاں خطاب - فرزند حاجي محمود علي خاں نایطي - ان کا مولد مدراس ھے - سال ولادت معلوم نه ھوسکا -

افصح کے حقیقي چچا حسین محمد خاں چودھري نواب والاجاہ بہادر فرماں رواي کرناٹک (سنه ۱۱۶۴ تا سنه ۱۲۱۰ ہجري) کے مدار المہام تھے - افصح نے اساتذۂ وقت سے فیض تعلیم اٹھایا -

جب سنه ۱۲۱۰ ہجري میں نواب عمدة الامراء بہادر المتخلص به ممتاز فرماں رواي کرناٹک ھوے ' افصح نے حضرت ملک العلما بحر العلوم قدس سرہ کي وساطت سے نواب ممدوح کي خدمت میں باریاب ھوکر اردو زبان میں ایک قصیدہ پیش کیا جس کا یه مطلع ھے :—

ہر ذرۂ بے قدر کو خورشید بنانا
یه کام تو تیرا ہي ھے ممتاز زمانا *

اس کے صلے میں نواب موصوف نے افصح کو افصح الشعراء کا خطاب عطا فرمایا - فن شعر میں مولانا باقر آگاہ سے تلمذ تھا - طبیعت میں تیزي ' شوخي اور ظرافت تھي -

کلام کا نمونه یه ھے :—

از قتل دشمنان علي برمدار دست
بہر حمایت تو رسد صد ہزار دست *

نیست سروے که لب جو پیدا ست
نخل آھے زگلستان من است *

دلا از پر تو مہر علي خورشید گردیدم
بیک جام ولایش مرشد جمشید گردیدم *

مخمور خار آں پری زادم
مثل آئینہ حیرت ایجادم *
جان من عشق مرتضیٰ دارد
محو او گشتہ حیدر آبادم *

انجم کی تاریخ وفات معلوم نہ ہوئی - سنہ ۱۲۱۰ ہجری میں نواب عمدۃ الامراء بہادر کی مسند نشینی تک زندہ تھے -

انور

انور تخلص - نورالدین محمد نام - نورالدین محمد خاں بہادر حشمت جنگ خطاب - فرزند ابو المعالی خاں گوپاموی - سنہ ۱۱۲۰ ھ سال ولادت -

آپ کے نانا نواب محمد محفوظ خاں بہادر شہامت جنگ نواب والاجاہ فرماں روائے کرناٹک کے بڑے بھائی تھے - انور نے اپنے زمانے کے علماء سے عربی و فارسی کی ضروری درسی کتابیں پڑھیں - اس کے بعد نواب والاجاہ جنت آرام گاہ کے عہد میں پہلے تنجاور کی خانسامانی اور پھر نلور کی فوجداری پر مامور ہوئے - بعد کو ونکٹا چلم عامل نلور کے قتل کے جرم میں چندرگیری کے قلعے میں قید ہوئے - قید کے زمانے میں چھ مہینوں کی تھوڑی سی مدت میں قرآن مجید حفظ کرلیا - نواب والاجاہ بہادر کے حضور میں اس واقعے کی اطلاع کے ساتھ معافی قصور کی عرضداشت پیش کی - اتفاق سے وہ مہینا رمضان شریف کا تھا - نواب صاحب نے حکم دیا کہ وہ ختم شبینہ سنائیں - انہوں نے تعمیل حکم کی - نواب صاحب قرآن مجید سنکر بہت خوش ہوئے اور انہیں دوبارہ نلور کی فوجداری مرحمت فرمائی اور پلنا ڈاورنگول کی فوجداری بھی اس کے ساتھ عطا فرمائی -

نواب عمدۃ الامراء بہادر فرماں روای کرناٹک نے انور کو محمد پور عرف ارکاٹ کا نائب صوبہ دار مقرر کیا اور حشمت جنگ کا خطاب بھی عطا ہوا - ایک ہی سال کے بعد معزول ہوکر مدراس واپس آگئے -

انور شاعري ميں مولانا باقر آگاہ کے شاگرد تھے۔ طبيعت بہت موزوں تھي اور حق يہ ھے کہ خوب کہتے تھے۔

نواب والاجاہ بہادر کي سترويں سالگرہ کے موقع پر انور نے يہ دو شعر منستزاد کے پيش کئے :—

از نقد بقاسکہ عطا کرد ترا　　رب الارباب
کردي ہفتاد صرف در راہ خدا　　با صدق و صواب
از وعدۂ ايزدي کہ يک را بعوض　　دہ مي بخشد
ہفصد حق تست بعد از اں لطف و عطا　　و ھو الوھاب

دريا دل نکتہ رس نواب نے انور کا منہہ موتيوں سے بھرديا۔

انور کبھي کبھي دل بھي تخلص کرتے تھے۔ يہ ان کے اشعار کا نمونہ ھے :—

طپيدن ھاے دل مي آرد از عشرت نويد اينجا
مگر قرباں شدن باشد مبارکباد عيد اينجا *

تو در صد پردہ و من سوختم از پرتو حسنت
مگر آئينۂ آتش شد از عکس تو حائل ھا *

گفتمش کردي قرار وصل گيسو شاھد است
گفت ايں باور نمي آيد کہ ہندو شاھد است *

طُرّہ اش امشب پريشانست اي دل نالۂ
ليلة القدر است اظہار تمنا کردن است *

گريہ ام چشم ترا جوش سرور افزايد
سير در عالم مستي بلب آب خوش است *

صحبت ناراستاں نار است سازد مرد را
مي نمايد چہرہ را مرآت نا ہموار کج *

مباد از نالہ ام چشمت شود بيدار مي ترسم
من از بيداري ايں فتنہ ھا بسيار مي ترسم *

سحر ز من گل و بلبل کند بگلشن مشق
یکے دریدن جیب و دگر کشیدن آہ *

انور نے سنہ ۱۲۱۲ ہجری میں راہ دارالبقا اختیار کی - میلاپور کے راستے میں حضرت شیخ محمد مخدوم ساوی قدس سرہ کے گنبد کے پائیں سپرد خاک کئے گئے -

ماجد

ماجد تخلص - محمد علی حسین نام - تاج الامراء امیر الملک ذو الفقار الدولہ محمد علی حسین خاں بہادر ظفر جنگ خطاب - فرزند نواب عمدۃ الامراء بہادر فرماں روای کرناٹک (سنہ ۱۲۱۰ تا سنہ ۱۲۱۶ ھ) مدراس مولد - سنہ ۱۱۹۸ ہجری سال ولادت ہے -

نو سال کی عمر میں قرآن مجید ختم کرکے فارسی کی چند رسمی کتابیں بھی پڑھ لیں - اسی میں کچھ شعر و شاعری کے طرف توجہ ہوگئی اور قصائد عرفی' دیوان ناصر علی' دیوان اسیر اور چند اساتذۂ قدیم کا کلام بغور مطالعہ فرمایا اور شعر کہنا شروع کردیا - یہاں تک کہ قریباً چار ہزار شعر کا ایک دیوان مرتب کرلیا - جب اس پر نظر کرنے بیٹھے تو کچھ سُقم نظر آئے - دوستوں کے مشورے اور ترغیب سے سارے دیوان کو غرقِ آب کردیا - اب اساتذۂ متاخرین کے دیوانوں اور تذکروں کا مطالعہ شروع کیا اور شعر میں اُن ہی کی تقلید کی - مولانا باقر آگاہ کو اپنا کلام دکھاتے اور اصلاح لیتے تھے - جب مشق سخن بڑھ گئی تو اپنے آپ سے اتنے مطمئن ہوے کہ بعض موقعوں پر استاد آگاہ کی اصلاح کو ناپسند کرکے اپنے ہی شعر کو بحالہ بحال رکھنے لگے - اس گستاخی کی اطلاع اُستاد کو پہنچی تو اُنھوں نے شاگرد کی اصلاح سے ہاتھ کھینچ لیا - نواب عمدۃ الامراء بہادر کو یہ کیفیت معلوم ہوی تو آپ بہ نفس نفیس صاحب زادے کو مولانا آگاہ کی خدمت میں لے گئے - اِن کی خطا معاف کرائی اور بدستور اصلاح جاری رکھنے پر اصرار کیا - مگر یا تو مولانا اپنے شاگرد سے صاف نہیں ہوے یا یہ امر واقعہ

تھا کہ آپ نے حضور نواب صاحب سے یہ عرض کیا کہ " صاحب زادے کو اب اصلاح کي ضرورت باقي نہیں رھي ' ورنہ ضرور تعمیل حکم کرتا " ۔

اس واقعے کے بعد ماجد تبدیل مذھب کرکے شیعہ ھوگئے ۔ یہ اؤر بھي سونے پر سہاگا ھوا ۔ کچھ اختلاف مذہب ' کچھ اپني قابلیت کا غرّہ تھا کہ مولانا آگاہ کي نسبت بے ادبانہ جو کچھ چاھتے کہہ بیٹھتے ۔ اسي پر بس نہیں کیا بلکہ اُستاد کے دیوان پر جابجا اعتراضات دئے ۔ ایک قول یہ بھي ھے کہ یہ فعل اُن کے کسي مصاحب کا تھا ۔ بہرحال جب اُس کي اطلاع مولانا کو پہنچي تو اُنھیں اتنا صدمہ ھوا کہ ماجد کے حق میں بد دعا کي اؤر فرمایا کہ " دیکھہ لینا عنقریب علي حسین نوجواني میں دنیا سے ناشاد و نامراد اٹھہ جائیگا " ۔ چنانچہ یہي ھوا کہ وہ عین عنفوان شباب میں کہ اٹھارہ برس کے تھے رحلت کرگئے ۔ اس کے علاوہ جب سنہ ۱۲۱۶ ھجري میں نواب عمدة الامراء بہادر کا انتقال ھوا تو سرکار انگریزي نے ماجد کو نواب نہیں بنایا اؤر خود براہ راست ملک کرناٹک کو اپنے قبضے میں لے لیا اؤر نواب عمدة الامراء بہادر کے حقیقي بھتیجے نواب عظیم الدولہ بہادر ' (فرزند نواب امیرالامراء بہادر) کو محض اعزازي نواب بنا دیا ۔

خاندان انوریہ میں ماجد جیسا نازک خیال شاعر کوئي اؤر پیدا نہیں ھوا ۔ عجیب دماغ تھا ۔ بلا کي طبیعت تھي ۔ نامور شاعروں اؤر باکمال استادوں کے چالیس دیوان شروع سے آخر تک پڑھہ کر ان پر تنقید کي ۔ کسي پر اعتراض کیا اؤر کسي کو اصلاح دي ۔

قصائد کا ایک دیوان ' غزلیات کے دو دیوان اؤر ایک مثنوي ماجد کي بلند فکري اؤر علوے تخیل کي نشانیاں ھیں ۔ ان میں کہیں ماجد تخلص کیا ھے اؤر کہیں حسین ۔

اُن کے کلام کا یہ نمونہ ھے :—

اگر راحت طلب باشي اسیر رنج خواھي شد
کہ خفتن برق باشد خرمن عیش زلیخا را *

در فراقت راحتم با رنج مي گردد بدل
بے تو ام مانند چراغ خانۂ چشم شیر را *
نیست در دیوان سودا ہمچو من بیتے کہ یار
بر سرم زد نقطہ ہاے انتخاب از سنگ ہا *
ماجد از کف ہیچگہ مگذار دامان وطن
از شکستن دور باشد تا بود گوہر در آب *
نبود عجب اگر ز پدر خوب شد پسر
ماجد ز سنگ شیشہ و آئینہ بہتر است *
کس بہ تقلید چوں بزرگ شود
کوہ تصویر را گراني نیست *
جان من در طپش از درد دل زارے ہست
نیست آرام دراں خانہ کہ بیمارے ہست *
محفل صاف دلاں نیست بہ ساماں محتاج
خانۂ آئینہ نبود بہ چراغاں محتاج *
شبے کہ در کفم آں گیسوي زر افشاں بود
بکوچہ ہاے کف دست من چراغاں بود *
مسافران عدم را چہ لذتے است بخواب
کہ ہر کہ چشم بہ پوشید گاہ باز نکرد *
ز بس نازک دماغ است آں پري، در محفل وصالش
بہ عرض حال چوں چشم بتاں گویاي خاموشم *
بہ پیشم آمدي وا کردم از خمیازہ آغوشے
مکن ہرگز تغافل ایں اشارت را چو مي داني *

ماجد نے سنہ ۱۲۱۶ ہجري میں وفات پائي - 'امیر الملک ماجد نو جوان رفت' تاریخ وفات ہوي -

مختار

مختار تخلص - محمد انور نام - سیف الملک انور الدوله محمد انور خاں بہادر حسام جنگ خطاب - فرزند سوم نواب والاجاہ فرماں رواے کرناٹک - سنہ ۱۱۶۶ سال پیدایش ھے - آپ بہت بڑے شاہ سوار تھے - عالي گوھر شاہ عالم ثاني بادشاہ دہلي نے آپ کو بذریعۂ فرمان منصب شش ہزاري ذات و شش ہزار سوار' خلعت ملبوسي خاص' جیغہ و سر پیچ مرصع' ماہي و مراتب' پالکي جھالردار اوٗر خطابات مندرجۂ بالا سے سرفراز فرمایا تھا - سادات و فقرا سے آپ کو دلي عقیدت تھي اوٗر ان کي خدمت کو اپني سعادت و فلاح دارین کا باعث جانتے تھے -

آپ نے فارسي کي درسي کتابیں میر اسمعیل ابجدي اوٗر میر علي مردان یکدل سے پڑھي تھیں - بعد کو فن عروض و قافیہ' علم عقاید و فقہ اوٗر طب میں بھي استعداد پیدا کي - خوش نویس بھي بہت اچھے تھے - شاعري میں ابجدي سے تلمذ تھا - ایک چھوٹا سا دیوان اپني یادگار چھوڑا -

کلام کا یہ رنگ ھے :—

آئین دلبري نبود بے حجاب را
جز رنگ بوے نیست گل آفتاب را *

از بوالہوس محبت قلبي طمع مدار
نتواں گرفت از گل کاغذ گلاب را *

بسکہ ضعف و ناتواني آشنایم گشتہ است
جادہ از بے طاقتي زنجیر پایم گشتہ است *

بہر قطع آرزو ھاے جہاں از خاطرم
جنبش مژگان جاناں کارِ صد شمشیر کرد *

بہ نیم غمزہ تواني کہ قتل عام کني
نعوذ باللہ اگر غمزہ را تمام کني *

سنه ۱۲۱۸ ہجري میں اس تنگناے عالم فاني سے فسحت آباد عالم باقي کے طرف رحلت کي - نعش ترچناپلي بھیجي گئي اور نواب والاجاہ بہادر کے پائیں دفن کي گئي -

اسد

اسد تخلص - اسد الدین نام - اسد الدین خاں بہادر خطاب - فرزند علاء الدین خطیب مسجد میلاپور - مدراس مولد - سنه ۱۱۷۷ ہجري سال ولادت -

اسد کے نسب کا سلسله حضرت خواجه عثمان هاروني ' پیر و مرشد حضرت خواجۂ بزرگ خواجه معین الدین چشتي اجمیري رضي الله تعالی عنهما تک پہنچتا ھے -

میر ابجدي سے عربي اور فارسي درسي کتابیں پڑھیں - پھر اور اساتذۂ عصر سے استفادہ کیا - اپنے زمانے کے فاضلوں میں شمار ہوتے تھے - اعلی درجے کے انشا پرداز تھے - فن خوش نویسي میں بھي کمال حاصل تھا -

نواب عمدۃ الامراء بہادر فرماں رواے کرناٹک نے از راہ قدر داني اُن کو منشي گري کي خدمت مرحمت فرمائي - خان بہادر کا خطاب بھي دیا -

غزل ذیل اسد کے کلام کا نمونه ھے :-

شمس یک قبۂ ایوان من است * ماہ یک شمع شبستان من است
صبح یک چاک گریبان من است * شام یک آہ پریشان من است
بسکه از درد فراقش گریم * بحر یک قطرۂ طوفان من است
مهر با این همه نور افشاني * پر تو ماہ درخشان من است
هفت اوراق سپهر گرداں * فردے از دفتر عصیان من است
نیست بر چرخ بریں ابر سیاہ * گرد افشاندۂ دامان من است
اے اسد عشق علي مي دارم * بس همیں مایۂ ایمان من است

نواب عمدۃ الامراء بہادر کے انتقال کے بعد اسد بوجه پیرانه سري خانه نشیں ہوگئے - سنه ۱۲۳۴ ہجري میں آسایش دوامي کے لئے دنیا سے بلالئے گئے -

(To be continued).

نامی

نامی تخلص: غلام اعزالدین نام۔ غلام اعزالدین خاں بہادر مستقیم جنگ خطاب فرزند حامد علی خاں گوپاموی۔ مدراس مولد ۱۱۸۱ھ ہجری سال ولادت (غلام علی ۱۱۸۱) آپ کا تاریخی نام ہے۔

عربی میں قطبی اور میر تک اور فارسی تمام درسی کتابیں مختلف اساتذۂ عصر سے پڑھیں۔ فن شعر میں مولانا آگاہ سے تلمذ تھے۔ استاد کے بڑے منظور نظر تھے۔ عربی، فارسی اور ریختہ میں شعر کہتے تھے۔ چنانچہ مثنوی خسرو و شیریں اور مثنوی لیلیٰ و مجنون ریختہ میں آپ کی تصنیف ہیں۔ بعض بزرگانِ دین کے کشف و کرامات و حالات بھی نظم کئے۔ کبھی نامی اور کبھی مستقیم تخلص کرتے تھے۔ ہمیشہ مذاہب باطلہ کی تردید فرماتے رہتے تھے۔

نواب عمدۃ الامراء بہادر فرماں روائے کرناٹک کے زمانۂ دولت میں نامی کی قسمت ایسی چمکی کہ نواب بہادر نے ان کو ملک الشعراء کا خطاب مرحمت فرمایا۔

ان کے فارسی کلام کا نمونہ یہ ہے:۔

بندۂ حسینیم و شد سر گشتگی عنوانِ ما ۔۔۔ کاکلِ خوباں بود بسم اللہ دیوانِ ما

مگر از کشتۂ آں غنچہ لب حرفے بہ لب دارد ۔۔۔ کہ خوں آلودہ دیدم ہمچو گل منقارِ بلبل را

نیست از جورِ عدو روشن ضمیراں را خلل ۔۔۔ ایمن از آسیبِ گل گیر است شمعِ ماہتاب

بہ کاکلش نہ رسد زلف مہ وشانِ دگر ۔۔۔ کہ ہر شبے نہ بود ہمسرِ شبِ معراج

گر نیست سیرِ لالہ رخاں در سرِ طاؤس ۔۔۔ پُر داغ چرا شد چو دلم پیکرِ طاؤس

چشم من ذرّہ بہ یادِ درویش ریخت ۔۔۔ می تواں گفت، ہست دریا دل

زشورِ حشر ترساند اگر زاہد نہ می رنجم　　بہ عشقِ قندِ لعلش از مریدانِ شکر گنجم

نہ یابی حق بغیر از دردِ دل زیں سبحہ گردانی　　بہ از صد دانہ باشد دانۂ اشکے اگر داری

بجز عشقش نہ دارد ایں دلِ دیوانہ تقصیرے　　بغیر از زلف در پایش نہ باید کرد زنجیرے

نامیؔ نے ۱۲۴۰ھ ہجری میں انتقال کیا۔

ناظر

ناظرؔ تخلص۔ غلام عبدالقادر نام۔ قادر عظیم الدّین خاں بہادر خطاب۔ فرزندِ غلام محی الدّین معجزؔ۔ مدراس مولد ۱۲۰۰ھ ہجری سال ولادت ہے۔

فارسی اپنے والد اور میر جعفر علی سے اور چند عربی کتابیں اپنے زمانے کے اساتذہ سے پڑھیں۔

نواب عظیم الدولہ بہادر نواب کرناٹک نے اپنے ابتدائی زمانے میں ناظرؔ کو دربار کا منشی اور کتب خانۂ سرکاری کا داروغہ مقرر کیا اور قادر عظیم الدّین خاں بہادر کا خطاب مرحمت فرمایا۔

جب نواب اعظم جاہ بہادر رضواں مآب اپنے زمانۂ ریاست میں حضرت قادر ولی اور حضرت نتھر ولی قدّس اسرارہما کی مزارات کی زیارات کے لئے تشریف لے گئے تو ناظرؔ کو بھی ساتھ لیا اور ان کو روزانہ حالاتِ سفر قلم بند کرنے پر متعین فرمایا۔ واپسی کے بعد ناظرؔ نے یہ سفرنامہ بنام "بہارِ اعظم جاہی" مرتب کر کے نواب ممدوح کی خدمت میں پیش کیا۔

اس سفرنامے کے علاوہ شرح بوستان مسمّےٰ بہ "خلدستان" شرح یوسف زلیخا مسمّےٰ بہ "روضۂ دل کشا" اور شرح سکندر نامہ بھی لکھی۔

اشعار کا نمونہ یہ ہے:

تیرِ مژگاں راہدف کردی بہ من　　حق ایں الطاف برمن مو بمو است

دیدۂ ناظرِ ما ابر صفت می گرید　　برق ساں می زند آں شوخ ستمگر چشمک

چوں گشت یارِ من بہ خطِ سبز جلوہ گر　　بر خطِ دل برانِ جہان خط کشیدہ ام

بستہ ام خاطرِ خود با زلفت　　مثلِ زنجیر مکن در بدرم

۱۲۴۳ھ ہجری میں ناظر نے وفات پائی۔

بینش

بینش تخلص۔ سید مرتضیٰ نام۔ فرزند میر صادق علی حسینی۔ مدراس مولد۔ ۱۲۲۶ھ ہجری سال ولادت ہے۔

آپ نے فارسی کی تمام کتب متداولہ اور شرح ملّا جامی تک عربی کتابیں اساتذۂ عصر سے پڑھیں۔ آپ کی ذہانت، خوش تقریری اور حاضر جوابی مشہور ہے۔ فن شعر میں اپنے بھائی ثاقب اور مولوی واقف کے شاگرد تھے۔

نواب غلام محمد غوث خاں بہادر، نواب کرناٹک نے "مجلس مشاعرۂ اعظم" قائم فرمائی تو بینش حیدرآباد سے آکر میر مجلس کی اجازت سے اس میں شریک ہوئے۔ چند روز کے بعد نواب بہادر کی سرکار سے اُن کی کچھ تنخواہ بھی جاری ہوگئی۔

۱۲۶۵ھ میں بینش نے نجفِ اشرف، کربلا، معلّٰی اور کاظمین شریفین کی زیارات کے ارادے سے نواب ممدوح الشان سے تین سال کی رخصت لی۔ مشاعرے میں آکر آیندہ نہ حاضر ہو سکنے کا معذرت نامہ ۱۹ اشعار کا پڑھا اور روانہ ہوگئے۔ اثنائے سفر میں سخت بیمار ہوئے۔ اللہ اللہ کرکے کربلائے معلّٰی پہنچے۔ شہر میں داخل ہوتے ہی روح نے اس قفس عنصری کو چھوڑ دیا۔ خوش قسمت ایسے تھے کہ

روضۂ مقدسہ کا صحن مدفن کے لئے نصیب ہوا۔ اور یوں اُن کے اِس شعر کا مضمون صادق آیا۔ جس کو وہ برسوں پہلے لکھ چکے تھے:

بینشؔ بہ کربلاست بہ یادِ تو یاحسینؑ پابند گرچہ ہست بہ ہندوستاں ہنوز

یہ بیان تذکرۂ گلزار اعظم سے ماخوذ ہے۔ لیکن تذکرۂ محبوب الزمن میں لکھا ہے کہ "بینشؔ ۱۲۶۵ھ میں مکۂ معظمہ گئے۔ حج و زیارت سے مشرف ہوکر ایک سال بعد مدراس واپس آئے اور وطن میں انتقال کیا" یہ بالکل خلاف واقعہ ہے۔ بینشؔ نہ حرمین شریفین گئے نہ وہاں سے واپس آئے۔ بلکہ صحیح واقعہ یہ ہے کہ وہ عراق گئے تھے اور کربلائے معلّٰی میں انتقال ہوا۔ بینشؔ جناب نواب غلام محمدؐ غوث خاں بہادر کے درباری ملازم اور مدراسی الاصل تھے۔ لہٰذا گلزار اعظم کا بیان زیادہ معتبر ہو سکتا ہے۔

بینشؔ نے ایک تذکرہ بہ نام "اشارات بینشؔ" لکھا تھا جو نواب موصوف کے سرکاری مطبع میں طبع ہوا ہے۔

کلام ملاحظہ ہو:

تیرِ تو گزشت از لبِ من، زخم عیاں نیست گشتی بہ ادائے کہ خبر نیست قضا را

زمشرق تا بہ مغرب سیر دارم ہمچو کوکب نہ سازد راہ گم روشن دل از تاریکیٔ شب

آزادۂ زبند تو در روزگار نیست عنقاست طائرے کہ بہ دامت شکار نیست

نہ بوَد حسن خداداد بہ ساماں محتاج کے بہ آرایشِ ظاہر شدہ قرآں محتاج

صبر از دل، دل زمن، من از دریارم جُدا کس مبادا درجہاں چوں من پریشاں روزگار

در صنعت ذوبحرین و ذو قافیتین می فرماید:

سپرد شد از روئے تو بازارِ گل زرد شد از خوی تو رخسار گل

شمس

شمس تخلص۔ غلام عبدالقادر نام۔ شمس الدولہ۔ غلام عبدالقادر خاں بہادر اعتضاد جنگ خطاب۔ فرزند نوّاب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب نواب کرناٹک مدراس مولد۔ ۱۲۳۱ھ سال ولادت ہے۔

آپ کو بہترین علماء عصر و فضلاء دہر سے تلمذ تھا۔ ظاہری وجاہت کے ساتھ حسن اخلاق سے بھی متصف تھے۔ چہرے سے امارت کے آثار نمایاں اور بات چیت سے فراست کے اطوار عیاں تھے۔

ایک دفعہ بعض دوستوں کی ترغیب سے حیدر آباد گئے، مگر کچھ دن تکلیف اٹھاکر واپس چلے آئے۔

فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں ایک مختصر سا دیوان اور (۱) انشار بہارِ اعظم (۲) انشائے شمسی آپ کی یادگار ہیں۔

کلام یہ ہے:

سیرِ سنبل نہ کند جمع دلم را ہرگز　　　یادِ زلف تو مرا بس کہ پریشاں دارد

چو نبض آخر طبیبان را طپیدن می شود پیدا　　　اگر بینند ایں حالِ پریشانے کہ من دارم

ہمچو سودازدگان حرف پریشان گویم　　　کردہ آشفتہ زبس کاکلِ پیچان کسے

نصیب کیست یارب زان بتِ عیار سرگوشی　　　مگر آن حلقۂ گوشش کند با یار سرگوشی

دانم عنان صبرم یکسر رود ز دستم　　　ترکم نہاد اکنوں پا در رکاب نیمے

۱۲۶۶ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ مسجد والاجاہی ترلکھیڑی مدراس کے صحن میں دفن ہوئے۔

علیم

علیم تخلص۔ محمدؐ علیم اللہ نام۔ مفید الدولہ محمدؐ علیم اللہ خان بہادر پیروز جنگ خطاب۔ فرزند نواب عظیم جاہ بہادر غفران مآب (اوّل پرنس آف آرکاٹ) مدراس مولد۔ سنہ ۱۲۰۴ھ سال ولادت ہے۔

فارسی کی چند درسی کتابیں پڑھنے کے بعد ہی شعر گوی کی طرف طبیعت مائل ہوگئی۔ بینش سے تلمذ تھا۔ خط شکستہ بہت اچھا لکھتے تھے۔

آپ کا کلام منتشر تھا۔ آپ کے انتقال کے بعد آپ کے علاتی بھائی۔ عمدۃ الدّولہ محمدؐ نور اللہ خان بہادر جرأت جنگ نے مرتب کیا۔

نمونۂ کلام یہ ہے :-

اگر طالع بود بیدار، غفلت کارہا دارد ... کہ رہبر بہتر از خواب گران نبود زلیخا را

شوخیٔ آن مژۂ بے پروا ... طائرِ شوقِ مرا بال و پر است

بردار دل ز ہر دو جہان با یگانہ بند ... چون تیر از دو خانہ نظر بر نشانہ بند

گر تو می خواہی کنی سیرِ عدم ... محو دیدارِ میانِ یار باش

داغ ہائے دلِ من گلزار است ... در خزان طرفہ بہارے دارم
رشک گل رنگ ز چشم ریزد ... در نظر لالہ عذارے دارم

رباعی در تاریخ جلوس نواب غلام محمدؐ غوث خان بہادر المتخلص بہ اعظم نواب کرناٹک :-

بنشست برادرنگِ شہ اعظم ما ... فرخندہ شود از کرم رب مجید
تاریخ جلوس از سر آداب بدان ... بر دوشِ ولایت قدم غوث رسید[1]

سنہ ۱۲۵۸ھ

---

[1] اس مصرعہ سے بہ طریقۂ ذیل تاریخ حاصل کی گئی ہے :
"دوش ولایت" = ۷۵۷
قدم غوث (یعنی ش) = ۵۰۰
سر آداب (یعنی الف) = ۱
(جملہ ۱۲۵۸)

۱۲۶۶ھ میں انتقال کیا۔

حیران

حیران تخلص۔ محمد محی الدین نام۔ مدراس مولد۔ ۱۲۱۰ھ ہجری سال ولادت ہے۔

حیران کے دادا فقیر محمد کرنول کے باشندے اور نواب عمدۃ الامرا بہادر فرمان روائے کرناٹک کے داروغۂ مطبخ تھے۔ عربی و فارسی کی استعداد بہت اچھی تھی۔ شاعری میں مستقیم جنگ بہادر نامی نیز بعض دیگر اہل زبان حضرات سے مستفیض ہوے۔ فارسی نحو اور محاورہ دانی میں انھیں کامل دستگاہ حاصل تھی چنانچہ اس فن میں آپ کی کتاب تحقیق القوانین اس کی زبردست شاہد ہے یہ کتاب طبع ہو چکی ہے۔ زبان اردو کے دقایق کی تنقیح اور علم موسیقی میں ید طولےٰ رکھتے تھے۔

ابتدا میں انگریزوں کے منشی تھے۔ اسی تقریب سے مختلف شہروں کی سیر کی چند روز حیدرآباد میں بھی قیام رہا۔ آخر مدراس واپس آئے۔

۱۲۵۵ھ ہجری میں حرمین شریفین (زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً) کی زیارت سے مشرف ہوکر وطن واپس ہوئے۔

کلام یہ ہے:

اشتیاقِ دیدنت ازبسکہ دامن گیر شد محوِ دیدن دیدہ ام چون دیدۂ تصویر شد

کجاست بے تو قرارے بہ جانِ محزونم کہ یادِ لیلی زلفِ تو کرد مجنونم

ہرآن کسی کہ شد آشنائے جوانی زآسایشِ عمر بیگانہ گشتہ

کشیدم زبس رنج ہائے جدائی گریزانم از اختلاطِ عزیزاں

۱۲۶۷ھ ہجری میں وفات پائی۔

احقر

احقر تخلص۔ سیّد نظام الدین نام۔ فرزند سیّد عبد القادر خوش نویس۔ مدراس مولد اور ۱۲۰۰؁ہجری سال ولادت ہے۔

فارسی کی درسی کتابیں مولانا باقر آگاہ، معجز، مستقیم جنگ نامی اور اظفری جیسے نامور اساتذہ سے پڑھیں[1]۔ فن شعر میں بھی ان ہی حضرات سے استفادہ کیا۔ خوش نویسی اور نقاشی کا فن اپنے والد سے حاصل کیا۔

نواب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب نواب کرناٹک (۱۲۱۶؁ تا ۱۲۳۳؁ہجری) نے از راہ قدر دانی احقر کو محکمۂ عالیہ کی میر منشی گری عطا فرمائی اور اپنے خلف اکبر نواب اعظم جاہ بہادر رضوان مآب کی مصاحبت پر بھی سرفراز فرمایا۔ بعض حاسدوں کی شرارت و پرخاش سے مجبور ہو کر ۱۲۲۳؁ہجری میں اپنی خدمتوں سے مستعفی ہو کر ملیبار چلے گئے۔ وہاں راجہ رام راج بہادر شمشیر جنگ نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور میر منشی بنا دیا۔ اس تقریب سے وہیں سکونت اختیار کرلی۔

فارسی اور اردو میں شعر کہتے تھے۔ ایک چھوٹا سا دیوان بھی مرتب کیا تھا۔ اس کے علاوہ فن انشاء میں ایک رسالہ بنام نظام الانشاء لکھا تھا۔

ان کی شاعری کا نمونہ یہ ہے:۔

میل تقوےٰ کے شود ناصح منِ مستانہ را ‌‌‌‌‌‌ خوشۂ انگور دانم سبحۂ صد دانہ را

در شگفتن شد برنگِ گل دلِ ما چاک چاک ‌‌‌‌‌‌ با بہار آمد خزاں ہیہات در بستانِ ما

دلِ او سنگ و منم پنبہ و عشقش فولاد ‌‌‌‌‌‌ چوں دریں وقت بود فرصتِ تدبیر مرا

---

[1] ان سب حضرات کا ذکر خیر اس تذکرے میں موجود ہے۔

مے پرستی زازل شغل دوام است مرا سر نوشتم بہ حقیقت خط جام است مرا

محتاج ناتواناں زور آورانِ دہراند تیرِ رواں نہ گردد تا چلہ با کماں نیست

رباعی

احقر ز جہاں وفا نہ جوئیم بجا است دست از ہوس و طمع نہ شوئیم خطا است
ایں ہستیِ ما کہ چو نقش است بر آب گر ہم نفسِ حباب گوئیم روا است

احقر کا صحیح سال وفات معلوم نہ ہوا۔ مگر اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ تذکرۂ گلزار اعظم کی تالیف کے وقت ۱۲۶۹ھ ہجری تک بقید حیات تھے۔

احمدی

احمدی تخلص۔ غلام احمدی نام۔ منشی احمدی عرف۔ فرزند اسد الدین خاں بہادر اسد۔ مدراس مولد۔ ۱۲۱۵ھ ہجری سال پیدائش ہے۔

فارسی کی درسی کتابیں اپنے والد نیز میر قطب الحسینی اور مولوی واقف سے پڑھیں۔ اُن کی ذہانت اُس واقعے سے معلوم ہوتی ہے کہ ایک روز وہ زمانۂ طالب علمی میں اپنے والد سے خاقانی کی مثنوی تحفۃ العراقین پڑھ رہے تھے کہ نواب فخر الامرا اعظم جاہ بہادر رضوان مآب نواب کرناٹک کے عقد کی خبر سنی۔ احمدی نے بادنیٰ تامل کہا کہ "نکاح فخر الامراء" اس عقد کی تاریخ ہے۔ حاضرین سُن کر دنگ رہ گئے اور احمدی کی بہت تعریف کی۔

شروع میں "اہل بقایائے کرناٹک" کی کچہری میں وقائع نگاری کی خدمت پر مامور ہوئے۔ پھر مدتوں قوی جنگ بہادر (جو نواب کرناٹک کے عزیزوں میں سے تھے) کی وکالت کرتے رہے۔

۱۲۶۲ھ ہجری میں مجلس مشاعرۂ اعظم میں داخل ہوئے۔ اور نواب اعظم کی سرکار میں ملازم رہے۔

احمدی نے فارسی اور ہندی کا ایک دیوان مرتب کیا تھا۔
اس کے علاوہ مثنوی بحر غم مصنفۂ جناب ابو طیب خان والا کا ترجمہ بنام "غم نامہ" اردو میں کیا تھا۔
کلام ملاحظہ ہو:

در باغ تماشائے تو تخم دلم افتاد — من چشم بہ راہم کہ چہ آخر ثمر آورد

بغیر سرزنش از سخت دل نہ یابی زر — شرر چگونہ بر آید بجز شکستن سنگ

از تمنائے وصالش داغ حسرت رو نمود — بر در دیر و حرم پیشانی خود سودہ ام

احمدی کے انتقال کا صحیح سال معلوم نہ ہوا۔ البتہ وہ تذکرۂ گلزار اعظم کی تالیف کے وقت سنہ ۱۲۶۹ ہجری تک زندہ تھے۔

اظہر

اظہر تخلص۔ عبد القادر نام۔ فرزند منشی غلام حسین خان۔ مدراس مولد سنہ ۱۲۰۳ھ سال ولادت ہے۔

فارسی میں اپنے والد تیز خان عالم خان بہادر فاروق اور مولوی غلام محمد مفتی مچھلی بندر کے شاگرد تھے۔ عربی صرف و نحو کچھ تو ان ہی صاحبوں سے اور کچھ مولوی قادر بخش صاحب سے پڑھی۔

مولوی شجاع الدین حسین صاحب کے مرید ہوئے اور خلافت پائی۔

یوروپین سرداروں کے پڑھانے پر بمشاہرۂ پندرہ ہون (ساڑھے باون روپیہ) ماہوار پر ملازمت شروع کی۔ پھر کمشنر کی کچہری میں ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار پر میر منشی ہوئے۔ وہاں سے وجیا نگر کے علاقے میں منصف ہو کر گئے۔ سنہ ۱۲۵۵ ہجری میں حج و زیارت کے لئے حرمین شریفین

گئے۔ واپس آنے پر تعلقۂ کلگیری کی منصفی پر تقرر ہوا۔
اشعار کا نمونہ یہ ہے۔

دل را مکن بہ صحبتِ اہلِ زمانہ بند　　مثلِ حباب در بہ رخ از ہر کرانہ بند

بہ محرابِ دو ابروی تو دل در سجدہ می باشد　　مبادا از مردمِ چشمت خلل اندر نماز افتد

صبح دم چون نالہ انگیزد دلِ شیدائے من　　آسمان ریزد ز انجم اشک بر غوغائے من

دل را بہ نگاہے زکف آسان بردی　　حیف این جنس گران مایہ چہ ارزان بردی

اظہر کے انتقال کا صحیح سال معلوم نہ ہوا۔ لیکن یہ ۱۲۶۹ھ ہجری تک زندہ تھے۔

بلیغ

بلیغ تخلص۔ شاہ محمد روح اللہ نام۔ فرزند شاہ محمد نور اللہ نقشبندی خوش نویس۔ مدراس مولد۔ ۱۲۳۰ھ سال ولادت ہے۔
بلیغ کے نسب کا سلسلہ چھ واسطوں سے حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز تک پہنچتا ہے۔ اِن کے والد نواب کرناٹک کی سرکار میں ملازم تھے۔
کم سنی ہی میں ابتدائی کتابیں اپنے ماموں سید قادر بادشاہ سے پڑھیں پھر کتبِ متداولہ مولوی حسن علی ماہلی اور حاجی محمد محی الدین حیران سے پڑھیں۔ ان ہی اساتذہ سے فن عروض و قافیہ' بیان و بدیع' نجوم و رمل و قانون حاصل کیا۔ مولوی شہاب الدین کی خدمت میں عربی پڑھی۔ اپنے والد سے خوش نویسی سیکھی۔ اور اُن ہی سے سلوک میں خرقۂ خلافت پایا۔

بہت ذہین، مہذب، چرب زبان اور فصیح اللسان تھے۔ نواب غلام محمد غوث خان بہادر نواب کرناٹک کے مشاعرے کے اراکین میں بھی شامل تھے۔

کلام کا اندازہ اشعار ذیل سے ہوتا ہے:

تا بہ بزمم خود بہ رنگِ شیشہ جا دادی مرا　　لب بہم نایدچو جام از خندۂ شادی مرا

از نگاہِ چشمِ مے گونت رہائی مشکل است　　پا بہ زنجیر است شیدائے تو زین موج شراب

منت کجا بہ زخم دل از مشک تر گرفت　　چون شانہ آن کہ خدمت زلفش بسر گرفت

تا گشت روان قافلۂ اشک بہ کوشش　　ہر نالہ کہ برخاست ز دل بانگِ جرس شد

بینم چہ گونہ صبح بنا گوشت اے نگار　　از کاکلِ تو ہست شبے درمیان ہنوز

زخم روشن دل نہ گردد بہ ز درمانِ کسے　　کے شود چاک سحر از سوزن عیسیٰ رفو

بامن از دود مان دل سوزی　　شمع مانداست رشتہ وار یکے

بلیغ ۱۲۶۹ھ ہجری تک زندہ تھے مگر سال وفات معلوم نہ ہوا۔

بہجت

بہجت تخلص۔ محمد تاج الدین نام۔ فرزندِ غیاث الدین خاں خوش نویس۔ مدراس مولد۔ ۱۲۱۴ھ سالِ ولادت ہے۔

بیس سال کی عمر عموماً تعلیم ختم کر دینے کا زمانہ ہوتا ہے۔ مگر آپ نے اس سن میں تحصیل علم شروع کی اور بتیس سال کی عمر میں فارغ ہوئے فارسی زبان کی قابلیت اعلیٰ درجے کی تھی۔

۱۲۴۵ھ ہجری میں حکومت برطانیہ کی طرف سے دو سو روپیہ ماہوار کے مشاہرے پر اضلاع چنگل پیٹ، سیکاکول اور پالم کوٹہ میں مفتی مقرر ہوئے اور برسوں ان خدمات پر سرفراز رہے۔ آپ کے حُسنِ مروّت اور خوش مزاجی کی شہرت تھی۔ طبیعت بھی بہت موزوں پائی تھی۔ فارسی اور ہندی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ فن تاریخ گوئی میں خوب مہارت تھی۔ نواب غلام محمدؒ غوث خاں بہادر اعظم نواب کرناٹک کے ختنہ کا مصرعۂ تاریخ کہا:

ع۔ برآوردند گل از شمع کافور

۱۲ھ ۴۲

حسب ذیل کتابیں آپ کی تصنیفات سے ہیں:

(۱) رسالۂ فن صرف (۲) تاج القواعد (فارسی صرف و نحو) (۳) مجمع البحرین (فن عروض و قافیہ) (۴) چمنستان (شرحِ گلستانِ سعدیؒ) (۵) شرحِ مسلّم قاضئ مبارک پر عربی حاشیہ۔

کلام کا یہ نمونہ ہے:

تا خانہ کردہ است کمان ابروئے بہ دل — برتن بہ رنگِ تیر خلد مو بہ مو مرا

چرا اے سرو قد جوئی لب جو — بہ چشمِ من بیا جائے تو این است

درغمت یوسفؑ نہ کردے گریہ چشمِ او سپید — ہمچو تو می داشت گر یعقوبؑ فرزندے دگر

برزخت مردمکِ اہلِ نظر کردہ ہجوم — طرفہ شورِ نمکستان است بریں خوانِ نمک

بہجت زتیرہ بختئ خود دم زنم چسان — آن چشمِ سرمہ سا شدہ مُہرِ دہانِ من

رباعی

دل در پئ وصلِ تو بہ صد سوز و گداز — چون نے بہ نوائے نالہ باشد دمساز
یارب شب ہجر را نہ باشد پایاں — ہم سلسلہ آمدہ بہ گیسوئے دراز

بہجت کا سال وفات معلوم نہ ہوا۔ لیکن ۱۲۶۹ھ سنہ ہجری تک زندہ تھے۔

حشمت

حشمت تخلص۔ انور حسین نام۔ نور الدین محمد خان بہادر حشمت جنگ خطاب۔ فرزند انور علی خاں بہادر۔ مدراس مولد۔ ۱۲۰۴ھ سنہ ہجری سال ولادت ہے۔

آپ کے والد نواب سراج الدولہ محمد انور الدین خان بہادر شہید صوبہ دار کرناٹک کے پوتے تھے۔ اور چونکہ یہ اپنے چچا نور الدین محمد خان بہادر انور کے متبنیٰ تھے۔ اس لئے نواب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب نواب کرناٹک (۱۲۱۶ھ تا ۱۲۳۴ھ ہجری) نے وہی خطاب آپ کو مرحمت فرمایا۔

درسی کتابیں اپنے زمانے کے استادوں سے پڑھیں۔ فارسی میں مرزا عبدالباقی وفا سے اور ریختہ میں مستقیم جنگ بہادر نامی سے اصلاح سخن لیتے اور دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

بے تعلق باش گرداری وصال و ہوس　　مانعِ رفتن شود آید چو دامن زیر پا

سودائے چرخ دور نہ شد گرچہ ہر سحر　　سازد علاجِ خویش ز معجون آفتاب

افتد بہ خاک ہر کہ کشد سر بر آسمان　　این نکتہ شمع سوختہ پیشم نشستہ گفت

ارتباطِ نیک و بد اندر جہان پیدا بود　　خار را می پرورد گل از محبت در کنار

ہمت بر آبادی و ویرانہ یکسان فیضِ ابر　　نیست عالی ہمتان را با کسے در دل غبار

گر تیرِ جگر دوزِ تو آید بہ تنِ من — از ہر لب زخمے سر پیکان تو بوسم

سنہ ۱۱۶۹ ہجری میں وفات پائی۔

راغب

راغب تخلص. سیّد احمد نام. میر مبارک اللہ خان بہادر خطاب۔ فرزند سیّد عاصم خان بہادر مبارز جنگ ۔ مدراس مولد. سنہ ۱۲۰۳ھ سال ولادت ہے. لفظ "راغب" سے پیدایش کی تاریخ نکلتی ہے

راغب کے دادا سیّد معصوم خان، عبداللہ خان (مصاحب نواب آصف جاہ) کے داماد تھے. وہ امام نامی قصبہ سے جو بلخ کے علاقے میں ہے حیدر آباد آئے. راغب کے باپ حیدر آباد سے مدراس پہنچکر نواب والا جاہ جنّت آرام گاہ، فرمان روائے کرناٹک کی سرکار میں بعہدۂ فوجداری ملازم ہوئے. شدہ شدہ مدارالمہامی تک ترقی پائی ۔ خان بہادر اور جنگ کے خطاب سے بھی سرفراز ہوئے۔

راغب نے مولانا باقر آگاہ اور مولوی فایق کے سامنے زانوئے شاگردی تہ کیا. فن شاعری میں بھی ان ہی دونوں حضرات سے فیض پایا۔

بڑے عالی فکر اور روشن خیال شاعر تھے. آخر عمر میں بیماریوں کے سبب جسمانی طاقت بہت کچھ زائل ہوگئی تھی. اس لئے اگلی سی جودت و ذکاوت باقی نہ رہی۔

ایک فارسی دیوان اور دو مثنویاں، بنام ساقی نامہ و فراق نامہ لکھیں. ان کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام میں پختگی، رنگینی اور فصاحت ہے. نمونہ حسب ذیل ہے۔

آخر رسید زلف سیاہت بہ دادِ ما — زین لیلتہ المراد برآمد مرادِ ما

چون گل نرگس نمی آید بہم مژگانِ ما — در تلاشِ کیست یارب دیدۂ حیرانِ ما

نوشتن نامہ سوی نے سوائے آرزو دارم — قلم سازید یاران بعد مردن استخوانم را

گریۂ من پاک کرد آلودہ دامانِ مرا — پنبہ شد چشمِ سپیدم داغِ عصیان مرا

مصفا مشربان رابے کسی آب دگر بخشد — کہ شد گردِ یتیمی انتہائے وصفِ گوہرہا

گشتہ راغب صفحۂ دیوانِ من — نرگستان از ہجومِ صادہا

کے بجز زندانِ فانوس است جا پروانہ را — رشتۂ شمع است چون زنجیر پا پروانہ را

کے جدا می شود زما راغب — سایہ آسا سیاہ بختیٔ ما

دل از خیالِ خطِ او غبار آلود است — چگونہ اشک نہ ریزم کہ خانہ پُردود است

سر در رہت نہادن و مردن گناہِ من — ناکردہ التفات گزشتن گناہِ کیست؟

مسکنم گشت نقشِ پائے کسے — جای گیرم بہ ملک پایاں گھاٹ

ساقی بیا کہ بہرِ تو دستِ دعا مدام — از برگِ تاک بر لبِ انگور شد بلند

بہ زیرِ سایۂ زلفِ تو نیست آرامم — چو اہلِ بیتِ رسالت مسافرِ شامم

باقی است کار و بار بہار از غبارِ من — بیہودہ نیست رستنِ گل از مزارِ من

در شرحِ اشتیاق چہ حاجت بہ التماس — این جا چو خامہ است سخن باگریستن

اے لختِ دل تو گرم بہ مژگان رسیدۂ　　　　این جانشین بہ سایۂ دیوار اندکے

سنہ۱۲۶۹ہجری میں راغب کو سفر آخرت بپیش آیا۔ میلاپور کے راستے میں حضرت شیخ محمدؐ مخدوم ساوی قدس سرہٗ کی درگاہ کے متصل اپنے والد کے مقبرے میں ہمیشہ کے لئے محوِ خواب ہیں۔

راقم

راقم تخلص۔ محمدؐ حسین قادری نام۔ افضل الشعراء شیریں سخن خان بہادر خطاب فرزند نجم الدین حسین قادری خوش نویس۔ ملازم سرکار نواب کرناٹک۔ مدراس مولد۔ سنہ۱۲۳۴ہجری سالِ ولادت ہے۔

آپ حضرت مولوی محمدؐ حسین شہیدؒ المعروف بہ امام صاحب قدس سرہٗ کی اولاد میں سے تھے۔

عربی کی تمام تحصیلی کتابیں امام العلماء قاضی الاسلام قاضی الملک مرحوم اور افضل العلماء مولوی ارتضا علی خان بہادر خوشنود سے پڑھیں۔ فارسی میں اپنے حقیقی چچاؤں یعنے شایق علی خان شایق اور مولوی واقفؔ کے شاگرد تھے۔ فن شعر میں پہلے شایق سے، پھر سید ابو طیب خان والاؔ سے اصلاح لیتے تھے۔ جناب والاؔ کے منظور نظر شاگردوں میں سے تھے۔ نواب غلام محمدؐ غوث خان بہادر نوابِ کرناٹک کے ہم سبق ہونے کا بھی آپ کو فخر حاصل تھا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ تذکرہ گلزار اعظم کی تالیف میں نواب صاحب موصوف نے راقم کو شامل رکھا۔ انھوں نے بھی اُس کی ترتیب میں سعی بلیغ کی۔ اور جب مجلس مشاعرہ قائم ہوی تو راقم کو اس کا میر مجلس بناکر افضل الشعرا شیریں سخن خان بہادر کے خطاب سے سرفراز کیا۔

راقم نے ذیل کی کتابیں تالیف کیں:

(۱) رسالہ میزان الاشعار (۲) اعظم الصناعت شرح معمیاتِ حدائق البلاغت (۳) مختصر دیوان بھی ترتیب دیا۔ کلام کا یہ رنگ ہے:

شود مانی رقم پردازِ تصویرِ دهانت را
بدست آرد به جائے خامه گر موی میانت را

زگفتگوے بدِ خصم دل نمی ترسد
خطر ز باد نه باشد چراغِ آئینه را

لب گشاید به شکرِ شمشیرت
بارک الله زخمِ کاریِ ما!

زنهار به کف گوهرِ مقصود نیابی
تا دانه کنی همچو صدف دستِ دعا را

قامتش تا از تعلّق داد آزادی مرا
شد به رنگِ سرو یکسان ماتم و شادی مرا

شب یاسم سیه شیر است دندان می زند بر من
بیاضِ دیدهٔ آهو نماید صبحِ مطلب را

یافت ز شبنم نمک بر جگرِ خویش گل
قسمتِ خوبان بود غم مگر از خوانِ صبح

کشید هر که درین بحر سر ز پا افتاد
همین صدا ز شکستِ حباب می آید

رتبهٔ عالی نسب از عجز افزون تر شود
قطره از بالا به پستی چون اسدؔ گوهر شود

برگ و بارِ درد از نخلِ وجودم گل کند
گز هوائے آه و آبِ گریه ام شاداب شد

در بزمِ خلوت او چون باریاب گردید
والسنت راقم ما شد فتح باب نیمے

یقینم شد ز آئینِ حباب این امرِ وجدانی
که ترکِ خویشتن باشد دلیلِ قربِ یزدانی

راقمؔ کے انتقال کا سال معلوم نہ ہوا۔ لیکن ۱۲۶۹ھ تک
زندہ تھے۔

رونق

رونق تخلص۔ غلام محی الدّین نام۔ عارف الدّین خان خطاب۔ فرزند حافظ محمدؐ معروف برہان پوری۔ مدراس مولد۔ اور ۱۱۹۲ھ سالِ ولادت ہے۔

آپ نے فارسی کتابیں غلام محی الدّین متجرؔ سے پڑھیں۔ شاعری میں باقر آگاہؔ سے تلمذ اختیار کیا۔ مدّت تک محمدؐ صادق خان شیرازی متخلص بہ کوکبؔ کی صحبت میں رہے۔ اور فارسی محاوروں کی تحقیق میں بڑی کوشش کی۔

بیس سال کی عمر میں نواب عمدۃ الامرا بہادر فرمان روائے کرناٹک کی سرکار میں ملازم ہوئے اور نوّاب موصوف کے فرزند امیرالملک ماجدؔ کے مصاحب مقرر کئے گئے۔ ماجدؔ کی وفات کے بعد بر داشتہ خاطر ہوکر مدراس کو خیرباد کہا۔ کڑپہ، بلھاری، چتور وغیرہ میں منشی گری کی خدمت سے زندگی بسر کرتے تھے۔ برسوں اِس خدمت کے تعلق سے سر تھامس منرو سابق گورنر مدراس کے ساتھ سفر میں رہے۔ اِس کے بعد حیدرآباد چلے گئے۔ زمانۂ دراز تک وہاں قیام رہا۔

۱۲۶۶ھ میں وطن واپس آئے۔ نوّاب غلام محمدؐ غوث خان بہادر نوّاب کرناٹک کی سرکار میں ملازم اور مشاعرۂ اعظم میں داخل ہوئے قادر الکلام شاعر تھے۔ ہر قسم کی نظم بہت اچھی کہتے تھے۔ افسوس ہے کہ بوجہ پیری و ضعیفی دماغی طاقت بالکل جواب دے چکی تھی۔ اخیر عمر میں اکثر گوشہ نشین اور یاد الٰہی میں مشغول رہا کرتے تھے۔

کلام کا اندازہ ذیل کے اشعار سے ہوتا ہے:

صبحِ بہار جوش زند از فنائے ما ۔۔۔ چون گل شگفتگی است بہ چاکِ قبائے ما

طبع آزادان شود وارستہ از بندِ خطر | در گزشتن آتش و آب است یکسان سایہ را
می کند افتادگی آزاد از بندِ خطر | شیر با این رعب کے سازد ہراسان سایہ را

گر بہ محفل صفتِ تیشۂ فرہاد کنید | سینہ چاکان زسرِ ناخنِ ما یاد کنید

کریمان را عجب تسخیرِ دل ہا است | خطوطِ دستِ احسان دام کردند

کے بہ آسانی دہم از دست دامانِ فراق | بعد ازین دستِ من و چاکِ گریبان فراق

گرہ شود چو تباشیر اشک در مژہ ام | اگر بہ فرقتِ آن نے سوار گریہ کنم

رونق کا سال وفات معلوم نہ ہوا۔ تالیف گلزار اعظم کے وقت تک زندہ تھے۔ تذکرۂ محبوب الزمن کے مؤلف نے لکھا ہے کہ حیدر آباد میں اِن کا انتقال ہوا۔ مگر یہ نہ بتایا کہ یہ واقعہ کب پیش آیا۔

فاروق

فاروؔق تخلص۔ محمدؐ معروف نام۔ خان عالم خان بہادر خطاب، فرزند محمدؐ جان جہان خان بہادر فاروقی۔ مدراس مولد۔ اور ۱۲۰۷ھ ہجری سال ولادت ہے۔

مختلف فنون اور متعدّد زبانیں جانتے تھے۔ فارسی، عربی، ترکی اور انگریزی میں ایسی مزاولت تھی کہ اِن زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ وفورِ ذہانت و ذکاوت اور کثرتِ مطالعہ کی بدولت بہت تھوڑی مدّت میں یہ استعداد حاصل کرلی تھی۔

ریختہ میں اظفری سے اور فارسی میں اپنے خسر مستقیم یار جنگ بہادر ناؔمی سے اصلاح لیا کرتے تھے۔ ریاضی اور موسیقی میں بھی

ماہر تھے۔

۱۲۴۵ھ میں مولوی محمدؒ علی صاحب واعظ رام پوری مدراس آئے تو فاروق اُن کے ایسے معتقد ہوئے کہ اُن سے بیعت کر لی اور اُن کے خلیفہ ہوگئے۔

کلام کا نمونہ یہ ہے۔

دور از تو زیستن چہ بود آرزو مرا　　دم ہمچو خنجرے گزرد از گلو مرا۔

عجب نبود پسر گر قبلۂ روئے پدر گردد　　کہ دارد پیشِ یوسفؑ پیر کنعان بر زمین رو را

سرشت بندہ زخاک است و بازگشت نجات
روم زخاک درت اے ابو تراب کجا!

ہر حبابش بہ گرہ عنبر سارا بندد　　گر فتد پرتوِ آن زلفِ گرہ گیر در آب

نگر ندامتِ پروانہ سوختن دارد　　کہ شمع می گزد از شعلہ بار بار انگشت

نہ رود دردِ سر ہند لیس از مردن ہم　　بر سر گور درین جا ست بہ صندل محتاج

رباعی در مدح چہار یار کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین

صدر شہ بیتِ دین عتیقؓ بازین　　فاروقؓ عروض و ابتدا ذو النورینؓ
ضرب است بہادرے کہ تقطیع نمود　　نظم اعدا بہ خیبر و بدر و حنین

فاروق نے ۱۲۵۰ھ ہجری میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

اعظم

اعظم تخلص۔ محمد غوث نام۔ امیر الہند والا جاہ عمدۃ الامرا مختار الملک

عظیم الدّولہ نواب محمدؐ غوث خاں بہادر شہامت جنگ خطاب۔ فرزند امیر الہند، اعظم جاہ، فخر الامراء، مدار الملک، روشن الدّولہ نواب محمدؐ منور خاں بہادر، بہادر جنگ سپہ سالار صوبۂ دار کرناٹک (۱۲۲۳ھ تا ۱۲۴۱ھ) مدراس مولد۔ اور ۱۲۳۹ھ ہجری سالِ ولادت ہے۔

آپ کے آبائی نسب کا سلسلہ تیئس واسطوں سے خلیفۂ ثانی امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ تک پہنچتا ہے۔ والدۂ ماجدہ نواب ضیاء الدولہ بہادر کی صاحب زادی اور نواب ضیاء الملک بہادر حیدر آبادی کی پوتی تھیں نانہالی سلسلہ چھبیس واسطوں سے سیّد الشہدا خامسِ آلِ عبا سیّدنا حضرت امام ہمام حسین علیٰ جدہ وعلیہ السّلام تک پہنچتا ہے۔

تاریخ ولادت ۲۹ ر ذوالحجہ (۱۲۳۹ھ ہجری) روز چہارشنبہ دس بجے صبح ہے اس دُرِّ یتیم کا سن پندرہ ہی مہینوں کا تھا کہ والد ماجد کو دار البقاء کا ناگزیر سفر پیش آیا۔ چہلم کے دوسرے ہی روز سرکار برطانیہ کی طرف سے آپ کرناٹک کے نواب اور آپ کے حقیقی چچا نواب عظیم جاہ بہادر سترہ سال تک کے لئے ریاست کے نایب مختار مقرر کئے گئے۔

آپ کی تعلیم کا سلسلہ پانچ سال کی عمر سے شروع ہوا۔ حافظ محمدؐ مکی اور اُن کے فرزند حافظ عبد الولی سے قرآن مجید ختم کیا۔ فارسی کی ابتدائی کتابیں غلام محی الدین خوشنویس اور اُن کے فرزند مولوی جلال الدّین حسین خاں سے پڑھیں۔ خطّاطی کی تعلیم خوشنویس موصوف اور عنایت حسین خاں خوش نویس سے پائی۔ پھر سید ابوطیب خاں والا آپ کی تعلیم پر مقرر ہوئے اور انھوں نے یہ کتابیں پڑھائیں:

(۱) بوستان (۲) انشاء خلیفہ (۳) زلیخا (۴) گلشنِ سعادت (۵) سہ نثر ظہوری (۶) پنج رقعہ (۷) مینا بازار (۸) رسائل طغرا مشہدی (۹) انشاء بیدل (۱۰) انشاء نعمت خانِ عالی (۱۱) سکندر نامہ (۱۲) مثنوی راسخ (۱۳) اخلاق جلالی (۱۴) دیوانِ مظہر (۱۵) دیوان غنی (۱۶) دیوان ناصر علی۔

(۱۷) دیوانِ اسیر۔

عربی میں شرح ملا جامی تک مولوی جلال الدین احمد صاحب سے اور عقائدؔ، فقہ، حدیث بہ قدرِ ضرورت قاضی الملک بہادر اور ارتضا علی خان بہادر سے پڑھیں۔ مولانا آزاد بلگرامی کا پہلا عربی دیوان بھی ان ہی سے پڑھا۔
۱۲۵۸ھ میں فارسی گو شعراء کا ایک مختصر تذکرہ موسومہ "صبحِ وطن اعظم" لکھا۔ ۱۲۶۵ ہجری میں ایک اور تذکرہ تالیف کیا۔ جس میں شعراء کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔ اور اس کا تاریخی نام گلزارِ اعظم ہے۔
۱۲۶۰ ہجری میں ایک مجلس شعراء قائم فرمائی۔ راقم کو اس کا میر مجلس بنایا۔ جن کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔

آپ اہلِ کمال کے بڑے قدردان اور بڑے درجے کے فیاض تھے۔ مکہ معظمہ (زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً) میں اب تک آپ کی بنوائی ہوئی رباطیں مشہور ہیں۔ مدرسۂ اعظم، کتب خانۂ عام اہلِ اسلام مدراس اور لنگر خانۂ مدراس آپ کی فیاضی کی زندہ یادگاریں ہیں، جو اپنے بانی کے حق میں دعائے مغفرت کر رہی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی سچی مدح کے لئے مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔

فنِ شاعری میں والا موصوف سے تلمذ تھا۔ آپ نے تھوڑے ہی عرصے میں ایک فارسی دیوان مرتب فرمایا۔ شاعری میں سید شاہ ناصر علی سرہندی (قدس سرہٗ) کی تقلید فرماتے اور اس فن میں اُن ہی کو اپنا پیشوا مانتے تھے۔ مولوی محمد مہدی واصف نے اپنے تذکرۂ معدن الجواہر میں جتنے اعتراضات شاہ صاحب پر کئے ہیں۔ اُن سب کے جوابات نواب اعظم نے اپنے تذکرے میں دیے ہیں۔

آپ بڑے ذہین و طبّاع تھے۔ گھنٹے دو گھنٹے کی فکر میں ایک غزل کہہ لینی معمولی بات تھی۔ ایک مرتبہ ایک ہی رات میں حضرت سید الشہداء امام ہمام حسین علی جدہ و علیہ السّلام کی منقبت میں ۷۴ شعر کا ایک قصیدہ موزوں فرمالیا۔

یوں تو آپ کے چشمۂ فیض سے ہر فن اور ہر مذاق کے لوگ سیراب ہوتے رہتے تھے، مگر شعراء کی بالخصوص بڑی قدر افزائی فرماتے تھے۔

آپ کے فارسی اور ریختہ اشعار کا ایک مختصر مجموعہ بہارستانِ اعظم کے نام سے انتقال کے بعد شائع ہوا ہے۔ ذیل کے اشعار اسی سے انتخاب کر کے پیش کئے جاتے ہیں:

کند عرقِ ندامت طبع صافِ من زلالی را
زند ناخن بہ دل ہر مصرعِ شوخم ہلالی را

بکن از بادۂ عشق کسے مملو دل خود را
نباشد پیش مستاں حرمتے مینائی خالی را

مے می شود بہ غیر تو گر ساغرے زنم
چوں دانۂ انار گرہ در گلو مرا

نمی دارد ثباتے نشۂ مے خانۂ دنیا
ز گل ساغر کباب از سنبل و مے شبنم است این جا

نیست این چہرہ نمایاں ز پسِ برقع سرخ
آفتابے است کہ در زیرِ شفق پنہاں است

مکار تخم ہوای بہ دل چو پیر شدی
قدِ خمیدۂ تو داسِ کشتِ امید است

دوراں بہ سنگِ تفرقہ درہم کند وصال
بادام توام این سخنم دست بستہ گفت

غروری کند آخر برائے نان محتاج
شنیدہ کہ ہما شد بہ استخوان محتاج

دل رفت و طفل اشکم گردید بے محابا
عید است چون ز مکتب استاد رفتہ باشد

دی قلقل مے بے تو مرا بانگِ عسس شد
مے خوردم و چون شحنہ گلو گیر نفس شد

پیری رسید و مُرد دل از عشق بازآئے | سیماب کشتہ را نکند کشتہ باز کس

تا بہ سایم بر درت اے شافع محشر جبین | گشتہ جسم من بہ رنگ ماہ نو یکسر جبین

بے زبانم کرد آخر سرد مہری ہائے او | ہمچو اشکِ شمع زیرِ لب گرہ شد گفتگو

شود ز گریۂ مستانہ بختِ من بیدار | بلے ز آب شود ہوشیار خواب زدہ

---

۲۴ محرم الحرام ۱۲۷۲ھ ہجری (مطابق ۱۸۵۵ء) کو بعالم جوانی بتیس ۳۲ برس کی عمر میں دفعتہً ملک عدم کو سدھارے۔ اپنے دادا نواب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب نواب کرناٹک (۱۲۱۶ھ تا ۱۲۳۴ھ ہجری) کے مقبرے میں جو مسجد والا جاہی ترلکھیڑی (مدراس کے احاطے میں واقع ہے) اپنی والدۂ ماجدہ کے مزار کے پہلو میں سپرد خاک کیے گئے "سرِ غیب" اور "مظلوم بمردی" آپ کی رحلت کے مشہور تاریخی مادّے[لہ] ہیں۔

لہ. تذکرے کے لئے اگر غیر متعلق نہ سمجھا جائے تو یہ قصّۂ درد سننے کے قابل ہے کہ نواب بہادر مرحوم کی کوئی اولاد نرینہ نہیں تھی۔ اس لئے ہندوستان کے گورنر جنرل لارڈ ڈلہوزی کے عہد حکومت میں یہ طے ہوا کہ صلح نامہ ۱۸۰۱ء ذاتی تھا۔ اس کے شرائط نواب عظیم الدولہ بہادر کے جانشینوں تک رعایتہً جاری رہے۔ اب چونکہ کوئی وارث نہیں رہا ہے۔ اس لئے کرناٹک کی مسند نشینی کا خاتمہ کیا جائے۔ اور نواب عظیم جاہ بہادر (نواب مرحوم کے حقیقی چچا) اور دوسرے ارکین خاندان کے نام وظیفے مقرر کر دیئے جائیں۔ چنانچہ کمپنی نے جنابہ نواب خیر النساء[عہ] بیگم صاحب محل خاص

عہ حیدر آباد دکن کے امیر ضیاء الدولہ بہادر کی صاحبزادی تھیں۔ ۱۲۶۴ھ میں آپ کی شادی نواب مرحوم کے ساتھ ہوئی۔

کی چھے ہزار روپیہ اور محل ثانی جنابہ اعظم النساء بیگم صاحبہ کی چار ہزار روپیہ پنشن اور دیگر متعلقین اور ملازمین کی حسب مدارج تنخواہیں مقرر کردیں۔

نواب مرحوم کے قرضے کے لئے محل کا اسباب ایک معتمد کے تفویض کیا گیا۔ نواب مرحوم کی زمین اور عمارتوں کا نیلام عام کیا گیا۔ اور خود گورنمنٹ نے ان سب کو ساڑھے پانچ لاکھ روپے میں خرید لیا۔

نواب عظیم جاہ بہادر نے جن کا حال آگے آتا ہے ملکۂ وکٹوریہ قیصر ہند کی بارگاہ میں ریاست کے لئے اپنا دعوٰے پیش کیا۔ مقدمے کی پیروی کے لئے پارلیمنٹ میں اپنے وکیل مسٹر ڈاسن کو انگلستان بھیجا۔ پارلیمنٹ کے ممبروں میں بعض آپ کے حامی تھے اور بعض مخالف آخر وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا۔ کثرت رائے سے یہ طے پایا کہ ریاست کرناٹک کا خاتمہ کردیا جائے۔ نواب عظیم جاہ بہادر کی اشک شوی کی گئی کہ بتاریخ ۱۲ اپریل ۱۸۷۱ء مطابق محرم ۱۲۸۸ ہجری) لارڈ نیپیر گورنر مدراس نے ان کو پرنس آف آرکاٹ کا خطاب اور پچیس ہزار روپیہ ماہانہ وظیفہ بنام "ٹائیٹل گرانٹ" یا "اسٹیٹ" مقرر کردیا۔

اور جنوبی ہند کے اول درجے کے امیر تسلیم کئے گئے۔ نواب عظیم جاہ نے گورنمنٹ سے یہ بھی تسلیم کرالیا کہ جب تک ہندوستان میں حکومت برطانیہ باقی رہے۔ آپ کا نصف ماہانہ وظیفہ۔ یعنی مبلغ ساڑھے بارہ ہزار روپیہ ماہوار آپ کے جانشین، نیز آپ کے فرزندوں اور دختروں کی اولاد کو دیا جایا کرے۔ چنانچہ یہی ہوتا چلا آرہا ہے۔

مختصر یہ ہے ع:

کہ آن قدح بشکست و آن ساقی نماند

نظیر

نظیرؔ تخلص۔ قادر علی نام۔ قادر علی خان بہادر منوّر جنگ خطاب۔ فرزند نجف علی خان بہادر۔ مدراس مولد۔ ۱۲۳۷ھ ہجری سالِ ولادت ہے۔

آپ نواب والا جاہ جنت آرام گاہ فرمان روائے کرناٹک کے حقیقی نواسے اور ناچیز مؤلف تذکرۂ ہذا کے والد کے ماموں تھے۔

فارسی کتابیں اپنے والد ماجد اور میر مہدی صاحب ثاقبؔ کی خدمت میں پڑھیں۔ عربی و ریاضی میں بھی مہارت تھی۔ انگریزی، ٹامل، اور تلنگی بھی جانتے تھے۔ کچھ دنوں ثاقبؔ صاحب سے اشعار پر اصلاح لیتے رہتے۔

۱۲۶۶ھ ہجری میں حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً کی زیارت کے لئے گئے۔ دو سال کے بعد مدراس لوٹ آئے۔ اسی سال مسلمان لڑکوں کی تعلیم کے لئے ایک مدرسۂ اسلامیہ قائم کیا۔ یہاں سات سال کے بعد دوبارہ مکۂ معظمہ روانہ ہوئے اور وہیں کے ہو رہے۔ بڑے مخیر، فیاض اور متقی بزرگ تھے۔ کلام کا انتخاب یہ ہے:

مشکلِ مرگ است آساں در بلائن دادہ را ۔۔۔ فاش می گوید حباب از خندہ دایم این سخن

باز گیرد ابر از دریا متاع دادہ را ۔۔۔ ہمتِ بخشش نہ باشد در نمد پوشاں نظیرؔ

شیشۂ ساعت کند خود را تہ و بالا عبث ۔۔۔ قسمتِ کس غیرِ خاک از گردشِ دوراں نہ شد

خانۂ دیدہ نہ باشد بہ چراغاں محتاج ۔۔۔ بزمِ روشن گہرآں نیست بہ ساماں محتاج

می رود از مہر دائم سایہ راہِ انحراف ۔۔۔ تیرہ باطن را ز روشن دل نہ باشد جز خلاف

ہست تارِ نگہم چوں خطِ ساغر در چشم ۔۔۔ دیدہ بے نور شود گر روم از محفلِ مے

فتند در دامنِ سنگیں دلاں پاداشِ ظلم آخر — بہ کاہِ آسیا خود دانہ را سائیدہ سائیدہ

شوخیٔ زلف و رخش را پایہ می باشد یکے — گرمیٔ رفتارِ مہر و سایہ می باشد یکے

۱۲۸۱ھ ہجری میں بمقام مکۂ مکرمہ انتقال فرمایا۔ اور وہیں مدفون ہوئے۔

خادم

خادم تخلص۔ غلام مرتضیٰ نام۔ ممتاز الملک غلام مرتضیٰ خان بہادر عظیم جنگ خطاب۔ فرزند عبدالغفار خان بہادر ثابت جنگ۔ مدراس مولد۔ ۱۲۲۲ھ سال ولادت ہے۔

آپ نواب والا جاہ جنت آرام گاہ کے پوتے ہیں۔

ہوش آنے کے بعد اپنے زمانے کے اساتذہ سے فارسی پڑھی۔ طبیعت بہت موزوں تھی۔ اردو میں زیادہ اور فارسی میں کم کہتے تھے۔ صاف گوئی کی طرف طبیعت مائل تھی۔

ذیل کے اشعار سے کلام کا اندازہ ہوگا:

این است محبت کہ برآشفت بسے را — بسم اللہ، اگر حوصلہ ہست کسے را؟

یثرب ہمہ ایمان من باشد نجف رضوان من
بطحا فدایش جانِ من، من بندہ ام بغداد را

از من این است وصیت چو سپارید بہ خاک — دوستاں، روی مرا جانب بغداد کنید

بدار خرقۂ سالوس زاہد بہ گرو — بگیر جام مے و اِنّ ربنا الغفور

نیاز بندہ با ناز خداوندان چہ خوش باشد — بپا سر می رود از من تو گردستے بسر داری

۱۲۷۰ھ ہجری میں سفر آخرت پیش آیا۔ حضرت مرتضیٰ بادشاہ صاحب قدس سرہٗ کے گنبد کے احاطے میں جو مسجد انوری کے پہلو میں واقع ہے، دفن ہوے۔

واصف

واصف تخلص۔ (مولوی) محمد مہدی نام۔ فرزند محمد عارف الدین خان رونق۔ مدراس مولد اور ۱۲۱۷ھ ہجری سالِ ولادت ہے۔

فارسی اور عربی مدراس کے علماء و فضلا سے پڑھی۔ انگریزی میں بھی اچھی مہارت تھی۔ شاعری میں اپنے والد ماجد سے اصلاح لیتے رہے۔

کم سنی میں اپنے والد کے ہمراہ مختلف اضلاع کو دیکھا۔ سترہ برس کی عمر میں پھر مدراس آکر قیام فرمایا۔ پہلے مولوی تراب علی نامی کی وساطت سے ایسٹ انڈیا کمپنی کے مدرسے میں نو وارد انگریزوں کی تعلیم پر مامور ہوئے۔ سترہ سال اس خدمت کو عمدہ طریقے سے ادا کرتے رہے۔ پھر وظیفہ لے کر اس کو چھوڑا۔ اور اپنے طور پر تعلیم و ترجمہ کا کام گھر پر کرتے رہے۔

ایک مرتبہ ترچناپلی گئے۔ وہاں مولوی سیّد جام واعظ کے ہاتھ پر بیعت کر کے صاحب موصوف سے خرقۂ خلافت پایا اور وعظ کی اجازت بھی حاصل کی۔

۱۲۶۲ھ ہجری میں جب نواب غلام محمد غوث خان بہادر اعظم نواب کرناٹک نے محفلِ مشاعرۂ اعظم قائم کی تو واصف اس میں داخل ہوئے، محکمۂ عالیہ کی مترجمی بھی کرتے تھے۔

اردو اور فارسی کی کئی کتابیں آپ کی تصنیف سے ہیں۔ جن میں ایک تذکرہ معدن الجواہر بھی ہے۔ اس تذکرے میں بعض شعراء کے کلام پر اعتراضات کئے ہیں۔ ان کے تشفی بخش جوابات نواب اعظم نے تذکرۂ گلزار اعظم میں دیئے ہیں۔

نواب ممدوح کے انتقال کے بعد واصف حیدر آباد گئے۔ اور

وہاں سرکاری نوکر ہو گئے۔ ۱۲۷۸ھ میں ایک اور مختصر سا تذکرہ عربی میں بنام "حدیقۃ المرام" لکھا۔ جس میں علما و فضلا اور امراء و شعراء کے حالات درج کئے ہیں۔

کلام کا نمونہ یہ ہے:

کشتیِ جاں تا در آب تیغ او انگندہ ام | بادبانے گشتہ موج جوہر آہن مرا

دختر رز شدہ در مجلس رنداں گستاخ | مطربا پردۂ ساز است دریں جا درکار

چوں ستم ہائے رقیباں کرد فریادی مرا | گردشِ چشمِ سیاہش سرمۂ آواز شد

کہ نو بہارِ منتِ دُرِ یتیمیں کشد | شایانِ گوشِ گل گہرِ اشکِ بلبل است

رشتۂ آمال صرفِ پردہائے خواب شد | خواب بخت من نخواہد دید روی انقطاع

تا رگِ گل شدہ زنارِ گل | تا بُت من شد بہ چمن جلوہ گر

۱۲۹۰ہجری میں بمقام حیدر آباد سفر آخرت پیش آیا۔ مرحوم کے فرزند متخلص بہ والا نے یہ تاریخ رحلت لکھی:

مہدی واصف رجب کی تیسویں | فضلِ حق سے موردِ رحمت ہوئے
سالِ رحلت اُن کا والا نے کہا | "آج واصف داخلِ جنت ہوئے"

۱۲۹۰ہجری

عظیم

عظیم تخلص۔ غلام محمد علی نام۔ نواب عظیم جاہ سراج الامرا عمدۃ الملک اسد الدولہ غلام محمد علی خاں بہادر ذوالفقار جنگ خطاب۔ فرزند دیم

نواب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب نواب کرناٹک (۱۲۱۶ھ تا ۱۲۲۴ھ)
مدراس مولد اور ۲۴ر محرم ۱۲۱۷ ہجری تاریخ مولود ہے۔
حافظ محمدؐ کی مرحوم سے قرآنِ مجید حفظ کیا۔ عربی اور فارسی مولوی وجیہ اللہ طالب، سراج العلماء مولوی محمد سعید اسلمی اور دیگر اساتذہ سے پڑھی۔
اپنے بڑے بھائی نواب اعظم جاہ بہادر رضوان مآب کے عہد دولت میں آپ ہی ریاست کے مدارالمہام تھے اور اپنے بھتیجے نواب غلام محمدؐ غوث خان بہادر کے زمانۂ نابالغی میں ۱۲۴۱ھ سے ۱۲۵۰ھ تک آپ ہی ریاست کے نائب و مختار رہے۔
مؤلف تذکرۂ ہذا کو یہ فخر حاصل ہے کہ آپ اُس کی نانی کے حقیقی چچا تھے (اللّٰہم اغفرہ) صوم و صلوٰۃ کے پابند، متقی و پرہیز گار تھے علماء و مشائخین سے زیادہ خلوص تھا۔ بیشتر اوقات تفسیر و حدیث کی کتابیں آپ کے مطالعے میں رہتی تھیں۔ بڑے سخی اور علم و ہنر کے بڑے قدردان تھے۔
موزونی طبیعت سے آپ نے صرف یہ کام لیا کہ نعت و منقبت ہی میں شعر کہتے تھے۔
کلام کا اندازہ ذیل کے اشعار سے ہوتا ہے:

در کون و مکاں نیست بجز پرتوِ نورت | حق دید ہر آں کس کہ بہ دید است حضورت

اے خواجۂ عالم بہ تو امید عظیم است | گاہے نہ رسد بر دلِ من ہیچ کدورت

خداوندا نمائی روضۂ او | کہ بے شک بہتر از عرشِ بریں است

بندۂ بے نظیر ربِّ احد | نیست در دو جہاں مگر احمدؐ

تابع بود زمانہ و اہلش بہ حکم او　　　　حاکم بر اولیائے کرام است محی دین

۱۴ر جنوری ۱۸۷۶ء بروز چہار شنبہ تہتر سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔ اپنی والدۂ محترمہ کے مقبرہ واقع کشنا پیٹ میں سپرد خاک کئے گئے۔

احسن

احسن تخلص۔ سیّد محمد اسحٰق نام۔ شمس العلماء طرازش خان بہادر خطاب۔ فرزند سیّد محمد قاسم نواز خان بہادر۔ مدراس مولد اور ۱۲۲۹ھ سال ولادت ہے۔

علماء و فضلاء عصر کے فیض سے آپ کا شمار جیّد علماء میں تھا۔ شیریں سخن خان راقم اور واقف سے مشق سخن کی۔ نواب غلام محمد غوث خان بہادر اعظم کے دربار کے زبردست شاعر تھے۔ اور ان ہی کی سرکار سے طرازش خان بہادر خطاب پایا۔ نواب صاحب کی وفات کے بعد برسوں زندہ رہے۔ گورنمنٹ برطانیہ سے شمس العلماء کا خطاب ملا۔ مدراس کے اکثر نامی گرامی علماء کو آپ کی شاگردی کا فخر حاصل ہے۔

مدّتوں ہز ہائنس پرنس آف آرکاٹ کے یہاں صدر المہام اوقاف کے عہدے پر فائز رہے۔

اشعار کا نمونہ یہ ہے:

زمژگانِ تر خود رفتہ ام چون آستانت را　　　　غبار از من بہ خاطر رہ نیابد پاسبانت را

از پے آلست اشک بار یہا　　　　بر تو وقف است چیر جاریہا

امید جان شیریں داشتم احسن نہ دانستم　　　　بہ کامم زہر ریزد خط سبز شکریں لبہا

خطِ جام است گر در نظرش ہالۂ ماہ — دل مستانہ کہ در جوش و خروش است امشب

داغہا دادہ بہ دل منتظرِ گریہ بود — دانہ افشاندہ غمت ہست بہ باراں محتاج

یابد ترا چگونہ زعشقِ مجاز کس — گیرد چساں شکار زتصویر باز کس

دہد حلاوتِ دیگر بہ جانِ ما ہر دم — ہزار بار چشیدیم آبِ زمزمِ تیغ

سنہ ۱۳۱۱ ہجری میں اس جہانِ ناپائدار سے عالمِ بقا کا کوچ کیا۔

اکرم

اکرم تخلص۔ محمد ذاکر علی نام۔ معتمد خان بہادر خطاب۔ فرزند مولوی حسن علی ماہلی حسن۔ مدراس مولد اور ۲۸ ربیع الاول سنہ ۱۲۴۴ھ تاریخ پیدایش ہے۔

فارسی اور عربی کافیہ تک اپنے والد سے پڑھی۔ والد کے انتقال کے بعد تھوڑے دنوں تعلیم کا سلسلہ بند رہا۔ پھر جناب ابو طیب خان والا کے زمرۂ تلامذہ میں داخل ہوئے۔ لیکن والا نے اپنے تلمیذ رشید نواب غلام محمدؐ غوث خان بہادر اعظم نواب کرناٹک سے درخواست کی کہ اکرم کو آپ اپنی شاگردی کا فخر بخشیں نواب صاحب نے اپنے والا مرتبت استاد کے حکم کی تعمیل کی۔ اور اکرم کو تمام درسی کتابیں از سر نو پڑھائیں۔ پھر ان کو بزم مشاعرہ میں داخل کرکے عزت افزائی کی۔ آخر میں مددگار میر مجلس دیوانی عالی بناکر معتمد خاں بہادر کے خطاب سے سرفرازی بخشی۔

اکرم کے فارسی اشعار کا ایک مجموعہ بھی شایع ہو چکا ہے۔

کلام کا یہ رنگ ہے:

از یک نظارہ برد دلِ لخت لختِ ما ۔ موجِ نگاہِ او شدہ سیلاب رختِ ما

اشک می ریزم ز چشم و آہِ سردے می کشم ۔ شد عجب آب و ہوا حاصل ازیں گلشن مرا

کے تیرہ بخت را ثمر از صاف دل رسد ۔ گردوں نہ شد سپید ز صابونِ آفتاب

می سزد گر رتبہ ام باشد بہ ہم طرحانِ خویش ۔ طبعِ عالی حاصل از شاگردیِ نوآب شد

شاید کہ ہست در غمِ او ناتواں ہنوز ۔ دارد عصا بہ کف فلک از کہکشاں ہنوز

نوآب غلام محمد غوث خان بہادر اعظم کے انتقال کے بعد اکرم برسوں زندہ رہے۔ مگر سال وفات معلوم نہ ہوا۔

ثاقب

ثاقب تخلص۔ میر مہدی نام۔ فرزند میر صادق علی حسینی مدراس مولد اور ۱۲۲۳ھ ہجری سال ولادت ہے۔

آپ کے اجداد مشہد مقدس کے رہنے والے تھے۔ ان میں سے بعض گلبرگہ شریف میں آکر مقیم ہو گئے۔ ثاقب کے حقیقی دادا سیّد ابراہیم حسینی نواب والا جاہ جنّت آرام گاہ کے زمانۂ حکومت میں مدراس آئے اور یہیں قیام کرلیا۔ ثاقب کے والد تاریخ گوئی میں بڑی شہرت رکھتے تھے اور نواب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب نواب کرناٹک کی سرکار میں ملازم تھے اور اُن کے چھوٹے بھائی بینش بھی اپنے وقت کے مشاہیر شعرا میں تھے۔

ثاقب نے فارسی کی ابتدائی کتابیں اپنے باپ اور دادا سے پڑھیں۔ اور کتبِ متداولہ دوسرے اساتذہ سے۔ مشقِ سخن

مولوی واقف اور میر مبارک اللہ خان راغب سے کی۔ فن خطاطی میں بھی آپ کو کمال تھا۔ بارہا حیدر آباد گئے اور ایک مرتبہ وہاں جاکر میر بندہ حسین خان قمر سے ملّا ظہوری کا دیوان پڑھا۔ مشاعرۂ اعظم قائم ہوا تو ثاقب بھی اُس میں داخل ہوئے۔ نواب اعظم انہیں کچھ ماہوار تنخواہ بھی عطا فرماتے تھے۔

ثاقب خوش مزاج اور نیک خلق تھے۔ گفتگو بہت نرمی سے کرتے تھے۔ ایک دیوان مرتب کرکے اس کو طبع کرایا ہے جو اب نایاب ہے۔ کلام کا یہ ڈھنگ ہے:

تافت آں ماہ۔ روزیاری ما　　بر فلک رفت شورِ زاری ما
گل بر شاخ بودہ را ماند　　بہ خدنگِ تو زخم کاری ما
بہ جواب کسے نہ پردازیم　　کوہ شد پیشت بردباری ما

در شبِ ہجرت چو ایں سوزِ دلم پروانہ دید　　از زبانِ شمع کرد اقرار استادیٔ ما

گر نہ گیرد فیض از کم پایگان عالی دماغ　　بہرِ نفع سر چرا مالند روغن زیر پا

لیلۃ القدر خریدار شود از چشمش　　کہ سیہ روزیٔ من سرمہ فروش است امشب

مانی چو نقشِ قامتِ آں نازنیں کشد　　بالا رسانده آه الف بر زمیں کشد

کفِ دریوزه آبرو دیم ریخت　　ثاقبا داد از ستد باشند

در چمن اے یار شکّر خنده ات　　شد نمک سینۂ افگارِ گل

لبِ آں خوب رو ہر کشتۂ را می دہد جانے　　عجب گر چشمۂ خورشید جو شد آبِ حیوانے

آپ کے انتقال کا سال دریافت نہ ہو سکا۔

باب دوّم

ریختہ گو دکنی شعراء

فصل اوّل

وہ ریختہ گو دکنی شعراء جن کی ولادت، نشو و نما اور ترقی دکن میں ہوئی

سُلطان محمدؐ قلی قطب شاہ

سلطان محمدؐ قلی قطب شاہ ابن ابراہیم قطب شاہ۔ تاجدار گلکنڈہ۔ گلکنڈہ مولد اور ۹۵۵ھ ہجری سال ولادت ہے۔

۹۸۹ھ ہجری میں سریر آرائے گلکنڈہ ہوئے۔ ابراہیم عادل شاہ والئی بیجاپور کے ہم عصر تھے۔

یہ بادشاہ بڑے علم دوست اور ہنر پرور تھے۔ خود بھی شاعر تھے۔ اور شاعروں کے قدردان بھی۔ فارسی اور ریختہ دونوں میں شعر کہتے تھے۔ فارسی میں قطب شاہ اور ریختہ میں معانی تخلص تھا۔ آپ کا دیوان اصنافِ سخن سے مملو ہے۔ اس کے متعلق صاحب گُلِ رعنا رقم طراز ہیں کہ:

"اس (محمدؐ قلی قطب شاہ) کا مکمل دیوان نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانے اور کتب خانۂ آصفیہ میں اور ایک ضخیم کلیات اصنافِ سخن سے مملوٗ موجود ہے۔ جو قطب شاہی خاندان کا شاہی نسخہ ہے۔

ان کے کلام کو اس لحاظ سے دیکھو کہ اردو شاعری کا سب سے قدیم تر نمونہ ہے، جو ہم تک پہنچا ہے۔ اس سے پہلے کا کوی شعر کم از کم میری نظر قاصر سے نہیں گزرا۔"

ان ہی دیوانوں سے یہ جواہر ریزے پیش کئے جاتے ہیں۔

پیا ہوں ییں حضرت کے ہت آب کوثر　　توشاہاں اُپر مجھ کلس کر بنایا

سدا تو مدح نبیؐ و علیؑ کہ کہتا ہے　　معانی شعر ترا تو لکھے ہیں دست بہ دست

خورشید کہ اُپر سے ہے ابرو ہلال عید　　اوس ابروان کو سجدہ کیا ہے وصال عید

اکتیس ۳۱ سال حکومت کر کے ۱۰۲۰ھ ہجری میں اس دنیائے فانی سے منہ موڑ لیا۔ ترسٹھ ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔

سلطان محمدؐ قطب شاہ

سلطان محمدؐ قطب شاہ۔ فرزند محمد امین۔ محمدؐ قلی قطب شاہ کے بھتیجے داماد اور جانشین تھے ۱۰۰۰ھ سال ولادت ہے۔

سلطان موصوف کی پرورش و تربیت انھیں کے چچا نے کی اور ۱۰۲۰ھ ہجری میں اپنے چچا کی وفات کے بعد گلکنڈہ کے بادشاہ ہوئے۔

جوان صالح، متقی، فیاض، ذی مروّت اور شاعر تھے۔ فارسی میں ظل اللہ اور ریختہ میں قطب شاہ تخلص کرتے تھے۔

آپ کا مکمل دیوان بھی نواب سالار جنگ کے کتب خانے میں موجود ہے۔ کلام کا نمونہ یہ ہے:

پیا سانولا من ہمارا بھو لایا　　نزاکت عجب سبز رنگ میں دکھایا

بکر یدعید آیا صلوات بر محمدؐ　　آنند علم اجایا صلوات بر محمدؐ

قرآن اور حدیث سوں ترکیب کر کلام — اَن جانے میں جو انی گیا پند نا سُنا

۱۰۳۵ہجری میں اس دنیائے دنی سے کوچ کیا۔

سلطان عبد اللہ قطب شاہ

سلطان عبد اللہ قطب شاہ بن سلطان محمد قطب شاہ ۱۰۲۳ھ سال ولادت ہے۔ اپنے والد کی جگہ بارہ سال کی عمر میں تخت پر بیٹھے۔ رونقی نے تاریخ جلوس کہی:

مزین شد جہانے از جلوس شاہ عبد اللہ

۱۰۳۵ھ

علم و ہنر کے بڑے قدردان تھے۔ برہان قاطع جو فارسی لغت کی بڑی مستند کتاب ہے، اسی بادشاہ کے نام سے تالیف ہوی اور مؤلف کی خوب قدر افزائی کی گئی۔ خود بھی شاعر اور صاحب دیوان تھے۔ نمونۂ کلام یہ ہے:

گفتم کہ خال و زلف کیا ہے سو بول مُنجکو — گفتا کہ زلف دامت ہور خال سو ہے دانہ

اے پری پیکر ترا مکھ آفتاب — دیکھتا ہوں تو ہے نا مجہ میں تاب

قند اور نبات گلتا ہے اجھوں — دے نہ سک تیرے مٹھے لب کا جواب

(از گل رعنا)

محرم ۱۰۸۳ہجری میں انتقال کیا۔

ولی

وؔلی تخلص۔ ولی اللہ نام۔ شمس الدین لقب۔ اورنگ آباد دکن مولد۔ (تخمیناً) ۱۰۶۹ہجری سال ولادت ہے۔

یہ وہی ولی ہیں جو اب تک اردو کے بادا آدم کہے اور مانے جاتے ہیں۔

ان کے سال ولادت اور مولد کے متعلق بڑا اختلاف ہے۔ آزاد نے انھیں گجرات کا اور میر محمد تقی میر نے اپنے تذکرے میں اورنگ آباد کا باشندہ بتایا ہے۔ مؤلف محبوب الزمن اور احسن مارہروی، مرتبہ کلیات ولی بھی اُنھیں اورنگ آبادی ہی قرار دیتے ہیں۔ اِن کے دکنی ہونے اور گجراتی نہ ہونے کے ثبوت میں اِنھیں کا یہ شعر پیش کیا جا سکتا ہے۔

ولی ایران و توراں میں ہے مشہور اگرچہ شاعر ملک دکن ہے

یہ بھی صحیح طور پر تحقیق نہیں ہے کہ یہ کس خاندان سے ہیں۔ مصنف آبِ حیات نے علامہ وجیہ الدین علوی کی نسل سے بتایا ہے۔[۵]

مؤلف محبوب الزمن کا بیان ہے کہ ولی بیس برس کے سن میں تحصیل علم کے لئے گجرات گئے اور مدرسہ احمد آباد گجرات میں ضروری تحصیل کی۔ سنی المذہب تو تھے ہی، چند روز کے بعد نورالدین محمد صدیق سہروردی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر احمد آباد کے ایک بزرگ زادے سید ابوالمعالی کے ہمراہ بزرگانِ دین کی زیارت کے لئے دہلی اور سرہند گئے۔ دہلی میں شاہ سعد اللہ گلشن سے ملے اور اُن کو اپنا کلام سنایا۔ یہ طریقۂ نقشبندیہ کے ایک نامور بزرگ اور بڑے پُر گو شاعر تھے۔ نکات الشعراء میں لکھا ہے کہ "میاں صاحب فرمود ایں ہمہ مضامین فارسی، کہ بیکار افتادہ اند، در ریختہ خود بکار بہ بر

۵۔ "علامۂ وجیہ الدین کا خاندان گجرات میں اپنے فضل و کمال اور فیض رسانی کے لحاظ سے بہت معزز و ممتاز سمجھا جاتا تھا۔ گجرات پر مغلوں کا قبضہ ہو جانے کے بعد اچھے اچھے گھرانوں کے لوگ پریشان ہو کر بیجاپور، احمد نگر، برار اور برہان پور چلے گئے۔ ان ہی نقل مکان کرنے والوں میں شاہ اسد اللہ، علامۂ وجیہ الدین کے پوتے بھی تھے، جنھوں نے بیجاپور میں بود و باش اختیار کی تھی۔ اگر یہ صحیح ہے کہ ولی کو علامہ وجیہ الدین کے خاندان سے نسبت تھی تو کیا عجب ہے کہ یہ شاہ اسد اللہ سے کوئی واسطہ رکھتے ہوں۔" (گلِ رعنا)

از تو کہ محاسبہ خواہد گرفت "

"گل رعنا" میں لکھا ہے کہ ولی، محمدؐ شاہ بادشاہ کے زمانے میں دہلی آئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دہلی میں اُن کا جی لگ گیا تھا؛ چنانچہ اُن کا یہ شعر اِس کا شاہد ہے:

دل وَلی کا لے لیا دِلی نے چھین
جا کہو کوئی محمدؐ شاہ سوں

آخر اورنگ آباد واپس چلے آئے۔ اور یہاں ۱۱۴۱ھ ہجری میں شہدائے کربلا کے حال میں ایک مثنوی "دہ مجلس" لکھی۔ اُس کے خاتمہ میں لکھتے ہیں:

ہوا ہے ختم جب یو درد کا حال
تھا گیارہ سو پہ اکتالیسواں سال
کہا ہاتف نے یو تاریخ مقبول
وَلی کا ہے سخن حق پاس مقبول

مولانا آزادؔ اور مؤلف گل رعنا لکھتے ہیں کہ وَلیؔ نے تصوف میں ایک رسالہ "نورالمعرفت" تصنیف کیا ہے جس میں اُنھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ میں نور الدین محمدؐ صدیقی کے مریدوں کا خاکِ پا اور سعد اللہ گلشن کا شاگرد ہوں۔

اُن کے کلام کا نمونہ یہ ہے:

نہ پوچھو عشق میں جوشش و خروشِ دل کی ماہیّت
بہ رنگِ ابر دریا بار ہے رومال عاشق کا

خبرداری سے اس معشوق کے کوچے میں جا اے دل
کہ اطراف حرم میں ہے ہمیشہ ڈر حرامی کا

دیکھ کر تجھ نگاہ کی شوخی
ہوشِ عاشق رمِ غزال ہوا

صنم کے لعل پر وقتِ تکلّم
رگِ یاقوت ہے موجِ تبسّم

زندگی جامِ عیش ہے لیکن
فائدہ کیا اگر مدام نہیں

گناہوں کے سیہ نامے سے کیا غم اس پریشاں کو | جیسے وہ زلف دست آویز ہو روز قیامت میں
کیا غم ہے اُس کو گرمی خورشید حشر سے | بخت سیاہ جس کے سراوپر ہے سائبان
اور مجھ پاس کیا ہے دینے کو | دیکھ کر تجھ کو روہی دیتا ہوں
غرور حسن نے تجھ کو کیا ہے اِس قدر سرکش | کہ خاطر میں نہ لاوے تو اگر تجھ گھر ولی آوے
دل چھوڑ کے یار کیونکہ جاوے | زخمی ہے شکار کیونکہ جاوے
دشمن دیں کا دین دشمن ہے | راہ زن کا چراغ رہزن ہے
کہاں ہے آج یارب! جلوۂ مستانۂ ساقی | کہ دل سے تاب جی سے صبر سر سے ہوش لیجاوے
جلد چل ٹک عشق کی رہ میں کہ تا پہنچے کہیں | کاہلی کو رہ نہ دے سالک! کہ منزل دور ہے
غنیمت بوجھ ملنے کو ولی کے | نگاہِ پاک بازاں کیمیا ہے

ولی ۱۱۵۵ھ ہجری میں بمقام احمد آباد واصل بہ حق ہوئے۔ اور وہیں دریا خان کے گنبد کے سامنے سپرد خاک کئے گئے۔

داؤد

داؤد تخلص۔ مرزا داؤد نام۔ اورنگ آباد مولد۔ سال تولد معلوم نہ ہوا۔

اپنے زمانے کے فضلا اور شعرا کی خدمت میں تعلیم و تربیت پائی۔ آصفی نے لکھا ہے کہ شعر میں ولی کا تتبع کرتے

تھے: چنانچہ خود بھی جا بہ جا اس طرف اشارہ کیا ہے۔ مثلاً:

کہتے ہیں سب اہل سخن اِس شعر کو سُن کر
تجھ طبع میں داؤد، ولی کا اثر آیا

ان کا ایک چھوٹا سا دیوان بھی ہے، جس میں تقریباً پانچ سو اشعار ہیں۔ منتخب کلام کا نمونہ یہ ہے:

قانونِ شفا نطق میں ہے یار کے موجود
اے دل نہ ہو محتاج طبیباں سے دوا کا

مجھ بزم میں رقیب عبث سرکشی نہ کر
شعلہ پڑا ہے شمع پہ مجھ سوزِ آہ کا

دستِ رنگیں کو دیکھ کر تیرے
رنگ مہندی چھپا ہے پاتوں پات

مرا احوال چشمِ یار سے پوچھ
حقیقت درد کی بیمار سے پوچھ

اے زاہداں! اُٹھاؤ جبیں کو زمیں سے
جو سرنوشت ہے اُسے کاں تک مٹاؤ گے

داؤد ۱۱۶۸ھ ہجری میں راہیِ ملکِ بقا ہوئے۔ لچھمی نراین شفیق نے تاریخ رحلت کہی ہے:

بلبل گلزار معنی طوطیٔ رنگیں بیاں
از غم آباد جہاں بگزشت چوں تیر از کماں

مصرعِ تاریخ نوشتش گفت با من ہاتفے
گو "برفتہ میرزا داؤد فانی از جہاں"
۱۱۶۸

سراج

سراج تخلص۔ میر سراج الدین نام۔ اورنگ آباد مولد۔ سال ولادت معلوم نہ ہوا۔

اورنگ آباد کے صحیح النسب سادات میں سے ہیں۔

اور وہیں نشو و نما اور تعلیم و تربیت پائی۔

مصنف گل رعنا کا بیان ہے کہ "میر محمد تقی میر نے نکات الشعرا میں اور میر حسن نے اپنے تذکرے میں لکھا ہے کہ

سراج سید حمزہ کے شاگرد تھے"۔ مگر اس کی تصدیق اہل دکن نہیں کرتے۔ خود سراج نے فارسی کے دیوانوں کا انتخاب کیا ہے، اس کے دیباچے میں کچھ اپنے حالات بھی لکھے ہیں۔ اُن میں بھی اس کا ذکر نہیں کیا۔

عالم شباب ہی میں، سراج کی طبیعت میں جذب کی سی کیفیت پیدا ہوگئی تھی۔ سات سال تک سر و پا برہنہ حضرت برہان الدین غریب قدس سرہُ العزیز کے روضے کے گرد گشت لگاتے تھے۔ اور مستی کے عالم میں فارسی اشعار کہا کرتے تھے۔ سات برس کے بعد سید عبدالرحمٰن چشتی (متوفی ۱۱۶۱ھ) کے ہاتھ پر طریقۂ چشتیہ میں بیعت کی۔ مدتوں مرشد کی صحبت سے فیض اٹھاتے رہے۔ اپنے پیر بھائی، عبدالرسول خان کی تحریک سے ریختہ کی طرف توجہ کی اور پانچ‌ہزار اشعار کا ایک دیوان مرتب کیا۔ اس کے شایع ہوتے ہی دکن میں اُن کی شاعری کا چرچا ہوگیا۔ اور سب نے بالاتفاق تسلیم کیا کہ دکن میں وَلی کے بعد سراج کے پایہ کا کوئی شاعر نہیں۔

فارسی اور ریختہ دونوں میں شعر کہتے تھے۔ خوش فکر شاعر تھے۔ شعروں میں درد ہوتا تھا۔ صاحب سلوک اور پاکیزہ مشرب بزرگ تھے۔

آخر عمر میں شعر گوئی ترک کرکے بالکلیہ تزکیہ نفس میں مشغول ہوگئے۔ ہر ہفتہ ایک مجلس سماع منعقد کرتے تھے، اُس میں شہر کے علماء اور مشایخ اور ہر طبقے کے لوگوں کو شرکت کا اذنِ عام تھا۔ اِس مجلس میں اُنھیں کی غزلیں گائی جاتی تھیں۔

ایک انتخاب دیوان شعراء فارسی، ایک دیوان فارسی اور ایک ریختہ آپ کی یادگار ہیں۔ دونوں زبانوں کے کلام کا انتخاب ذیل میں درج ہے:

کلام فارسی:

گل بے رنگ حقیقت کہ بہ دامانم بود ہمچو اشک از مژہ خویش چکیدہ دیدم

نماز عشق اداکردنی است عاشق را خوشم کہ دست ز جان شستم و وضو کردم

آتشے در دلِ واسوختہ افتاد سراج باز سیماب ز خاکستر اکسیر چکید

کلام ریختہ:

ڈورے نہیں ہیں سُرخ تری چشم مست کے شاید چڑھا ہے خون کسی بے گناہ کا

نہیں ہے تاب مجھے تیرے سامنے جانا کہاں سراج، کہاں آفتابِ عالم تاب!

مجھ نگینِ داغ دل پر نقش ہے حرف وفا عشق کی اُمت میں ہوں مُہرِ نبوت کی قسم

نہ پوچھو خود بہ خود کرتا ہوں تعریف اسکی قامت کی کہ یہ مضمون مجھ کو عالم بالا سے آتے ہیں

یاد رکھ اے دلِ خوں گشتہ کہ جُوں تکمۂ لعل جامہ زیبوں کے گریباں کا گلوگیر نہ ہو

خبرِ تحیرِ عشق سُن نہ جنوں رہا نہ پری رہی نہ تو تُو رہا نہ تو میں رہا جو رہی سو بیخبری رہی
شہِ بیخودی نے عطا کیا مجھے اب لباسِ برہنگی نہ خرد کی بخیہ گری رہی نہ جنوں کی پردہ دری رہی
چلی سمتِ غیب سے اک ہوا کہ چمن سرور کا جل گیا مگر ایک شاخ نہال غم جسے دل کہیں سو ہری رہی
ترے جوشِ حیرتِ حسن کا اثر اس قدر سے یہاں ہوا کہ نہ آئینے میں جلا رہی نہ پری میں جلوہ گری رہی
کیا خاک آتشِ عشق نے دلِ بے نوائے سراج کو نہ خطر رہا نہ حذر رہا جو رہی سو بیخطری رہی

روز جمعہ ۴ شوال ۱۱۷۷ ہجری کو سراج جادہ پیمائے عالم بقا ہوئے۔
میر اولاد محمد ذکا نے یہ تاریخ کہی:

چراغ دودۂ آلِ عبا سراج الدین | کہ بود روشن ازو محفل سخن دانی
نمود چارم شوالؔ وصبح آدینہ | بہ شمع انجمن عمر دامن افشانی
ز تیرہ بزم جہانِ فنا بہ دارِ بقا | فروغ ناصیۂ خویش کرد ارزانی
کشید شعلۂ تاریخ سر ز طبع ذکاؔ | سراج بزم ارم را نمودہ نورانی

۱۱۷۷ھ

ہاشمی

ہاشمی تخلص۔ شاہ ہاشم نام۔ بیجاپوری الاصل۔ تاریخ ولادت معلوم نہ ہوی۔

مادر زاد نابینا اور علی عادل شاہ والی بیجاپور (۹۶۵ھ تا ۹۸۸ھ ہجری) کے زمانے کے شاعر تھے۔ ان کی ذکاوت و ذہانت مشہور تھی۔ ہندی میں شعر کہتے تھے۔ کلام میں اثر، رنگینی اور شگفتگی ہوتی تھی۔ قصۂ یوسف و زلیخا انھوں نے دکنی زبان میں منظوم کیا ہے۔ بہت خوب اور مشہور ہے۔ کلام کا نمونہ یہ ہے؛

رضا گر مجھ کو دیتے ہو کرونگی گھر میں جا دارو | اگر مجھ ہو دیگی فرصت صبح پھر آ ونگی چھوڑو
اگر کوی آکے دیکھیگا تو دل میں کیا کہیگا وہ | مجھے بدنام کیا کرتے اجی میں جاؤنگی چھوڑو

۱۱۹۰ھ ہجری میں وفات پائی۔ لیکن محبوب الزمن میں لکھا ہے کہ "ہاشمی علی عادل شاہ والی بیجاپور کے عہد کے شاعر تھے"۔ چونکہ بادشاہ موصوف نے ۹۸۸ھ میں انتقال کیا۔ اس لئے یہ سال رحلت (۱۱۹۰ھ) غلط معلوم ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ ۹۹۰ھ ہجری ہو۔

فتوّت

فتوّت تخلص۔ خواجہ عنایت اللہ نام۔ فرزند نواب لشکر جنگ۔ اورنگ آباد مولد۔ سال ولادت نہ معلوم ہوا۔

اپنے زمانہ کے علماء سے عربی اور فارسی تحصیل کی۔ شاعری اور انشا پردازی میں بھی کمال پیدا کیا۔ فارسی اور ریختہ دونوں میں شعر کہتے تھے۔ اس فن میں سیّد سراجؔ اورنگ آبادی کے شاگرد تھے:

فارسی کلام ملاحظہ ہو:

آتشِ ہجر تو اے ظالم نفس در سینہ سوخت　　دل بہ یادِ اختلاط و اُنست دیرینہ سوخت

کراماتِ نگاہِ مست او از چشم خود دیدم　　ہمیشہ بوے مے می آید از خاکِ شہید انش

اردو اشعار کا نمونہ یہ ہے:

کھلے ہیں داغ سب دل کے گلستاں اسکو کہتے ہیں　　مرا ٹکڑے ہوا سینہ خیاباں اسکو کہتے ہیں

بزم سے شعلہ صفت گردہ زرہ پوش اُٹھے　　دل سوزاں سے مرے آہِ شرر جوش اُٹھے

دور میں اس ساقی کیفی کے مے نوشوں میں ہم　　مدتیں گزریں کہ ہیں مشہور مدہوشوں میں ہم

یہ سبک روحی تجھے معلوم ہے بادِ صبا　　خاک پر جوں نقشِ پا ہیں خانہ بردوشوں میں ہم

باغ میں جا خوب روئے تاک کے سائے تلے　　دل کو آخر گم کیے انگور کے خوشوں میں ہم

اُس لبِ لعل کا گر عکس پڑے آنکھوں میں　　دانۂ اشک مرا جوں گلِ مرجاں پھولے

یہ نہ معلوم ہوا کہ فتوت نے کب انتقال کیا۔

فصل دوم

وہ شعرا جو مختلف شہروں سے دکن میں آئے اور یہیں کے ہورہے

منّت

منّت تخلص۔ میر قمرالدین نام۔ قصبۂ سونی پت (از مضافات دہلی) مولد۔ سال ولادت (تخمیناً) سنہ ۱۱۵۹ہجری ہے۔[1]

منّت نے دہلی میں نشو و نما پائی۔ تحصیل علم کے بعد حضرت مولانا فخرالدین اورنگ آبادی ثم الدہلوی قدس سرہٗ العزیز کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ دہلی میں جب تک رہے سنی المذہب تھے۔ لکھنؤ جاکر شیعہ ہوگئے۔ اور امرائے لکھنؤ کی مدح میں قصائد کہ کر بیش بہا عطیّات پائے۔ پھر کلکتّے گئے۔ گورنر جنرل کی تعریف میں قصیدہ پیش کیا اور ملک الشعراء کا خطاب پایا۔

سنہ ۱۲۰۰ہجری میں حیدر آباد آئے۔ حضور نظام نظام علی خان والی حیدر آباد دکن (سنہ ۱۱۷۵ تا سنہ ۱۲۱۸ہجری) کے حضور میں قصیدہ پیش کیا۔ اس کے صلے میں دس ہزار روپیہ کا گراں قدر عطیہ' جو نقد و جنس پر مشتمل تھا' اور دو سو روپیہ ماہوار کا منصب عطا ہوا

پھر ایک طویل سیر و سفر کے بعد دوبارہ لکھنؤ پہنچے اور راجہ ٹکیت رائے کے مصاحب ہو گئے۔ چند روز کے بعد پھر کسی کام سے کلکتے گئے۔ وہیں سنہ ۱۲۰۸ہجری میں انتقال کیا۔ اُس وقت اُن کی عمر اُنچاس سال کی تھی۔ یہ روایت کہ اُنھوں نے لکھنؤ میں

[1] مؤلف گلشن بے خار نے لکھا ہے کہ انتقال کے وقت منت کی عمر انچاس سال کی تھی۔ مؤلف محبوب الزمن کہتے ہیں کہ اُن کا انتقال سنہ ۱۲۰۸ہجری میں ہوا۔ اس حساب سے انکا سال ولادت سنہ ۱۱۵۹ ٹھیرتا ہے۔

وفات پائی بالکل غلط ہے:

انھوں نے ذیل کے اشعار میں اپنی تصنیفات کی تعداد بتائی ہے:

دریں عمر دہ مثنوی گفتہ ام   بہ آئین و طرز نوی گفتہ ام
چو اشعارِ من در عدد می رسد   شمارِ قصائد بہ صد می رسد
بود شعر من در غزل سی ہزار   زیا نصد رباعی گرفتم شمار

فارسی کے زبردست شاعر تھے۔ نثر میں ایک کتاب بنام شکرستان، سعدیؒ کی گلستان کی طرز پر لکھی ہے۔ کبھی کبھی ریختہ میں بھی فکر فرماتے تھے۔ نمونۂ کلام یہ ہے:

اِس آنے کا کیا لطف ہے پیارے   ہر دم جو کہو کہ جائینگے ہم

گر اُس لبِ جاں بخش کی میں بات سناؤں   عیسےٰ بھی جو کچھ بولے تو صلوات سناؤں

قدم رکھ گیا کون سینہ پر اپنے   گلِ داغ میں آج مہندی کی بو ہے

مِنّت ایسے کو دل دیا تو نے   اے مری جان! کیا کیا تو نے

مدّعی اُس سے سخن ساز بہ سالوسی ہے   پھر تمنّا کو یہاں مژدہ پا بوسی ہے

بیان

بیاںؔ تخلص۔ خواجہ احسن اللہ نام۔ دہلی مولد۔ والد کا نام اور سال ولادت معلوم نہ ہوا۔

بیان نے مرزا جان جاناں علیہ الرحمہ سے تعلیم پائی اور آپ ہی سے مشق سخن کی۔ حضرت مولانا فخر الدین اورنگ آبادی ثم الدہلوی قدس سرہ العزیز کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔

نواب نظام علی خان آصف جاہ ثانی فرماں روائے دکن (۱۱۷۵ھ تا ۱۲۱۸ھ ہجری) کے عہد ریاست میں حیدر آباد آگئے اور اپنی عمر کا آخری حصہ اِن ہی کی سرکار میں بڑی عزت سے گزار دیا۔

نیک خلقی، خوش طبعی اور پاک سیرتی کی وجہ سے ہر دل عزیز تھے۔ کلام کا نمونہ یہ ہے:

کوئی کسی کا بیاں آشنا نہیں دیکھا   سوائے اس کے اِن آنکھوں نے کیا نہیں دیکھا

مصلحت ترکِ عشق ہے، ناصح   لیک ہم سے ہو نہیں سکتا

خانماں کچھ ہم بھی رکھتے تھے کبھو لیکن یہاں   اب یہی در ہے، یہی گھر، خانۂ اُلفت خراب

کہتا نہیں میں عرش پرائے نالہ جا پہنچ   کانوں تلک تو اُس کے تو لے نارسا پہنچ

ہم سرگزشت کیا کہیں اپنی، کہ مثلِ خار   پامال ہو گئے ترے دامن سے چھوٹ کر

صاف مُنہ پر میں نہیں کہتا کہ ہوگا اُس کے پاس
ورنہ کیا واقف نہیں میں دل مرا ہے جس کے پاس

رسوا ابھی سے کرتی ہے اے چشمِ تر مجھے   آنا ہے اُس کی بزم میں بار دگر مجھے
آیا ہوں اُس گلی سے ابھی دم نہیں لیا   پھر لے چلا ہے یہ دلِ وحشی اُدھر مجھے

ہزاروں قصرِ جنّت کے برابر میں سمجھتا ہوں   اگر گردوں دوں آسودہ زیرِ خاک رہنے دے
فرشتوں کی عبادت کا مصلّیٰ ہے مرا دامن   اگر آلودگی دنیا کی اُس کو پاک رہنے دے

شبِ فراق کی دہشت سے جان جاتی ہے   یہی ہے صبح سے دھڑکا کہ رات آتی ہے

۱۲۱۳ھ ہجری میں بمقام حیدر آباد دکن انتقال کیا۔ اُن کے شاگرد رائے گلاب چند نے تاریخ رحلت کہی "استاد از جہان رفت"

لطف

لطف تخلص۔ مرزا علی خاں نام۔ سال ولادت اور دیگر حالات معلوم نہ ہوئے۔

ان کے اسلاف کا وطن استر آباد تھا۔ وہاں سے ہندوستان آئے اور دہلی میں سکونت پذیر ہوئے۔ لطف کی نشو و نما دہلی ہی میں ہوی اپنے زمانے کے علماء سے تحصیل علم کی، فاضل یکتا اور شاعر غرّا ہوئے۔

دہلی سے بنگالہ گئے۔ وہاں سے نواب نظام علی خاں آصف جاہ ثانی (۱۱۷۵ھ تا ۱۲۱۸ھ) کے عہد دولت میں حیدر آباد پہنچے۔ نوّاب موصوف اور اعظم الامراء دیوان دکن کی مدح میں قصائد پیش کئے۔ چار سو روپیہ ماہوار منصب اور ایک پالکی کے عطیہ سے سرفراز ہوئے۔ اعظم الامراء نے بھی بڑی قدر افزائی کی۔ جب میر عالم وزیر ہوئے تو انھوں نے ازراہِ قدر دانی لطف کو اپنی مصاحبت میں رکھ لیا۔

سنا گیا ہے کہ لطف نے ریختہ گو شعرا کا ایک تذکرہ بھی لکھا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ اس کا نام تک نہ معلوم ہوا۔

کلام کا یہ انداز ہے:

نہ پہنچی ضعف سے لب تک دعا ہی ورنہ سدا　　درِ قبول تو اس آرزو میں باز رہا

جو عمر خضر ہو شاید تو وصل ہووے نصیب　　یہ زندگی جو تھی اس میں تو امتحان رہا

ساقی لگائے خُم مرے مُنہ سے کہ بار بار　　احسان کون کھینچے سبو اور ایاغ کا

کیا کم ہے سلطنت سے سگ کوی یار گر　　قانع ہو استخواں پہ ہمارے ہما کی طرح

پوچھے ہے وہ کتنی رہی شب کچھ نہیں معلوم
ہے یہ بھی نئی چھیڑ شب وصل میں دلدار

لطف نے ۱۲۴۳ھ ہجری میں انتقال کیا۔

نصیر

نصیر تخلص۔ نصیر الدین نام۔ فرزند شاہ غریب دہلی وطن۔ سال ولادت معلوم نہ ہو سکا۔

آپ کے والد صوفی مشرب، گوشہ نشین تھے۔ درویشی کے باوجود امیرانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ نصیر نے اپنے والد ہی کے سائے میں ناز و نعمت سے پرورش اور اپنے زمانے کے اساتذہ سے ضروری تعلیم پائی۔ حالانکہ تمام درسی کتابیں بھی ختم نہ کی تھیں، مگر فن شاعری میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ شاہ محمدی مائل سے تلمذ تھا۔ مگر آزاد کا بیان ہے کہ آپ نے شیخ قیام الدین قائم سے مشق سخن کی تھی۔ میر حسن کا قول ہے کہ شاہ قدرت اللہ کو کلام دکھاتے تھے۔ گلشن بیخار میں بھی ان کو قدرت ہی کا شاگرد لکھا ہے۔ دہلی کی تباہی کے بعد نصیر مرشد آباد جاکر وہیں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ ممکن ہے کہ ابتدا میں شاہ محمدی مائل اور شیخ قیام الدین قائم سے اصلاح لی ہو۔ اور مرشد آباد میں سکونت کے بعد شاہ قدرت اللہ کے شاگرد ہو گئے ہوں۔

دہلی سے ایک مرتبہ لکھنؤ اور تین بار حیدر آباد گئے اور وہاں سے دہلی آ گئے۔ چوتھی مرتبہ مہاراجہ چندو[1] لال بہادر دیوان

---

[1] مہاراجہ چندو لال کا خطاب "راجہ راجایان مہاراجہ بہادر" تھا۔ آپ قوم کے کھتری تھے۔ آباد اجداد کا وطن پنجاب تھا۔ آپ کے پردادا کا نام مول چند تھا۔ یہ نواب آصف جاہ اول کے ساتھ حیدر آباد گئے تھے۔ آصف جاہ اول نے اُن کو کروڑگیری کے محکمہ کا افسر اعلیٰ مقرر فرمایا تھا۔ ان کے فرزند لچھمی رام اور پھر ان کے فرزند نانک رام اسی خدمت پر مقرر ہوتے چلے آئے۔ یہی نانک رام مہاراجہ چندو لال کے چچا ہیں۔ اُن ہی نے مہاراجہ کے والد کے انتقال کے بعد پرورش کیا۔ اور اچھی تعلیم دلوائی۔ نانک رام کے انتقال کے بعد ان کے صاحب زادے لکھپت رای موروثی عہدے پر مقرر ہوئے (بقیہ صفحہ آئندہ پر)

دکن نے سات ہزار روپیہ زادِ راہ کا خرچ بھیجکر آپ کو دلی سے حیدر آباد بلوالیا اور پچیس روپیہ یومیہ (ساڑھے سات سو روپیہ ماہوار) مقرر فرمایا۔ بلدۂ حیدر آباد میں امرا و عمایدِ سلطنت آپ کی بڑی عزت کرتے تھے۔ وہاں کے بہت سے شعرا نے آپ کی شاگردی کا فخر حاصل کیا۔

آپ آخر عمر تک حیدر آباد ہی میں مقیم رہے۔ آپ کی ذات میں بہت سی خوبیاں جمع تھیں۔ شعروں میں اکثر سنگلاخ زمین اختیار کرتے تھے۔ دقیق الفاظ کو اِس سلاست کے ساتھ باندھتے تھے کہ حیرت ہوتی ہے۔ بدیہ گوئی اور حاضر جوابی میں کمال حاصل تھا۔ مشاعرے میں بہت بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ کلام کا یہ نمونہ ہے:

زیبِ تن گرچہ ہے گل پیرہنِ سُرخ ترا — لیکن انجام یہ ہو گا کفن سُرخ ترا
ہے مری آہ یہاں نخلِ گلستانِ خلیل — رخِ گلنار وہاں ہے چمنِ سُرخ ترا
سچ بتا تو مجھے سوفارِ خدنگِ قاتل — لہو کس کس کا پیے گا دہنِ سُرخ ترا

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ) دو ہی برس کے بعد وہ سورگ باش ہوئے تو مہاراجہ چندو لال کو یہ خدمت ملی۔ مہاراجہ اچھے تعلیم یافتہ، فہیم، محنتی، جفاکش، اپنی سرکار کے بہی خواہ، سرکاری کام میں حزم و احتیاط برتنے والے تھے اور ہر جزوی و کلی کام کو بذات خود کرتے تھے۔ انھوں نے اپنی کارکردگی سے دربار آصف جاہی میں رسوخ و نفوذ پیدا کرلیا۔ ۱۲۱۲ھ ہجری میں کڑپہ وغیرہ ممالک مفتوحہ کا انتظام ان کو سپرد ہوا اور خطاب راجہ بہادر عطا ہوا۔ ۱۲۱۹ھ ہجری میں پیشکاری جیسے عہدۂ جلیلہ پر ترقی کی۔ اس زمانے میں نواب منیر الملک وزیر تھے۔ ان کی وجہ سے سارا انتظام ملکی و مالی مہاراجہ کے ہاتھ میں آگیا۔ ۱۲۲۵ھ میں مہاراجہ بہادر کا خطاب، ہفت ہزاری منصب، نوبت، گھڑیال، جواہر گراں بہا اور جاگیر سے سرفرازی پائی۔ ۱۲۴۵ھ ہجری میں راجہ راجایاں کا خطاب ملا۔ اگرچہ عہدہ وہی پیشکاری کا رہا۔ مگر وزارت اور دیوانی کے تمام کام پر ان ہی کا قبضہ تھا۔ نواب منیر الملک صرف برائے نام خطاب و جاگیر رکھتے تھے۔

مہاراجہ کی داد و دہش اتنی زبان زد عام ہے کہ اس کے لکھنے کی چنداں حاجت نہیں۔ انتہا ہے کہ شمالی ہندوستان میں حیدر آباد چندو لال کا کہلاتا ہے کم و بیش پچاس سال تک پیشکاری کرنے کے بعد ۱۲۶۰ھ ہجری میں مستعفی ہوئے اور ۱۲۶۱ھ میں بیاسی برس کی عمر پاکر انتقال کیا۔ فارسی اور ریختہ دونوں میں طبع آزمائی کرتے تھے اور شاداں تخلص تھا۔
(ماخوذ از گلِ رعنا)

سقفِ فلکِ کہنہ میں کیا خاک لگاؤں — اے ضعفِ دل! اس آہ کا تھم اٹھ نہیں سکتا
دل پر ہے مرے خیمۂ ہر آبلہ استاد — کیا کیجیے کہ یہ لشکرِ غم اُٹھ نہیں سکتا
ہر جا متجلّی ہے وہی پردۂ غفلت — اے معتکفِ دیر و حرم اُٹھ نہیں سکتا

نکلی تھی دمِ تیشہ زنی سنگ سے آواز — فرہاد یہ دشمن ہے تری جان کا لوہا

قدم نہ رکھ مری چشمِ پُر آب کے گھر میں — بھرا ہے نوح کا طوفاں حباب کے گھر میں

دیکھ لیتی جو اُٹھا کر ترے کیا ٹوٹتے ہاتھ — لیلیٰ ایسا تو نہ تھا پردۂ محمل بھاری

دل کا کیا مول بھلا زلف چلیپا ٹھیرے — تیری کچھ گانٹھ گرہ میں ہو تو سودا ٹھیرے
جنبشِ لب پہ قیامت ہے کہ جی اُٹھے ہم — آج اک بات میں تم رشکِ مسیحا ٹھیرے

۱۲۵۴ھ ہجری میں اس جہانِ فانی کو الوداع کہا۔ حضرت شاہ موسیٰ قادری رحمہ اللہ کے روضے میں، جو حیدر آباد دکن کے نامور مشایخ میں سے تھے، سپرد خاک ہوئے۔ آپ کے ایک شاگرد نے "چراغِ گل" ۱۲۵۴ سے تاریخ رحلت نکالی۔

مسرّت

مسرّت تخلص۔ شیخ وزیر علی نام۔ باشندۂ دہلی۔ سالِ ولادت معلوم نہ ہوا۔

شاعری میں عزت اللہ خاں عشق سے تلمذ تھا۔

۱۲۲۹ھ ہجری میں حیدر آباد گئے۔ چند سال وہیں مقیم رہے مہاراجہ چندو لال نے ان کے نام دو روپیہ روزانہ مقرر کر دیا تھا۔
یہ شعر ان ہی کا ہے:

اگرچہ روتے روتے کھوئیں آنکھیں ۔۔۔ نہ رکھا دیدۂ خوں بار پر ہاتھ

۱۲۵۰ھ ہجری میں عالم بقا کی راہ لی۔

عزلت

عزلت تخلص۔ میر عبدالعلی نام۔ فرزند سیّد سعد اللہ سلونی۔ وطن قصبۂ سلون ملک اودھ سال پیدائش معلوم نہ ہوا۔

آپ شاہ پیر محمدؒ سلونی کے نواسے اور خود عالم جیّد اور فاضل متبحر تھے۔

ابتدا میں اپنے والد سے تعلیم پائی۔ بڑے ذہین اور طبّاع تھے بہت جلد استعداد کامل پیدا کرلی۔ موسیقی اور مصوری میں بھی کمال پیدا کیا۔ بڑے ہوئے تو وطن سے حج کے لئے نکلے اِس فریضے سے فارغ ہوکر سورت آئے اور وہیں مقیم ہوگئے۔

پہلے فارسی کہتے تھے، بعد کو ریختہ کی طرف توجہ کی اور اُس میں ایسی ترّقی کی کہ اُستاد مانے جانے لگے۔ ۱۱۶۴ھ ہجری میں دہلی گئے۔ سراج الدین علی خان آرزو اور میر محمدؒ تقی میرؔ سے ملے۔ میر صاحب نے اُن کے متعلق نکات الشعراء میں یہ رائے ظاہر کی ہے:

"نسبتے تمام بہ سخن دارند۔ از اسالیبِ کلام شاں واضح می گردد کہ بہرۂ بسیارے از دردمندی دارند۔"

دہلی سے مرشد آباد کا رُخ کیا۔ تھوڑی مدّت کے بعد دکن گئے اور اورنگ آباد میں سکونت پذیر ہوئے۔ نواب ناصر جنگ نظام الدولہ کا زمانہ تھا۔ انھوں نے از راہ قدر دانی تنخواہ مقرر کردی۔ اُن کی شہادت کے بعد حیدر آباد چلے آئے۔ نواب صلابت جنگ آصف الدولہ نے جاگیر میں دو گاؤں عطا فرمائے۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:

جلایا مصحفِ دل تونے کیوں برقِ تغافل سے ۔۔۔ جو سچ بولوں تجھے جھوٹی قسم کھانے کو کام آتا

سیہ روزی میں میری قدر کو احباب کیا جانیں — اندھیری رات میں کس کو کوئی پہچانتا ہیگا

بجز رفاقتِ تنہائی آسرا نہ رہا۔ — سوائے بے کسی اب اور آشنا نہ رہا

سدھارے گل کہاں سونے پڑے ہیں گلستاں اپنے
گئی ہیں بلبلیں کیدھر جلا کر آشیاں اپنے

خاطر یاراں میں ہے ہم خاکساروں کا غبار — صاف ہے شکوہ دلوں میں کیا محبّت خاک ہے

اے بلبل اتنی رو کے دعا ہر سحر تو مانگ — حق تیری آہ سرد چمن کی صبا کرے

۱۱۸۹ھ ہجری میں انتقال کیا۔ حیدر آباد میں میر مومن کے دائرے میں دفن ہوئے۔

کرم

کرم تخلص۔ شیخ غلام ضامن نام۔ قصبہ کوتانہ ضلع میرٹھ وطن۔ والد کا نام اور سال ولادت معلوم نہ ہوا۔

حصولِ علم وغیرہ کے لئے کچھ دنوں دہلی میں مقیم رہے۔ پھر حیدرآباد چلے گئے اور برسوں یہاں سکونت پذیر رہے۔ اُن کا شمار بڑے شعرا میں تھا۔ پیرانہ سالی کے باوجود طبیعت میں شگفتگی اور ظرافت تھی۔ حکیم مومن خان دہلوی کے شاگرد تھے۔ فارسی اور ریختہ دونوں میں شعر کہتے تھے۔ اشعار کا نمونہ یہ ہے:

تیر ناخوردہ ہمارا رشک سے کیا کیا تڑپا — استخوانوں میں مرے دیکھ کے پیکاں تیرا

ہاتھ ہو ویگا مرا اور ترا داماں ہوگا — چاک جب صبح قیامت کا گریباں ہوگا

نسبت ہے میرے داغ سے کیا گُل کو عندلیب — گو آہِ سرد و بادِ سحر دونوں ایک ہیں
روزِ شمارِ جان شبِ ہجر کو کرمؔ، — نے شام اُسے، نہ اس کو سحر دونوں ایک ہیں

اے طفلِ اشک! دیکھ کے برباد کیجیو — ہر پارۂ جگر ورقِ انتخاب ہے

اُس کو شہرت کی تمنّا مجھے رسوائی کی — ہر کوئی آرزوئے نشو و نما رکھتا ہے

گھبرا کے لگے دیکھنے وہ اپنے بناگوش — جب اشک مری آنکھوں کے دُردانہ سی نکلا

افسوس ہے کہ کرمؔ کی تاریخ وفات نہ معلوم ہوی۔

ممتاز

ممتازؔ تخلص۔ فضل علی نام۔ والد کا نام اور سالِ ولادت معلوم نہوا آپ دہلی کے شیخ زادوں میں سے تھے وہیں پیدا ہوے اور نشو و نما پائی۔

پہلے قرآنِ مجید حفظ کیا۔ حصولِ تعلیم کے بعد مرزا رفیع سوداؔ سے مشقِ سخن کی اور بڑے شاعر ہوئے۔ آخر عمر میں دکن گئے تھے۔ تذکرۂ میر حسن سے اتنا ہی پتہ چلتا ہے۔ ایک مثنوی لاٹھی نامہ بھی لکھی تھی۔ جس کے چند اشعار بطور نمونہ یہ ہیں:

ہوتی ہے دنیا میں جو کچھ تحفہ چیز — سب سے ہے ممتاز کو لاٹھی عزیز
کوچ و مقام اس کا ہے سب اپنے ہاتھ — جب کہیں چلئے، تو ہے بے عذر ساتھ
ہاتھ میں رکھتے ہیں اسے ہوشمند — ڈرتے ہیں سب اس سے درندو گزند
اتنا کم آزاد اور ایسا شفیق، — اور بھی کوئی ہے کسی کا رفیق
چوب نہیں، دل بر خوش خو ہے وہ — یار ہے وہ، قوّتِ بازو ہے وہ
اُس کے گھرانے پہ جو کیجے خیال — چھوٹے بڑے جتنے ہیں سب نے کی کمال
کوئی تو ہے خامۂ معجز طراز — کوئی ستم گر ہے نَے نغمہ ساز

کوئی تو ہے ہمسر تیغ و قلم — نام بزرگاں، بہ بزرگی علم
اس کے گھرانے کو بڑائی قدیم — دال ہے اعجاز عصائے کلیم،

غزلیات کا نمونہ یہ اشعار ہیں:

ہزار مرتبہ دیکھا ستم جدائی کا — ہنوز حوصلہ باقی ہے آشنائی کا

ڈروں میں کس لئے رنجش سے پیار میں کیا تھا — میں اب خزاں کو جو روؤں بہار میں کیا تھا
جفا سے یار نے کس طرح کر دیا مایوس — اور اپنی خاطر امیدوار میں کیا تھا
ترے ہی واسطے آئے عدم سے ہم یاں تک — وگرنہ ہستیٔ ناپائدار میں کیا تھا

بال و پر توڑ کے جب تو نے قفس کو سونپا — وہیں آخر ہوئی صیاد رہائی کی ہوس
طالب وصل بتاں پھر بھی ہوا ہے ممتاز — دل میں باقی ہے کچھ اک داغ جدائی کی ہوس

ہمارے رونے میں دل سے بخار اٹھتا ہے — کہ جیسے پانی کے چھڑکے غبار اٹھتا ہے
ہے ان دنوں دل نالاں فرنگ کا گھڑیال — رہے رہے کبھی آپ ہی پکار اٹھتا ہے

عشق میں عرض تمنا مانع دیدار ہے — میرا ہی دست دعا منہ پر مرے دیوار ہے
دل کے لے جانے سے کچھ خاطر پہ اپنے تو نہ لا — چپ تو رہ ممتاز پھر دیگا آخر یار ہے

یاد اس شوخ کی اس دل میں بھری رہتی ہے — لوگ کہتے ہیں کہ اس گھر میں پری رہتی ہے
مت ہنر پر تو ہو نازاں مدد بخت ہے شرط — قابلیت جو ہے ممتاز، دھری رہتی ہے

بے نیازی عشق کی وہ کچھ تمھارا نازیہ
اس کا کیا انجام ہوگا، جس کا ہے آغاز یہ

فصل سوم

وہ ریختہ گو شعرا جو مدراس میں پیدا ہوئے

نصرتی

نصرتی تخلص۔ محمد نصرت نام۔ کرناٹک مولد۔ سال ولادت معلوم نہیں۔

صاحب محبوب الزمن نے لکھا ہے کہ نصرتی حاکم کرناٹک کے عزیزوں میں سے تھے، لیکن اُنھوں نے یہ نہین بتایا کہ کس حاکم کے عزیز تھے اور کیا رشتہ تھا۔ اتنا ثابت ہوتا ہے کہ وہ سنی المذہب اور حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رحمہ اللہ کے خاندان کے کسی بزرگ کے مریدوں سے تھے۔ متوکلانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ امرا کی مدح سے جو فتوحات انھیں حاصل ہوتیں اُن ہی سے اپنے ذاتی مصارف چلاتے۔ طبیعت میں داد و دہش بہت تھی۔ جو کچھ ملتا آدھا غریبوں اور فقیروں پر خرچ کردیتے تھے۔

مدّت تک کرناٹک میں مقیم رہے۔ پھر دکن کی سیر کرتے ہوئے بیجاپور پہنچے۔ علی عادل شاہ کا عہد تھا۔ بادشاہ نے اُن کے نام بھاری منصب جاری فرمادیا۔

گلِ رعنا میں لکھا ہے کہ زبیری نے "بساتین السلاطین" بیجاپور میں ان کا ذکر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نصرتی کی تصانیف میں گلشن عشق ایک مثنوی ہے، جس میں "منوہر کنور"

اور "مدمالتی" کے عشق کا قصہ نظم کیا ہے۔ دوسری کتاب شاہ نامۂ فردوسی کا ہندی جواب علی نامہ ہے، جس کو انھوں نے ۱۰۶۶ھ میں تصنیف کیا تھا۔ اس میں علی عادل شاہ کی فتوحات اور اس کے کارنامے نظم کئے ہیں۔ تیسرا مجموعۂ قصائد اور چوتھا دیوان ہے۔

علی نامہ بڑے پائے کی کتاب ہے۔ جس زمانے میں لکھی گئی ہے۔ ان دنوں اس کا بڑا چرچا اور رواج تھا۔ مگر آج کل اہل دکن بھی اسے دقیق سمجھتے ہیں۔ اسی کتاب پر بادشاہ نے نصرتی کو خلعت اور ملک الشعرا کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ دکن کے ہندی گو شعرا میں صرف یہی ایک ملک الشعرا ہوے ہیں۔

نصرتی کے کلام میں مضمون آفرینی کے ساتھ فصاحت اور شیرینی بہت ہے۔ علی نامہ کا یہ انداز ہے:

حمد

دھنی تو تجھ ہے مسجد و دیر کا | نہیں ہے کوئی صلح ہور بیر کا
ترا دھیان دائم دھرے دل میں پور | جتا جن و انسان وحشی و طیور
کتی کہ سکے حمد کوئی بے شمار | کہ دریا کوئی تیر جاتا ہے پار

منقبت

زہے بیشۂ لامکاں کا دلیر | علیؓ ولی او خدا کا ہے شیر
محباں کے دل میں ترا جب یقیں | جنم جگ ہے ایماں کوں حصن حصیں
تو اک کوٹ ہے برج جس کے تمام | او بارہ اماماں علیہ السلام

مدح علی عادل شاہ

قلم آج جو مجھ جہاں گیر ہے | صفت شہ کی لکھنے کی تاثیر ہے
ہر اک دیپ تجھ دیپ آنا ضرور | کہ سب ملک اندھارا دکن پر ہے نور
ترا چتر خورشید کا سائباں | منگے تجھ علم کا پناہ آسماں

مذمت طمع

طمع اہل عزت کوں کرتی ہے خوار | کرے جگ میں بے قول و بے اعتبار

طمع نام و ناموس کا کال ہے — طمع جیوں کو سکہ کے بھونچال ہے
طمع بخت لے چھین ہوندا کرے — طمع ساؤ کو نت کلوندا کرے

خاتمۂ کتاب

سخن کا بڑا قدر ہے شہ کے پاس — کہ جوہر پرکتا ہے جوہر شناس
کتا ہو سخن مختصر بے گماں — کہ یو شاہ نامہ دکن کا ہے جاں

نصرتی کے اشعار کا یہ رنگ ہے:

ناداں سے نصیحت کے بچن بول نکو — پانی منے کھاری تو شکر گھول نکو
تجھ عشق کے دریا منے جن تیر گیا ہے — وو گوہر مقصود کماں کر سولیا ہے

ملک الشعرا نصرتی نے ۱۰۹۵ھ ہجری میں کارکنان قضا کو اپنی جان سونپ دی۔

ممتاز

ممتاز تخلص۔ غلام حسین نام۔ عمدۃ الامرا معین الملک اسدالدولہ حسین علی خان بہادر ذوالفقار جنگ سپہ سردار خطاب۔ فرزند نواب والا جاہ فرماں روائے کرناٹک۔ مدراس مولد۔ محرم ۱۱۶۱ھ ہجری (مطابق ۱۷۴۸ء) سال ولادت ہے۔

آپ نواب والا جاہ (۱۱۶۴ھ تا ۱۲۱۰ھ ہجری) کے خلف اکبر تھے درسی کتابیں اساتذۂ سرکاری سے ختم کیں۔ طبیعت بہت موزوں پائی تھی۔ اردو میں شعر کہتے تھے۔

عالی گوہر شاہ عالم بادشاہ دہلی کی پیشگاہ سے خطابات مذکورۂ بالا کے علاوہ منصب ہفت ہزاری ذات و ہفت ہزار سوار و خلعت فاخرہ ملبوس خاص معہ جیغہ و سرپیچ و ماہی مراتب و پالکی جھالردار عطا ہوئے

نواب والا جاہ بہادر نے ۱۲۱۰ھ ہجری مطابق ۱۷۹۵ء میں انتقال فرمایا۔ ان کے بعد آپ مسند آرائے کرناٹک ہوئے۔

جناب ممتاز کا ذکر کسی تذکرے میں نہیں ہے۔ جو کچھ یہاں تحریر

ہوا ہے تزک والا جاہی سے مختصراً لیا گیا ہے۔ آپ کے قلمی دیوان سے ذیل کے منتخب اشعار درج کئے جاتے ہیں:

یا رب! یہ تماشا ہے عجب بوالعجبی کا
اُمّی ہے مُدرّس ترے علم وہبی کا

لختِ دل منہ سے نکلتے ہیں ابھی بات کے ساتھ
پوچھ مت رازِ صبا! غنچہ کی خاموشی کا

تدبیر سے وہ مِٹ نہیں سکتا ہے زینہار
جو کچھ قلم نے دفترِ تقدیر پر لکھا

جسمِ آدم تین عنصر سے نہیں حاصل ہوا
آگ جب دل میں پڑی تب آدمی کامل ہوا

خلقتِ انساں کے آگے سے ہے عاشق کا ظہور
جب لگے آدم بنانے کو تو پہلے دل ہوا

ہے خارِ پا مجھے انگشت راہبر، اے خضرؑ
نہیں ہوں تجھ سے میں محتاج رہنمای کا

ہے اپنے دل میں عشق رخِ گل عذار کا
باندھا ہے ہم نے گانٹھ میں موسم بہار کا

مے مدرسے میں خوار ہے، مے خانے میں کتاب
حرمت کہیں کسو کی نہیں قدرداں سے دور

سجدہ کروں پہ نقش قدم پاؤں جس طرف
تیری ہے یہ نماز، خدا کی جدا نماز
بحرِ کرم کا جوش نہیں منحصر بہ زہد
کیا چیز ہم ہیں، اور ہماری ہے کیا نماز

نامہ بر آگاہ جب ہووے تو نامہ کیا ضرور
نامۂ حق تھا پیمبرؐ کو زبانِ جبرئیل

دل جو کہتا ہے سو کرتا ہوں، ملامت نہ کرو
ساتھ میں مرشد کامل کو لئے پھرتا ہوں

دوست ہوتا ہے جہاں میں یک جیوں ذاتِ خدا　　وہ تو ناداں ہیں جو کرتے ہیں شمارِ دوستاں

مجھ سے نہ رکھیو کوہ کنی کی کبھی امید　　میں حالِ بے وفائی شیریں شنیدہ ہوں

شراب خواری کو شیخ اس سوا اپنا نہیں　　نمک ملا کے پیو مے تو کچھ گناہ نہیں

جب سے آدم کو کیا ابلیس بے جرم آشنا　　آدمی تب سے گنہ کرنے میں بے تقصیر ہے

جان کر اپنے کو ناداں بنا ناممتاز　　یہ ہی اک وقت میں اک طرح کی دانائی ہے

شیخ کو تقوے عوض باغِ ارم چاہیئے　　یہاں تو خداوند کا فضل و کرم چاہیئے

شراب ہو چکی، مینائے مے سے بو نہ گئی　　ہمارے دل سے جوانی کی آرزو نہ گئی
اسے بھی لے کے ڈبونا تھا خضرؑ اپنے ساتھ　　بھلا ہوا کہ سکندر کی آبرو نہ گئی

اے دل! وہ خیر محض ہے اس سے نہ ہو بدی　　دوزخ سے تو نہ ڈر یہ ڈرانے کی بات ہے

ہیں مری نظروں میں یکساں اس چمن کے خوب و زشت
چشمِ وحدت بین میں جیسا گل ہے ویسا خار ہے

گفتگوئے حشر کا یا رب کہاں ہم کو دماغ　　کاغذِ تصویرِ جاناں نامۂ اعمال ہے

ہے چشمِ آئینہ کا ہنر عیب دیکھنا　　ممتاز اپنی آنکھ بہت عیب پوش ہے

خدا سے بھی جو زباں پر سوال آتا ہے　　تو چہرے پر عرقِ انفعال آتا ہے

یا خدا۔ بندہ سے بھی بندہ کو ٹک ڈر چاہئے　　بد ترینِ خلق دنیا میں دلِ بے باک ہے

نہ اُٹھ سکا تری چھاتی سے یہ پہاڑ آخر　　میں بو لنا نہ تھا فرہاد کام بھاری ہے

دیکھئے جینا بھی اے خضر! کچھ رکھے ہے مزہ　　یہ زندگی ہے تری یا نفس شماری ہے!

نسبت نازک ہے ان دونوں میں اے ممتازؔ جان　　انتہائے دشمنی ہے ابتدائے دوستی

برنگ سرو جو آزاد ہو رہا ہو اُسے　　زمیں نہالی ہے اور آسماں رضائی ہے
نشانہ سنگِ بلا کا ہے میوہ دار درخت　　بھلائی کا ثمر اِس باغ میں بُرائی ہے

جمع میں افراد ہیں خود جمع فرد　　جو ہے تیرا شاہد توحید ہے

ظاہر ہے چشم اہلِ بصیرت میں اب تلک　　لیلیٰ کی شکل قیس کی سنگ مزار ہے

بسمل جو کرے ہماری تقلید　　بے تابیِ دل کہاں سے لاوے

جو سمجھے غنچۂ دل اپنی آہ سرد کی قدر　　نسیم صبح سے پھر ہرگز التجا نہ کرے

بدنام بُت پرستی سے کرتا ہے کیوں مجھے　　اے شیخ! تیرا سبحہ بھی زنّار دار ہے

سجدہ کرتے ہیں آدمی کو ملک　　بندگی میں ہمیں خدائی ہے

غم کو فرہاد، عیش کو پرویز　　یہ خدائی کا کارخانہ ہے
دل کا اے دردؔ نام مت لینا　　میرے صاحب کا یہ ٹھکانہ ہے

امتحاں یہ خدا کا ہے ایوب عشق کا زور آزمانا ہے

حق سے ممتاز کو ہے نظم امورِ عالم نظم اشعار سے ہو کیونکہ سروکار مجھے

کہتے ہیں کہ یوسفؑ کو زلیخا نے لیا مول معشوق جو بکتے ہوں تو ہم کو بھی دلادے!
جناب ممتاز نے سات برس حکومت کرنے کے بعد پچپن سال کی عمر میں ۳۰ ربیع الاول ۱۲۱۶ھ ہجری مطابق ۱۸۰۱ء کو وفات پائی۔

نادر

نادر تخلص ہے۔ نام، ولدیت، مولد اور سال ولادت معلوم نہوا۔ نواب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب، نواب کرناٹک (۱۲۱۶ھ تا ۱۲۳۴ھ ہجری) کے عہد کے شاعر اور آپ کی سرکار میں ملازم تھے۔ فن شاعری میں شاہزادہ مرزا علی بخت اظفری تیموری گورگانی سے تلمذ تھا۔
۱۲۲۹ھ ہجری میں نواب رحمت مآب کے زمانۂ ریاست میں نادر نے ایک مثنوی رشک قمر و مہ جبین لکھی تھی۔ اس میں نواب موصوف کی، نواب بیگم صاحبہ اور آپ کے دونوں فرزند، نواب اعظم جاہ بہادر، رضوان مآب اور نواب عظیم جاہ بہادر، غفران مآب کی تعریف کی ہے اور اپنی فلاکت و خستہ حالی کا اظہار کرکے نواب صاحب اور نواب بیگم صاحبہ سے شاہانہ امداد طلب کی ہے۔ نیز اُس وقت جو علما، مشائخ امرا اور شعرا موجود تھے اُن میں سے بعضوں کا ذکر کیا ہے۔
مثنوی کے چند اشعار بطور نمونہ ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں:

حمد

عجب صانعِ کار پرداز ہے بری عقل سے اس کا ہر راز ہے
حنا کو رکھا برگ کے رنگ میں دکھا لعل کو شیشۂ سنگ میں

مناجات

مری دو جہاں میں تو رکھ آبرو — رہوں سُرخ رو سب کے تا روبرو
مجھے خضرؑ کا کر تو قائم مقام — رہوں آبِ حیواں سا دایم مدام
چمن سے جہاں کے مجھے دے ثمر — مجھے بحرِ مقصد سے کر بہرہ ور
مری مثنوی کو تو گلزار کر — تو بلبل سا ہر دل گرفتار کر

نعت

ادب سے یہاں آ، ارے ساقیا! — درود اور صلوات کہہ جا بجا
صراحی بنا گل کی، غنچہ کا جام — شراب طہورا سے ہے مجھ کو کام
کہ جس نشہ سے مجھ کو ایسا ہو جوش — کروں یاد احمدؐ سے ہر دم خروش
کلیدِ خزانہ ہے اسرار کا — وہ دیوان ہے حق کے دربار کا
وہ ہے سرورِ لشکرِ انبیا — وہ ہے شاہِ اقلیم ہر دو سرا
وہی بیج ہے اور شاخاں ہیں گُل — اسی باغ عظمت کے سب ہینگے گل

ملک العلماء مولانا عبد العلی بحر العلوم قدس سرہٗ کا ذکر:

جو مولانا عبد العلی تھے وہاں — صفت اُن کی کرتے تھے کرّوبیاں
وہ مجذوب و سالک کا تھا پیشوا — وہ گم راہ و فاسق کا تھا رہ نما

مدح نواب

کروں یوسفِ حسن کا کیا بیاں — بیاں لا بیاں ہے، اے کنعانیاں!
کروں حسن کو اُس کے گر کچھ رقم — تو معشوق دل ہووے میرا قلم
جو چہرہ کا سایہ تھا اُس شاہ کا — وہ داغ جگر ہو گیا ماہ کا
تھی یوں ریش چہرہ پہ نوّاب کے — گویا ہالہ تھا گرد مہتاب کے

در شکایت فلک

اے صیّاد دورِ فلک بد گہر! — قفس سے مجھے غم کے آزاد کر
تھا میں عیش کے پھول سے یارِ غار — ہوں اب خارِ غم سے بہت خوار زار
ہے لالہ سا اِس غم سے دل داغ داغ — مجھے چھوڑ، تا میں رہوں باغ باغ
کسی پر ستم یوں ہوا ہے کہیں، — ہے یہ بے مناسب، مناسب نہیں
مجھے قید کرنا ستم ہے ستم — مرے حال پر تو کرم کر، کرم

اشعار متفرق

مجھے عید یاد آئی یادش بخیر! نہایت خوشی لائی، یادش بخیر!

وہی ہے شجاعت کے گلشن کا گل وہی ہیگا انگور بخشش کا مل

نہ اُس کو تھی دختر نہ فرزند تھا کمال اس کا وہ آرزومند تھا

میں باغ جہاں میں ہوں بس خوار تر تناور شجر ہوں، مگر بے ثمر

سخاوت سے بر آوے مقصد تمام سخاوت سے حل ہووے مشکل کا کام

دعائے فقیراں ہے رحم خدا قدم ان کا کرتا ہے ردِّ بلا

نہ شیشہ کو اور جام کو تو پٹک خدا واسطے، تو یہاں سے سٹک

ارے ساقی! امید کا جام دے دلا رام مے سے تو آرام دے

یہ نہیں معلوم ہوا کہ نادر نے وفات کب پائی۔

باب سوم

وہ فارسی گو ایرانی شعرا جو شمالی ہند سے دکن آئے اور چند روز مقیم رہ کر واپس چلے گئے

فکری

فکری تخلص۔ مُلّا رازی عرف ہے۔ پورا نام، ولدیت، مولد اور سال ولادت معلوم نہ ہوا۔

عالم متبحّر، ادیب فاضل، شاعر و نثار کامل تھے۔ خوش خُلقی اور فیّاضی میں مشہور بھی تھے۔

انھوں نے شاہ طہماسپ صفوی، شاہ ایران، کی مدح میں بہت سے قصائد لکھے اور گراں بہا عطیات پائے۔ ایران سے احمد نگر پہنچے۔ شاہ طاہر کے ذریعے جو برہان نظام شاہ اول والی احمد نگر (۹۱۴ھ تا ۹۶۱ھ ہجری) کے مقرّب تھے۔ اور جن کا تذکرہ اوپر آچکا ہے بڑی دولت و عزّت حاصل کی۔ دربار بیجا پور اور گولکنڈہ میں باریابی کا شرف پایا۔ وہاں کے تاجداروں نے بھی انھیں مالا مال کر دیا۔ کئی ہزار ہون لے کر اپنے وطن کو واپس ہوئے۔

کلام کا نمونہ یہ ہے:

رُخصت گُل گُل شد از مے، ترک سیر باغ و بُستاں کُن
بہ گیر آئینہ در دست و تماشاے گلستاں کُن

نمی گویم دلم را خوں مکن، یا جاں مکاہ از غم
دل و جانم فدایت ہر چہ می خواہد دلت آں کن

یہ نہیں معلوم ہوا کہ فکری نے کب انتقال کیا۔

مسیح کاشی

مسیح تخلص۔ رکن الدین نام۔ فرزند حکیم نظام الدین کاشانی۔ کاشان مولد۔ سال ولادت معلوم نہ ہوا۔

مسیح نے کاشان ہی میں تربیت پائی۔ طب، فلسفہ اور شاعری میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔

ابتدا میں شاہ عباس صفوی کے مصاحب تھے۔ بادشاہ ان پر اتنا مہربان تھا کہ دو مرتبہ بہ نفس نفیس ان کے مکان پر گیا۔ رفتہ رفتہ حاسدوں نے بادشاہ کا دل اِن سے پھیر دیا۔ بادشاہ کی یہ بے رخی انھیں گوارا نہ ہوی مجبوراً وطن کو خیر باد کہدیا اور چلتے ہوے یہ شعر کہا:

گر فلک یک صبح دم با من گراں باشد سرش
شام بیروں می روم چوں آفتاب از کشورش

ہندوستان میں شہنشاہ اکبر کی علم دوستی و قدر افزائی کا ڈنکا بج رہا تھا۔ مسیح ہندوستان پہنچے اور کسی طرح بارگاہِ شاہی میں باریابی حاصل کی۔ بادشاہ نے از راہِ قدر افزائی اتنا انعام و اکرام دیا کہ فارغ البال ہوگئے۔ جہانگیر تخت پر بیٹھے تو مسیح کی اتنی قدر بڑھی کہ دربار کے حاضر باش ہو گئے۔

لیکن نہ معلوم پھر کیا افتاد پڑی کہ پایہ تخت سے الہ آباد چلے آئے۔ چند روز کے قیام کے بعد حیدرآباد دکن پہنچے۔ یہاں کے قیام میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ مسیح کو سخت محجوب ہونا پڑا۔

ایک دن میر محمد مؤمن استرآبادی، وکیل السلطنت سلطان محمد قلی قطب شاہ (۹۸۹ھ تا ۱۰۲۰ھ ہجری) مسیح سے ملنے آئے۔ رخصت

کے وقت مسیح نے اُن پر گلاب پاشی کرنی چاہی. مگر غلطی سے گلاب کے بجائے شراب کا شیشہ ان پر ڈال دیا۔ وکیل السلطنت اس کو مسیح کی شرارت پر محمول کر کے آگ بگولا ہو گئے۔ مسیح کو سخت انفعال ہوا وہ فوراً حیدر آباد کو چھوڑ کر بیجا پور چلے گئے. وہاں بھی قسمت نے یاوری نہ کی. مجبوراً جہانگیر کے لشکر کی طرف رخ کیا اور مہابت خاں کی ملازمت اختیار کر لی۔

۱۰۳۷ھ ہجری میں شاہ جہان تخت نشین ہوئے تو مسیح نے ایک قطعۂ تاریخ پیش کیا اور بارہ ہزار روپیہ انعام پایا۔ اس قطعہ کے دو شعر یہ ہیں:

بادشاہِ زمانہ شاہِ جہاں   خرم و شاد و کامراں باشد
بہر سالِ جلوس او گفتم   در جہاں بادتا جہاں باشد

اس قطعہ نے پھر مسیح کو شاہِ جہاں کا درباری بنا دیا۔

بوڑھے ہونے کے بعد بادشاہ سے مشہد مقدس جانے کی اجازت مانگی۔ بادشاہ نے پانچ ہزار روپیہ نقد اور ایک خلعت عطا فرما کر اجازت دی۔

مسیح حج و زیارت سے مشرّف ہو کر مشہد مقدّس گئے وہاں سے اپنے وطن کاشان میں چند روز آرام کر کے شاہ صفی سے ملنے کے لئے اصفہان گئے. مگر بادشاہ کو اپنی طرف متوجہ نہ پا کر شیراز چلے گئے اور مدّت دراز تک وہیں مقیم رہے۔

مسیح بڑے پایہ کے شاعر تھے. ان کا کلیات ایک لاکھ اشعار کا حامل ہے. ان کے انتقال کے بعد ان کے شاگرد مرزا صائب تبریزی نے اِس کلیات میں سے انتخاب کر کے سات ہزار اشعار کا مختصر دیوان ترتیب دیا۔

منتخب کلام کا انداز یہ ہے:

راست می گویم کہ جرم چشم نم ناکِ من است   گر بپائے عاشقاں خارے دریں صحرا خلید

گر سپیدی در خط مشکیں یار آمد چہ غم   بیشتر دارد بہا ہر گہ شود عنبر سفید

چنیں خواند ست ہر صاحب سوادے از جبین من   کہ گردل بر تو ئی آخر نہ دل ماند نہ دین من

اے دل بیکار را آخر غمگسار من توئی   ہم چراغ خانہ ، ہم شمع مزار من توئی

در بزم عاشقاں چو بر آرم ز سینہ آہ   چوں ہیزمے کہ دود کند دورم افگنند

مسیح نے ۱۰۶۶ھ ہجری بمقام کاشان حیات مستعار کو خیر باد کہا۔ کسی شاعر نے تاریخ وفات کہی "رفت بسوئے فلک باز مسیح دوم"
۱۰۶۶

فقیر

فقیر تخلص۔ میر شمس الدین نام۔ عباسی نسب۔ والد کا نام نہ معلوم ہوا۔ شاہ جہاں آباد مولد اور ۱۱۱۵ھ ہجری سال ولادت ہے۔
فقیر نے اپنے زمانے کے علما سے تحصیل علم کی۔ عالم جید اور فاضل متبحر تھے۔
۱۱۴۱ھ ہجری میں لباس فقر پہن کر اپنا تخلص فقیر قرار دیا۔ مدتوں دہلی میں اپنے خوان علم سے طلبہ کو بہرہ اندوز کرتے رہے۔ پھر لکھنؤ گئے اور وہاں سے ۱۱۸۰ھ ہجری میں اورنگ آباد پہنچے۔ سال بھر کے قریب یہاں مقیم رہ کر ۶ محرم ۱۱۸۱ھ ہجری کو سورت، اور وہاں سے بہ عزم بیت اللہ شریف جہاز میں روانہ ہوئے۔ حج سے فارغ ہو کر مکۂ مکرمہ سے بصرے گئے اور وہاں سے کشتی میں سوار ہو کر ہندوستان آرہے تھے کہ راستے میں کشتی ڈوبی، فقیر بھی بحر فنا کے گھاٹ اتر گئے۔
آپ کا شمار بڑے اچھے شاعروں میں ہے۔ اشعار کا یہ نمونہ ہے:
یار نشناختہ قدر دل بے کینۂ ما   کاش می دید رخ خویش در آئینۂ ما

برائے نازنینے می کشم نازِ جہانے را
به بوئے یوسفے گیرم سرِ راہ کاروانے را

جدا از روئے تو اے مہ بہ استارہ می شمریم
شبِ فراق تو از بہر ماست روزِ حساب

من نہ از خود می روم دنبال او
سایہ را سرگشتہ دارد آفتاب

مرشدِ اہلِ سخن را جز صفائے سینہ نیست
درسِ طوطی را کتابے بہتر از آئینہ نیست

در مقابل چشمِ گریاں تا جمالِ یار داشت
کاروانِ گریۂ من یوسفے در بار داشت

فقیر را ز سعادت ہمیں قدر کافی است
کہ منتّے بہ سرش سایۂ ہما نہ گزاشت

جامِ مئے نیست کہ از دستِ تو شد قسمتِ غیر
کشتیِ ماست کہ در کامِ نہنگ آمدہ است

بر سرِ ہمائے وصل نیفگند سایۂ
در کوئے او فقیر شکست استخواں عبث

فقیر کے انتقال کا واقعہ ۱۱۸۳ھ ہجری میں پیش آیا۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے وفات کی یہ تاریخ لکھی:

رفت از عالم سخنور شیریں ہائے
خوابید بہ خاک شاعرِ رنگیں ہائے

آزاد نوشت مصرعِ تاریخش
گو "آہ فقیر میر شمس الدیں ہائے"
۱۱۸۳

عاقل

عاقل تخلص۔ محمد عاقل خاں نام۔ ہنرور خاں خطاب۔ دہلی مولد ہے۔ تاریخ تولد معلوم نہیں ہوی
دہلی کے علما اور فضلا سے تحصیل علم کی۔ اس سے فارغ

ہوکر بادشاہی منصب پایا. اسی زمانے میں نواب آصف جاہ سے شرفِ ملازمت حاصل کیا. جو بعد میں شاہِ دہلی کے وزیر ہوئے۔ نواب نے قدر افزائی فرمائی۔ نواب کی مداحی کرتے رہتے تھے. ۱۱۲۴ھ ہجری میں فرخ سیر بادشاہ ہوئے اور نواب آصف جاہ کو اورنگ آباد کی صوبہ داری ملی۔ عاقل بھی ان کے ہمراہ اورنگ آباد آگئے۔ اور فراش خانہ وغیرہ کے داروغہ مقرر کئے گئے۔ جب عاقل بوڑھے ہوگئے تو نواب نے انھیں اپنی جاگیرات واقع دہلی کے محاصل کے خزانے کا داروغہ بناکر دہلی بھیج دیا۔

کلام کا نمونہ یہ ہے:

ہیچ کس یارب! اسیرِ جذبۂ الفت مباد   مرغِ دست آموز در پرواہم آزاد نیست

کدام تشنہ جگر گرم جاں فشانی بود   کہ آب جدول شمشیر در روانی بود

فیضِ آب دیدہ نتواں یافت در آبِ وضو   کاشکے زاہد بہ جاے ریشں مژگاں ترکند!

سرمہ بودم، نالہ گشتم نکہتِ گلہا شدم   عشق می داند بہ نیرنگی کہ من رسوا شدم

چیست مطلب از گدازم کوزہ سازِ عشق را   سنگ بودم، آب گشتم، سوختم، مینا شدم

چو راہب بہ بت خانہ بیدار بودن   ازاں بہ کہ در کعبہ خوابیدہ باشی

عاقل نے ایک روایت کے موافق ۱۱۲۰ھ ہجری میں اور بقول مؤلف محبوب الزمن ۱۱۹۵ھ ہجری میں قضا کی۔

تمت